إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ

تاریخ مکہ معظمہ

مؤلفہ

حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی ہاشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ

پروگریسو بکس

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ٥ غزنی سٹریٹ اردو بازار ٥ لاہور

042-7352795 - 7124354

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

نام کتاب ـــــ تاریخ مکہ معظّمہ

مصنف ـــــ حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی ہاشمیؒ

تعداد ـــــ 1100

ناشر ـــــ چوہدری غلام رسول

پرنٹرز ـــــ زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

قیمت ـــــ // روپے

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بنام آنکہ پیدا و نہان است
ہمہ جا حاضر و ہم لامکان است

بنام آنکہ بیت اوست کعبہ
کہ از لطف محمد گشت قبلہ

رضائے[1] احمد از گشتے نہ شامل
نگشتے ایں چنیں اش قدر حاصل

ازاں ناف زمیں شد قبلۂ ما
کہ جمع از ہر طرف گردیم آنجا

بوصف آنکہ مکہ مولد اوست
خداوندش قسم[2] خورد ایں شرف زوست

خوشا شہرے کہ منظور خدا شد
چہ خوش سرچشمۂ دین ہدیٰ شد

ز لطفش آمد ایں چار گوہر
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

بوادِ غیر ذی زرع بلند است
مکینش در امان[3] و ارجمند است

[1] فلنولینّک قبلۃً ترضٰھا۔ ۱۲

[2] لا اقسم بھٰذا البلد وانت حلّ بھٰذا البلد۔ ۱۲

[3] اولم یروا انا جعلنا حرمًا اٰمنًا۔ ۱۲

عرضِ حال

تاریخ مدینہ منورہ کی تحریر کے سوا برس بعد میں نے تاریخ مکہ معظمہ لکھنے کو قلم اٹھایا مگر چند صفحات جو اب کتاب کا آخری حصہ ہیں قلمبند کئے تھے کہ فرصت نے مساعدت نہ کی اور چھوٹی چھوٹی تالیفات نے مصروف رکھکر اس طرف عنانِ توجہ منعطف نہ ہونے دی۔ اب ڈھائی برس بعد ربِّ کعبہ کی توفیق سے وقت ملا اور وہ اس طرح کہ کالج جس میں میں کام کرتا ہوں پونے تین مہینے کے لئے تعطیل گرما کے لئے بند ہوا۔ یہ موقع تھا کہ میں رتنہ پیراں تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ میں لاہور کی مصروفیتوں سے الگ ہو کر آرام کرتا۔ مگر آرام نہ لینے والی طبیعت اور مصروف رہنے والے دماغ نے بیکار بیٹھنے پر ملامت کی اور کہا کہ اس سے زیادہ اچھا شغل اور کیا ہو سکتا ہے کہ اُس مقدس شہر کے حالات معرضِ تحریر میں لائے جائیں جس میں خدا کا گھر ہے۔ جس میں حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پیدا ہوئے اور عمر کا زیادہ حصہ بسر کیا۔ ہاتھ اور پاؤں۔ دل و دماغ کے محکوم اور غلام ہیں۔ جب حاکم آمادۂ کار ہو تو محکوم کی کیا مجال تھی کہ انکار کرتا۔ پس کاغذ قلم دوات کی درستی فوراً عمل میں آئی۔

تالیف میں مدد لینے کے لئے کتابیں کچھ جناب ماموں صاحب محمد اشرف عالم شاہ صاحب جاگیردار موضع کے کتب خانہ میں تھیں کچھ لاہور سے منگا لیں۔ اور نیز اس کام میں میرے تین عزیزوں (پیر احمد علی شاہ صاحب۔ عزیزی ظفر حسین صاحب اور والد مرحوم کے نانا پیر فرح بخش صاحب کی پوتی کی واقفیت جو اُنہوں نے گزشتہ حج (۱۳۴۴ھ) میں حاصل کی تھی بہت کارآمد ثابت ہوئی۔ اور مسودہ تیار ہو گیا۔

میرے دورانِ قیام میں موضع کی وسیع اور خوبصورت مسجد کے پاس ہی بانیٔ مسجد اشرف خاندان کا بناکردہ مکان تکمیل کو پہونچا۔ اسکے بالاخانہ کی جنوبی طرف منظر نہایت دلکش ہے۔ بہادوں کا مہینہ ہے۔ ہوا جو اس طرف سے بے روک چلتی ہے وہ کیکر کے ہرے بھرے درختوں۔ دھان اور جوار کے سرسبز کھیتوں سے طراوت اور عذیر سے رطوبت لئے آتی ہے جس سے دل میں شگفتگی پیدا ہو جاتی ہے اور قلم خوب چلتا ہے۔ پس تاریخ کی بوجہ احسن تکمیل میں اس خوشگوار مکان کو بڑا دخل ہے۔ خدا میرے اشرف ماموں صاحب کو جزائے خیر دے۔

میرا اصول ہے کہ جو مفید بات دل کو اچھی لگے وہ دوسروں تک خوش اسلوبی اور آسان عبارت میں بلا بخل پہنچا دی جائے۔ تاریخ مدینہ منورہ کی تیاری میں یہی میرا نصب العین تھا اور اب بھی وہی ہے۔ امید ہے جس طرح وہ کتاب بتصدق حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم مقبول عام ہوئی ہے یہ بھی بفضل خدا و ببرکت حبیب خدا مرغوب ہوگی۔ اپنی طرف سے میں نے تو یہی کوشش کی ہے کہ کوئی ضروری بات درج ہونے سے نہ رہ جائے۔ مگر بندہ خطا و نسیان کا پتلا ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

جس کتاب میں اشعار نہ ہوں وہ پھیکی معلوم ہوتی ہے۔ اسلئے میں نے جا بجا مفید نظمیں درج کردی ہیں تاکہ ذوقِ سخن رکھنے والے حضرات اس روحانی غذا سے بھی بہرہ اندوز ہو سکیں۔

غلام دستگیر نامی

۱۰ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مقدس مطابق ۸ ستمبر ۱۹۲۷ء بروز پنجشنبہ

قرآن شریف میں ذکرِ مکّہ معظمہ

قرآن مجید میں جا بجا اس مقدس شہر کا ذکر موجود ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے مشرف ہوا۔ ہم اس مبارک ذکر کو یہاں نقل کرتے ہیں۔

بکّہ۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ **ترجمہ**۔ لوگوں (کی عبادت) کے لئے جو پہلا گھر ٹھہرایا گیا وہ یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لئے (موجب) ہدایت۔ پ ۴ ا

مکہ۔ وَهُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَکَّۃَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا (پ ۲۶ ا) **ترجمہ** اور (مسلمانو!) وہ (خدا) ہی (تو) تھا جس نے عین مکہ میں تم کو کافروں پر فتح دی پیچھے اُن کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔ اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے اور (اس وقت جو کچھ بھی تم کرتے تھے اللہ سب دیکھتا تھا۔ (یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے جو سورۂ فتح میں مذکور ہے۔ نامیؔ)

بلد۔ لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (پ ۳۰ ا) **ترجمہ** اے ہمارے محبوب (محمد صلعم) ہیں (خدا) اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں (اور خصوصیت سے اسکی اسلئے قسم کھاتا ہوں کہ یہ شہر (اے پیارے) تیری اقامت گاہ ہے۔ (یا یہ کہ) تو اس شہر میں حلال ہے کہ مشرکین اسکی حرمت مانتے ہوئے تیری ایذارسانی حلال سمجھتے ہیں (یا یہ کہ) تجھپر (اے احمد مختار) یہاں مجرموں کی خونریزی حلال ہے۔ (اس اختیار کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بروز فتح مکہ حرم میں پناہ گزین مجرموں کو قتل کر دینے کا حکم دیا اور پھر فرما دیا کہ اسے بینے ایک ساعت کے لئے حلال کیا ہے نہ میرے پہلے کسی کو یہاں قتال حلال تھا نہ بعد ازیں قیامت تک ہوگا فھو حرام

بحرمت اللہ الی یوم القیمۃ) وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (پ ۱) **ترجمہ** اور (اے میرے محبوب ان کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیم نے دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار اس شہر کو امن کا شہر بنا اور اسکے رہنے والوں میں سے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں انکو پھل پھلاری کھانے کو دے۔

سورۂ ابراہیم میں اٰمنًا کے بعد بتوں کی پرستش سے برأت کے لئے یوں دعا ہے کہ وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔

بلدۃ - اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (پ ۲۰) **ترجمہ** (اے حبیبؐ ان لوگوں سے کہدو کہ) مجھکو تو بس یہی حکم ملا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک (حقیقی) کی عبادت کروں جس نے اسکو عزت دی۔ اور سب کچھ اسی کا ہے اور (نیز) مجکو یہ حکم ملا ہے کہ (اسکے) فرمانبرداروں میں رہوں۔

اُمّ القریٰ - وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (پ ۱۶) **ترجمہ** اور اس کتاب (قرآن مجید) کو ہم نے برکت والی نازل کیا ہے یہ (اپنے سے پہلے نازل شدہ کتابوں کی) تصدیق کرتی ہے اور (اے حبیبؐ) ہم نے اسکو اس غرض سے اتارا ہے تاکہ تم (اہل) مکہ کو اور جو لوگ اسکے آس پاس بستے ہیں اُن کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ تو اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں (یعنی قضا نہیں ہونے دیتے)۔

مسجد الحرام - وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

الحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا (پ ۵) ترجمہ (مسلمانو!) بعض لوگوں نے جو تمکو حرمت (وعزت) والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ میں جانے) سے روکا تھا یہ عداوت تمکو (اُنپر کسی طرح کی) زیادتی کرنے کی باعث نہ ہو۔ وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (پ ۱۰) ترجمہ اے حبیب تمہارے مدینہ کو ہجرت کر جانیکے بعد وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ کے ماتحت کفار مکہ اب عذاب سے نہیں بچ سکتے اب انکو کیا استحقاق رہا ہے کہ یہ تو مسجد حرام سے (مسلمانوں کو) روکیں اور خدا انکو عذاب نہ دے۔

معاد۔ اِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ط۔ ترجمہ (اے حبیب!) وہ (خدا) جس نے قرآن (کی تعمیل) کو تمپر فرض کیا ہے وہ ضرور تمکو معاد (مکہ فتح کرنے کو) واپس لے آئیگا۔

حرم۔ وَقَالُوْا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ط اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (پ ۲۰) ترجمہ اور (اے حبیب بعض اہل مکہ تم سے) کہتے ہیں اگر ہم تمہارے ساتھ دین حق کی پیروی کریں تو ہم اپنی جگہ سے اچک لئے جائیں (لیکن) کیا ہم نے ان کو حرم (مکہ) میں جہاں (ہر طرح کا) امن ہے جگہ نہیں دی کہ ہر قسم کے پھل یہاں کھچے چلے آتے ہیں (گھر بیٹھے ان کا) رزق (انکو) ہمارے ہاں سے (پہنچتا ہے) ولیکن ان میں اکثر (اس نعمت کی قدر) نہیں جانتے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ط اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ۰ (پ ۲۱ ع ۳) ترجمہ کیا کفار مکہ نے (اس بات پر) نظر نہیں کی کہ ہم نے حرم (مکہ) کو امن کی جگہ بنا رکھا ہے اور لوگ (ہیں کہ) ان کے آس پاس سے پکڑے چلے جا رہے ہیں تو کیا یہ لوگ جھوٹے (معبودوں) پر ایمان لاتے اور اللہ کی

نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔

بلد الامین ۔ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ (تین) **ترجمہ** ۔ قسم ہے کوہ تین اور زیتون اور طور سینا کی اور امن والے شہر (مکہ) کی۔ (تین اور زیتون اپنے مولد و منشا جبال کے نام پر مشہور ہیں۔ خدا ان پہاڑوں کی قسم اسلئے کھاتا ہے کہ انپر اسکے پیاروں کے قدم آئے تھے۔

حیف ہے نجدیوں پر جنہوں نے اس جگہ کو ڈھا دیا جو خدا کے پیاروں کے پیارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مولد و منشا تھی۔ اس مقام عالی کو ہمیشہ مسلمانوں نے عظمت و حرمت کی نگاہ سے دیکھا اور اسکی شان کے مطابق اسپر قبہ بنا کر محفوظ کر دیا مگر نجدی ظالموں نے اسکو کھود ڈالا۔ شاید مولانا جامی رح نے اسی موقعہ کے مناسب کہا ہے۔ **نظم**

ایں زمینے است کہ سر منزل جاناں بودست	مطرح نور رخ آں مہ تاباں بودست
ایں زمینے است کہ ہر شیب فرازے کہ درودست	جائے آمد شد آں سرو خراماں بودست
ایں زمینے است کہ ہر جا خس و خارے بینی	بیشتر از بن رستہ بجائیش گل و ریحاں بودست
دامن ناز کشاں رفتہ بہر جانب از و	آنکہ صد دست تمنائش بداماں بودست
میدمد خاک رہش خاصیت آں آب بہم	کہ نصیب خضر از چشمۂ حیواں بودست
باید افشاند ز سر نوک مژہ خون جگر	ہر کجا لعل لب او شکر افشاں بودست

جان جامی بحقیقت نہ ہمیں آب و ہوا است
گر بصورت گلش از خاک خراساں بودست

کلام اللہ میں بیت اللہ

لغت عرب میں پستان زن کے ابھراؤ کو کعبہ کہتے ہیں بیت اللہ کو بوجہ

اسکے علوِشان و عزت کے بنامِ کعبہ موسوم کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اس مبارک گھر کو بیت اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہے۔

۱۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (پ۱ ع۱۵) ترجمہ (اے حبیب بنی اسرائیل کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا مرجع (و معبد) اور امن کی جگہ ٹھہرایا۔

۲۔ وَعَهِدْنَا اِلٰی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (پ۱ ع۱۵) ترجمہ۔ ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے فرمایا کہ ہمارے اس گھر کو طواف کرنیوالوں اور مجاوروں اور رکوع اور سجدہ کرنیوالوں کے لئے پاک رکھو۔

۳۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا (پ۶ ع۵) ترجمہ مسلمانو! خدا کے مقرر کردہ دینی آداب وارکان کی بے توقیری نہ کرو۔ اور نہ (کسی) حرمت والے مہینے کی اور نہ (حج کی) قربانی کی اور نہ اُن (جانوروں) کی جن (کو خدا کی نیاز کے لئے خاص کر کے شناخت کے طور پر اُن) سے (لوگوں میں) پٹے باندھ دئے ہوں اور نہ اُن (لوگوں) کی جو عزت والے گھر (یعنی خانہ کعبہ کی زیارت کو) جا رہے ہوں (اور ضمناً) اپنے پروردگار کی برکت (یعنی منفعت تجارت کے) اور (اصالتاً اسکی) رضامندی کے طلبگار ہوں۔

۴۔ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ الاٰیۃ (پ۷ ع۳) ترجمہ خدا نے کعبے کو کہ وہ (خدا کا) معزز گھر ہے لوگوں کے (امن و اطمینان کے قائم رکھنے کا موجب قرار دیا ہے۔

۵۔ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِیَةً (پ۹ ع۱۸)

ترجمہ۔ اور خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا ان (کفار) کی نماز ہی کیا تھی۔

۶۔ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ترجمہ اور جو شخص ان چیزوں کا ادب ملحوظ رکھے جو خدا سے نامزد کی گئی ہیں (جیسے حج کی قربانی) تو یہ دلوں کی پرہیزگاری میں (داخل) ہے۔

بیت العتیق۔ ۷۔ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (پ ۱۷ ع ۱۱) ترجمہ۔ ان (چارپاؤں) میں ایک وقت خاص تک تم لوگوں کے (لئے) فائدے ہیں پھر جب تمنے انکو قربانی کے لئے نامزد کردیا تو معبد) قدیم یعنی خانہ (کعبہ) کے پاس جاکر انکو حلال ہونا چاہیئے۔

مسجد الحرام۔ ۸۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا (پ ۶ ع ۵) ترجمہ (مسلمانو!) بعض لوگوں نے جو تم کو حرمت (وعزت) والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ میں جانے) سے روکا تھا یہ عداوت تمکو (انپر کسی طرح کی) زیادتی کرنیکی باعث نہ ہو۔

۹۔ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (پ ۹ ع ۱۸) ترجمہ (اے حبیب تمہارے مدینہ کو ہجرت کرجانے کے بعد وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ کے ماتحت کفار مکہ اب عذاب سے نہیں بچ سکتے) اب انکو کیا استحقاق رہا ہے کہ یہ تو مسجد حرام سے (مسلمانوں کو) روکیں اور خدا انکو عذاب نہ دے۔

۱۰۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (بقرہ) ترجمہ (اے حبیب!) تم اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کرلو اور (اے مسلمانو!) جہاں کہیں تم ہو رُخ اسی کی طرف رکھو۔

۱۱۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (پ ۱۷ ع ۱۰) ترجمہ۔ جو لوگ کفر کرتے اور (لوگوں کو) خدا کے

رستے سے روکتے اور مسجد حرام (میں جانے) سے (مانع آتے) جسکو ہم نے یکساں (بلا امتیاز سب) آدمیوں کے لئے (معبد) قرار دیا ہے وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر کے (ان روکنے والوں کو) اور (نیز) اُن کو جو مسجد حرام میں شرارت (کی راہ) سے کفر کرنا چاہیں ہم (آخرت میں) عذاب دردناک (کا مزہ) چکھائینگے۔

۱۲۔ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (ابراہیم) ترجمہ (دعائی ابراہیم نے کہ) اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو تیرے مقدس گھر کے پاس بن کھیتی کے میدان میں اسلئے لاکر بسایا ہے ہمارے پروردگار تاکہ وہ نماز کو قائم کریں۔

۱۳۔ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ الَّذِیْ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (قریش) ترجمہ۔ پس چاہئے کہ وہ اِس گھر (بیت اللہ) کے مالک کی عبادت کریں جس نے بھوک میں اُنہیں کھانا دیا اور خوف سے امن بخشا۔

۱۴۔ فَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقَاتِلُوْكُمْ فِیْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ (بقرہ) ترجمہ (مسلمانو!) مخالفین سے حرمت والی مسجد (بیت اللہ) کے پاس نہ لڑو یہاں تک کہ وہ اس میں نہ لڑیں تو اگر وہ تمکو وہاں قتل کرنا چاہیں تو تم بھی ان کو قتل کرو۔

مکّہ معظمہ کے مشہور نام

مکّہ۔ چوسنے اور دور کرنے کے معانی کی وجہ سے اس نام سے نامزد ہوا۔ کیونکہ اس میں پانی کمیاب ہے اور گناہ زائل ہوتے ہیں۔

معطشہ۔ بمعنے پیاس لگانے والا۔ چونکہ اسکی طرف تشنگانِ دیدار دوڑے چلے آتے ہیں اسلئے اس نام سے موسوم ہوا۔

حاطمہ۔ حطم کے معنے ہیں توڑنا۔ چونکہ اس شہر میں جباروں کی گردن ٹوٹتی ہے اسلئے یہ نام پڑا۔

باسّہ۔ یعنے ملحدوں اور بے دینوں کو ہلاک کرنے والا۔

ناشئنہ ۔ یعنے اہل کفر و نفاق کو نکال دینے والا ۔

عروض ۔ یعنی سعادات و کرامات اور آثار قدرتِ الٰہیہ کو ظاہر و باہر کرنیوالا ۔

بلدِ امین ۔ امن کا شہر ۔ اسواسطے کہ اگر واجب القتل شخص بھی اس میں آکر پناہ لے تو اُسے وہاں مارنے کا حکم نہیں ہے ۔

بلد ۔ قریہ اور **ام القریٰ** ۔ بوجہ سب قریوں سے شرف و بزرگی میں بڑا ہونے اور اسواسطے کہ اوّل مکّہ معظمہ کی سرزمین پاک پیدا کی گئی اور بعد ازاں اور زمین اسکے گرد وسیع کردی گئی ۔

کوائی ۔ فاران اور **قیقعان** ۔ یہ تین پہاڑوں کے نام ہیں جو جبل ابو قبیس کے متصل مکّہ کے مقابل ہیں ۔ مکّہ کو بوجہ رفعت و علوِ شان کے اِن بلند پہاڑوں کے نام پر موسوم کیا گیا ہے ۔

مقدسہ و قادیس ۔ گناہوں سے پاک کردینے کی وجہ سے مکہ کو اِن ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے ۔

قریۃ النمل ۔ چیونٹیوں کا شہر ۔ کسی زمانہ میں مورچوں کی کثرت سے اسکا یہ نام پڑا ۔ علاوہ ازیں وادی ۔ حرم ۔ عرش ۔ صلاح ۔ طیبہ اور معاد وغیرہ بھی مشہور اسماء مکّہ معظمہ ہیں ۔ مجد الدین فیروزآبادی صاحب قاموس نے ایک علیحدہ رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے ۔

نکسیر کا علاج ۔ یہ اکثر بزرگوں کا تجربہ ہے کہ اگر صاحب رعاف یعنی نکسیر والے کی پیشانی پر نکسیر کے خون سے یہ عبارت لکھی جائے تو خون بند ہوجاتا ہے ۔

المکۃ وسط الدنیا واللہ رؤف بالعباد ۔

احادیثِ نبوی در فضیلت مکّہ معظمہ

۱ ۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ فی مسجدی ھذا بالف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام فان الصلوٰۃ فیہ بمائۃ الف صلوٰۃ فی غیرہ

و صلوٰۃ فی المسجد الاقصیٰ بخمسمائۃ صلوٰۃ۔ یعنی مسجد نبوی (واقع مدینہ منورہ) میں ایک نماز ہزار نمازوں جیسی ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز لاکھ نمازوں جتنا درجہ رکھتی ہے۔ اور مسجد اقصیٰ میں پانچسو نمازوں جتنا۔

۲۔ خیر البقاع واطہرہا واذکاہا واقربہا الی اللہ تعالیٰ ما بین الرکن والمقام۔ یعنی رکن اور مقام کے درمیان جو جگہ ہے وہ طہارت پاکیزگی اور قرب میں اللہ کے نزدیک سب سے بڑھی ہوئی ہے۔

۳۔ ما بین رکن الیمانی والرکن الاسود روضۃ من ریاض الجنۃ۔ یعنی رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۴۔ المقام بمکۃ سعادۃ والخروج منہا شقاوۃ فاثبت مکانک وایاک والقلق والضجر فان ذالک من فعل الشیطان الرجیم۔ یعنی مکہ میں اقامت نہایت سعادت ہے اور اس سے خروج شقاوت وہاں کی رہائش نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ بخل اور سوال سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ شیطانی فعل ہیں۔

۵۔ من صام شہر رمضان بمکۃ کتب اللہ لہ مائۃ الف شہر فی غیرہا من البلدان وصلوٰۃ المسجد الحرام بمائۃ الف صلوٰۃ فی غیرہا فان صلوہا فی جماعۃ فہی بالف الف صلوٰۃ وخمسمائۃ الف صلوٰۃ ومن مرض بمکۃ یوما واحدا حرم اللہ سبحانہ وتعالیٰ جسدہ ولحمہ علی النار۔ یعنی جس نے مکہ میں ماہ رمضان کے روزے رکھے اللہ نے اسکے لاکھ مہینوں کے روزے لکھ لئے اور مسجد الحرام میں ایک نماز لاکھ نماز جیسی ہے اور وہاں ایک نماز با جماعت دس لاکھ اور پانچ لاکھ نماز جتنی ہے اور جو شخص مکہ میں ایک روز بیمار ہوا خدا نے اسکے جسم اور گوشت کو آگ پر حرام کر دیا۔

۶۔ الاوان مکۃ ہماوۃ علی المکروہات والدرجات ومن صبر علی شدتہا کنت لہ شفیعا وشہیدا یوم القیامۃ ومن مات بمکۃ

واللہ بینة بعثه الله تعالیٰ یوم القیمة امنا من عذاب الحساب علیه ولا خوف ولا عذاب ویدخل الجنة بسلام وکنت له شفیعا یوم القیمة الا وان اهل المکة هم اهل الله تعالیٰ وجیران بیتہ

یعنی مکہ میں سختیاں اور درجے ہیں جس نے یہاں کی شدت پر صبر کیا میں (حضور علیہ السلام) روز قیامت کے لئے اس کا شفیع و گواہ ہوا۔ مکہ اور مدینہ میں مرنا قیامت کے روز عذاب حساب اور خوف سے با امن رہ کر جنت میں سلامتی سے داخل کر دیتا ہے اور حضور اسکے قیامت کے دن شفیع ہوں گے۔ مطلع رہو کہ مکہ کے رہنے والے اہل اللہ ہیں اور اسکے گھر کے ہمسائے۔

۷۔ اکرم الملائکة عند الله تعالیٰ الذین یطوفون حول بیته ومن نظر الی البیت نظرة وکانت خطایاہ مثل زبد البحر غفرها الله له کلها

یعنی اللہ کے نزدیک اکرم ملائکہ وہ ہیں جو بیت اللہ کے گرد طواف کرتے ہیں جس شخص نے ایک نظر بیت اللہ کو دیکھا (دوسری حدیث سے واضح ہے کہ صدق ایمان سے) اور اسکی خطائیں خواہ سمندر کی جھاگ جتنی ہوں تو بھی اللہ ان کو بخش دے گا۔

۸۔ من طاف حول البیت اسبوعا رفع الله له بکل قدم سبعین الف درجة واعطاہ سبعین الف حسنة واعطاہ سبعین شفاعة فیمن شاء من اهل بیته من المسلمین وان شاء ادخرله فی الاخرة

یعنی بیت اللہ کے گرد جس نے سات طواف کئے اللہ تعالیٰ ہر قدم کے عوض ستر ہزار درجے بلند کرتا ہے اور ستر ہزار نیکیاں عطا کرتا ہے اور ستر ہزار شفاعت کا حق عطا کرتا ہے جسکی وہ اپنے مسلمان گھر والوں سے شفاعت کرنا چاہے اور اگر وہ چاہے تو اسے آخرت پر رکھ چھوڑے۔

۹۔ من استطاع ان یموت فی احد الحرمین فلیمت فیه فانی اول من اشفع له وکان یوم القیمة امنا من عذاب الله تعالیٰ۔

یعنی جس سے ہو سکے کہ وہ مکہ و مدینہ میں سے کہیں مرے تو اُسے چاہیئے کہ وہیں جان دے۔ کیونکہ میں (رسول اللہ) سب سے پہلے اسی کی شفاعت کرونگا اور وہ مرنے والا قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے امن میں ہوگا۔

۱۰۔ من زارنی بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یدرکنی ولم یبایعنی ثم جاء الی المدینۃ بعد وفاتی وسلم علیّ وزارنی عند قبری وسلم علی ابی بکر وعمر فقد بایعنی ومن اتی الرکن الاسود وقبلہ فکانما بایع اللہ تعالیٰ ورسولہ۔ یعنی جس نے میری (رسول اللہ کی) وفات کے بعد زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے حیاتِ ظاہری میں مجھے نہ پایا اور میری بیعت نہ کی اور پھر مدینہ کی طرف میری وفات کے بعد آیا۔ مجھپر سلام کہا اور میری زیارت میری قبر کے پاس کی اور ابو بکرؓ اور عمرؓ پر سلام بھیجا تو تحقیق اس نے میری بیعت کر لی اور جس نے رکن الاسود کے پاس آکر اسے بوسہ دیا تو گویا اس نے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی بیعت کی۔

جو کچھ اوپر مذکور ہوا ہے وہ ایک عربی رسالہ سے ماخوذ ہے جو مکّہ مشرفہ شرفہا اللہ تعالیٰ کے فضائل میں سیدنا حسن البصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیطرف منسوب ہے۔ یہ مطبع عثمانیہ کا ۱۳۲۵ھ کا چھپا ہوا ہے۔ اسے عزیزی ظفر حسین مکّہ معظمہ سے لائے تھے۔

مکّہ معظمہ کی خصوصیّات

مکّہ معظمہ وہ شہر ہے جسکی تعریف میں قرآن مجید رطب اللسان ہے۔ یہ اپنے اندر انبیائے کرام علیہم السلام کے آثار مبارکہ رکھتا ہے۔ اسے محبوبِ خدا سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کے مولد ہونے کا شرف حاصل ہے

یہ مبارک شہر جو سب شہروں سے افضل ہے کئی خصوصیتیں رکھتا ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں:۔

۱۔ مکہ میں رب لامکان کا مکان ہے جسکو محبوبانِ خدا نے خاک سے پیدا شدہ بندگانِ خدا کی عبادت کے لئے تعمیر کیا۔ جس گھر کی سب سے پہلے بنا رکھی گئی وہ یہی خانۂ خدا ہے۔

۲۔ مکہ کی مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے سے لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور وہاں کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں جتنا اثر رکھتی ہے۔

۳۔ مکہ کے بیت اللہ میں عالمین کے لئے برکت اور ہدایت ہے۔

۴۔ مکہ میں آیات بینات ہیں۔ اس میں مقام ابراہیم ہے۔ اس میں داخل ہونے والے کے لئے امن ہے۔ یہ لوگوں کا مرجع ہے۔

۵۔ مکہ کو ربّ غفور نے بلدۂ طیبہ کہا ہے۔

۶۔ مکہ میں دو پہاڑیاں ہیں (صفا اور مروہ) جنکو اللہ تعالیٰ نے شعائر اللہ کہا ہے۔

۷۔ مکہ وہ شہر ہے جو حسب فرمودۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب بلاد اللہ احب ارض اللہ اور خیر البقعۃ علی وجہ الارض ہے۔

۸۔ مکہ حضور علیہ السلام کو اسقدر عزیز تھا کہ وہ اس سے بادلِ ناخواستہ ہجرت فرما گئے اور فرمایا کہ اگر مشرکین مکہ حضورؐ اور صحابہ کو نہ ستاتے تو اسی شہر کو انکا مسکن و مدفن ہونیکا شرف حاصل ہوتا۔

۹۔ مکہ ہی وہ شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اُمّ القریٰ سے موسوم کیا ہے۔

۱۰۔ مکہ ہی میں وہ پہاڑ (ابو قبیس) ہے جو زمین پر سب سے اوّل وضع کیا گیا۔

۱۱۔ مکہ ہی میں وہ سب سے پرانا (بیت العتیق) گھر ہے جسکا ملائکہ خلق آدم سے دو ہزار سال پہلے طواف کیا کرتے تھے۔ اور اب بھی جو فرشتے زمین پر نازل ہوتے ہیں وہ اسکے طواف وغیرہ سے فارغ ہو چکتے ہیں تو اپنے کام پر جاتے ہیں۔

۱۲۔ مکہ میں وہ شہر ہے جہاں تمام انبیاء جنکو انکی قوم نے جھٹلایا۔ یا نکال دیا آخر زندگی

عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

۱۳۔ مکہ ہی وہ جگہ ہے جسکے بیت اللہ کے گرد تین سو انبیاء کی قبریں ہیں۔ اور جسکے رکن الیمانی اور رکن الاسود کے مابین ستر نبی آسودہ ہیں جسکے تحت میزاب حجر میں حضرت اسمٰعیل اور انکی والدہ ہاجرہ کا مزار ہے اور جسکے آبِ زمزم اور مقامِ ابراہیم کے درمیان حضرت نوح اور حضرت صالح کی قبور ہیں۔

۱۴۔ مکہ ہی وہ شہر ہے جسکی طرف صاحب استطاعت مسلمانوں کو ایک دفعہ حج کے لئے آنا فرض ہے جو گناہوں سے اسطرح پاک کر دیتا ہے جس طرح شکمِ مادر سے نکلا ہوا بچہ پاک ہوتا ہے۔

۱۵۔ مکہ ہی وہ شہر ہے جس میں حج اور عمرہ کو آنیوالے مسلمان اللہ کے مہمان ہوتے ہیں۔ اور وہ انکو ایسے بے آب و گیاہ جگہ میں بطفیل دعائے خلیل اللہ تمام نعمتیں کھانے کی بہم پہنچاتا ہے۔

۱۶۔ مکہ ہی روئے زمین پر وہ شہر ہے جسکی طرف جنت کے ہشت در مفتوح ہیں۔ چھ تو کعبہ کے گرد اور دو صفا اور مروہ کی طرف۔

۱۷۔ مکہ ہی وہ شہر ہے جس میں پندرہ ایسی جگہیں ہیں جہاں بندوں کی دعائیں خدا قبول کرتا ہے (۱) جوف کعبہ (۲) تحت میزاب (۳) قریب حجرالاسود۔ (۴) رکن الیمانی کے پاس (۵) مقامِ ابراہیم (۶) حجر (۷) ملتزم (۸) بئر زمزم (۹) مروہ پر (۱۰) صفا پر (۱۱) صفا اور مروہ کے درمیان (۱۲) رکن اور مقام کے مابین (۱۳) منیٰ میں (۱۴) عرفات میں (۱۵) مشعر الحرام۔

۱۸۔ مکہ میں ایک مقام ہے (رکن الیمانی اور رکن الاسود کے مابین) جہاں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۱۹۔ مکہ میں ایک شئے (حجر اسود ہے) جو دنیا میں آیۃ اللہ ہے جس نے اسے چھوا اس نے گویا خدا و رسول کی بیعت کی۔

۲۰۔ مکہ (مدینہ کی طرح) وہ جگہ ہے جہاں مرنا مسلمان کو حساب و عذاب سے

مستغنی کرکے بشفاعت سید المرسلین داخلِ بہشت کر دیتا ہے۔

۲۱۔ مکہ کی سرزمین حرم وہ ہے جہاں سفاکیوں اور خونریزیوں کی ممانعت ہے جہاں مجرم سے مجرم انسان کا بھی خون گرانا ممنوع ہے۔ جہاں حلال سے حلال جانور کا شکار بھی گناہ۔ جہاں درختوں اور شاخوں کا کاٹنا بھی حرام اور جہاں سبزہ اور روئیدگی کو چھیلنا بھی جرم ہے۔ وہ امن وامان کا وطن سکون وسلام کا مسکن ہے۔ ہر ذی روح اور غیر ذی روح اسکے سایہ میں مامون ومصون ہے (زمدی)

شرف و فضیلت مسجد الحرام

کعبہ کی زمین (باستثنائے مرقد مبارک رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دنیا ومافیہا سے افضل ہے۔ جو شخص کعبہ کے اندر داخل ہوتا ہے وہ اللہ کی رحمت میں داخل ہوتا ہے اور جو شخص اسکے اندر جاکر باہر آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کو لئے ہوئے آتا ہے۔ کعبہ میں دعا کی ہوئی رد نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کیطرف سے جو ہر روز ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں اُن میں سے بیس صرف اُن لوگوں کا حصہ ہیں جو کعبہ کیطرف دیکھیں۔ اگر یہ نظر از روئے ایمان وتصدیق ہو تو اسکے لئے گناہوں کی بخشش ہے۔ باقی سو رحمتوں میں سے ساٹھ تو اُن کو ملتی ہیں جو خانۂ کعبہ کا طواف کریں۔ اور چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں کی قسمت ہوتی ہیں۔

زمزم کی طرف نظر کرنا بھی عبادت اور نفاق سے امان ہے۔

اجابت دعا کے مقامات یہ ہیں۔ (۱) جوف کعبہ (۲) نزدیک رکن یمانی (۳) تحت میزاب رحمت (۴) حطیم (۵) **خلف مقام** (۶) چاہ زمزم۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ریاض جنت میں سے ایک روضہ ہے ان مقامات پر دو رکعت نماز پڑھنا بے حساب ثواب دلاتا ہے۔ بیرون حرم (۱) صفا (۲) مروہ (۳) موقف یعنی مزدلفہ (۴) مشعر یعنی منیٰ اور (۵) جمرات ثلٰث یعنی شیطان کو پتھر مارنے کا مقامات کے پاس مسجد الحرام کے اندر ایک نماز پڑھنے سے

ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حجرِ اسود اللہ تعالیٰ کا زمین میں دایاں ہاتھ ہے جو شخص اسے چھوتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرتا ہے۔

جس شخص کو حضور علیہ السلام کی بیعت کا شرف حاصل نہیں ہوا اسکے لئے حصول شرف کا یہی ذریعہ ہے کہ وہ حجرِ اسود کا مسح کرے۔

کعبہ کے قرب میں اسکے گرد جہاں بھی کوئی نماز پڑھتا ہے وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے گویا کہ ابھی اسے اسکی ماں نے جنا۔

مقام اور حجرِ اسود کے درمیان جو جگہ ہے وہ اللہ کو محبوب تر ہے۔ جو شخص شدید الحرارت دن میں بیت اللہ کا طواف اس حالت میں کرے کہ وہ سر برہنہ ہو۔ ہر طوف پر حجرِ اسود کو بوسہ دے۔ کسی کو ایذا نہ دے اور سوائے ذکرِ الٰہی کے اور کوئی کلام نہ کرے تو اسکے ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں ستر ہزار برائیاں دور کی جاتی ہیں اور اسکے ستر ہزار درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ ایک اور روایت میں اسکے لئے اپنے اہلبیت مسلمانوں کے لئے ستر شفاعتوں کا بھی ذکر ہے

حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السّلام مکہ میں

جب حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام نمرود کی جلائی ہوئی آگ کے بَرْدًا وَّسَلَامًا ہو جانے سے محفوظ و مامون ہو گئے تو آپ بابل سے ہجرت کر کے ارضِ مقدس کی طرف چلے۔ بی بی سارہؓ اور ان کے بھتیجے لوطؑ انکے ہمراہ تھے۔ حران میں پہنچکر وہاں مقیم ہوئے۔ پھر اردن کیطرف روانہ ہوئے راستہ میں ایک ایسے شہر میں جا پڑے جہاں ایک جابر بادشاہ قبطی حکمرانوں میں سے رہتا تھا اسکا نام صادوف تھا۔ یہاں انکی بیوی سیدہ سارہ (جو چچا کی بیٹی تھی) کو اس ظالم نے گرفتار کر لیا۔ جونہی اس نیک خاتون کیطرف ظالم نے ہاتھ بڑھایا وہ مرگی میں مبتلا ہو گیا۔ پھر وہ لگا منت و سماجت کرنے کہ بی بی خدا سے دعا کر کے اسے اچھا کر دے میں

لہ دیکھو حاشیہ ص ۱۹

نیت بد سے توبہ کرتا ہوں۔ چنانچہ سیدہ سارہ کی دعا سے اس نے مصیبت سے نجات پائی اور ایک لونڈی برائے خدمت نذر کی جو حضرت ابراہیمؑ کو ہبہ کی گئی۔ یہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ بنی۔ نام ہاجرہ تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فلسطین میں قیام کیا۔ حضرت اسمٰعیل جب پیدا ہوئے انکے والد کی عمر ۸۶ سال تھی۔ جو فرشتے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے آئے وہ حضرت ابراہیمؑ سے ملے جنکی عمر ایکسو بیس ۱۲۰ برس تھی۔ ان کے نوے ۹۰ سالہ اہلیت (سارہ) کو بیٹے (اسحٰقؑ) کی بشارت دی۔ ان کی ولادت کے بعد حضرت ابراہیمؑ بفرمان رب العزت اسمٰعیلؑ اور ہاجرہ کو لیکر موضع بیت اللہ کے پاس ۱۹۲۸ قبل مسیح آئے۔ بیت اللہ طوفان نوح کے بعد سے ایک سرخ ٹیلے کی شکل میں موجود تھا۔ وہاں حطیم کے پاس ایک سائبان بنا کر آپنے ماں بیٹے کو کچھ چھوہارے اور مشک بھر پانی دے کر جاگزین کیا اور خود سیدہ سارہ کیطرف لوٹے۔ پانی ختم ہو گیا۔ ہاجرہ نے بیٹے کو چھوڑکر پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کا چکر لگایا۔ آخر خدا نے (جبریل کے پر یا اسمٰعیل کی ایڑی مارنے سے) چشمۂ زمزم جاری کیا۔ جسے آپ نے بند لگا کر بند کر دیا (فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر وہ اسے بند نہ کرتیں تو وہ ہمیشہ کے لئے جاری ہو جاتا) قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ شام کو جا رہا تھا انہوں نے کوہ ابو قبیس پر پرندوں کو اڑتے دیکھا اور اسے پانی کے لئے دلیل پکڑا۔ وہ زمزم پر آئے اور حضرت ہاجرہ کی اجازت سے وہیں مقیم ہو گئے۔ یہ مکہ کے پہلے آباد کار تھے۔ انکی بود و باش خیموں میں تھی۔ حضرت ہاجرہ

لہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں جب ایرانیوں نے قادسیہ میں شکست کھائی تو بابل میں جمع ہوئے یہاں بھی ۱۶ھ میں وہ منہزم ہوئے اور بمقام کوثی دم لیا۔ یہاں کا رئیس شہریار مقابل آکر ایک غلام نابا کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جب کوثی فتح ہو گیا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس جگہ کی زیارت کی جہاں نمرود نے نذر آتش کرنے سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو قید کیا تھا۔ حضرت سعد نے یہاں پہنچکر درود پڑھا (اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید) اور پھر آیت تلک الایام نداولہا بین الناس تلاوت فرمائی۔ اس واقعہ سے دیکھئے کہ نجدی ایک جلیل القدر صحابی رسولؐ کی نسبت جنہوں نے اس جگہ کی زیارت کی جہاں حضرت ابراہیم محبوس رہے [illegible]

میں بمع ذات بذکر حجر یعنی حطیم میں مدفون ہوئیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے قبیلہ جرہم کی ایک لڑکی سے شادی کر لی۔ اسکے بعد حضرت ابراہیمؑ سیدہ سارہ کی اجازت لیکر فلسطین سے مکہ کو آئے اسمٰعیل باہر دور شکار کو گئے ہوئے تھے۔ بہو نے مہمان نواز خلیل اللہ کی روٹی سے بھی تو اضع نہ کی بلکہ کہا کہ ہم بہت تنگی اور تکلیف میں ہیں۔ آپ جاتے ہوئے پیغام دے گئے کہ اپنے گھر کے آستانہ کو بدل ڈال یعنی طلاق دے دے۔ چنانچہ حضرت اسمٰعیلؑ نے تعمیل ارشاد کی۔ اسی طرح دوسری دفعہ تشریف لائے۔ اب کے بہو بڑی مہمان نواز تھی۔ اس نے خوب خاطر و مدارات کی اور اپنی خوشحالی بیان کر کے خدا کا شکر کیا خلیل اللہ خوش خوش مراجعت فرما ہوئے اور فرما گئے کہ جب تیرا شوہر شکار سے واپس آئے تو اسے بعد سلام کہہ دینا کہ اب تیرے گھر کی دہلیز سیدھی ہے اسے قائم رکھ۔ بعد ازاں حضرت ابراہیمؑ پھر مکہ کو تشریف لائے اور باپ بیٹوں نے ملکر کعبہ تعمیر کیا جو اپنے مقام پر اب تک موجود ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے دو سو برس کی اور حضرت اسمٰعیلؑ ایک سو تیس ۱۳۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ اول الذکر کی قبر ایک عظیم الشان قبہ میں انکی بیوی سارہ والدہ حضرت اسحٰقؑ کے قبہ قبر کے پاس موضع خلیل الرحمٰن میں ہے جو بیت المقدس سے جانب جنوب ۳۶ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اور مؤخر الذکر کی اپنی والدہ ھاجرہ کے پاس حطیم میں خانہ کعبہ کے قریب۔

انبیاء علیہم السلام کا اجمالی شجرہ

آدم ثانی نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلخ بن حضرت ادریس

سام

ارم — عوض — عادارم — خلوبہ — عبداللہ — حضرت ہود

ارم — غاید — ارم — حضرت صالح

ارفخشد — شالخ — عابر

عابر — قالغ — سالکان — بلیا — حضرت خضر

عابر — فالخ — ارعو — شاروح — ناحور

ناحور — بتویل

ناحور — تارخ یا آذر

تارخ — حضرت ابراہیم

تارخ — ہاران (بانی حران) — بی بی سارہ

ہاران — حضرت لوط — بیٹی (حضرت شعیب کی دادی)

حضرت لوط — بیٹی — حضرت ایوب (جو عیسو بن یعقوب کے پوتے کے پوتے تھے)

حضرت ابراہیم — حضرت اسمٰعیل (از بطن ہاجرہ بی بی) — عدنان کے مورث اعلیٰ جو حضور علیہ السلام اور قریش کے جد اعلیٰ تھے۔

حضرت ابراہیم — حضرت اسحٰق — حضرت یعقوب

حضرت یعقوب — لاوی — قاہث — عمران — حضرت ہارون، حضرت موسیٰ

حضرت یعقوب — یہودا (حضرت سلیمان بن داؤد کے مورث اعلیٰ) — حضرت عیسٰے بن مریم بھی نسل سلیمانی سے ہیں)

حضرت یعقوب — یوسف

حضرت یعقوب — بی بی الیا (زوجہ حضرت ایوب)

انبیاء علیہم السّلام کے درمیان بعد زمانی

کتاب المعارف ابن قتیبہ میں لکھا ہے کہ " آدم علیہ السلام ایک ہزار سال زندہ رہے۔ اور توراۃ میں بیان ہے کہ نو سو ستر سال کی عمر پائی۔ زمانۂ آدمؑ اور طوفان نوحؑ کے مابین دو ہزار دو سو بیالیس سال کا تفاوت تھا اور زمانۂ طوفان اور وفات نوحؑ نبی کے مابین تین سو پچاس برس کا فصل ہوا۔ نوحؑ اور ابراہیمؑ کے مابین دو ہزار دو سو چالیس سال کا زمانہ گزرا تھا۔ ابراہیم و موسیٰؑ کے مابین سات سو سال کا فصل تھا موسیٰؑ اور داؤدؑ کے مابین پانچسو سال۔ اور داؤدؑ سے عیسےؑ کے عہد تک بارہ سو برس کا فاصلہ ہوا تھا۔ اور عیسےؑ کے عہد سے تا زمانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ سو بیس سال گزرے تھے۔ یہ تاریخ وہب ابن منبہ کے اعتبار سے ہے"۔ اس حساب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت آدم علیہ السلام سے سات ہزار آٹھ سو بانوے سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے ہے ع

آخر آمد بود فخر الاولین

مکہ میں حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی

جب بیت اللہ شریف طیار ہو چکا تو اللہ تعالیٰ نے یہ دکھانے کے لئے کہ ہمارے نود سالہ خلیل ایسے فرمانبردار ہوتے ہیں کہ ہمارے حکم کے سامنے اپنی عزیز جان کی پروا بھی نہیں کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قربانی اسمٰعیل کا حکم دیا۔ باپ نے اپنے پانزدہ سالہ سعادتمند بیٹے سے کہا یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی (سورۃ الصٰفٰت) یعنی بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجکو ذبح کر رہا ہوں۔ تو بتا تیری کیا رائے ہے۔

ذبیح اللہ نے مردانہ جواب دیا یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ یعنی ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے کر گزریں میں انشاء اللہ

ثابت قدم رہوں گا۔

فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ۔ یعنی جب دونو باپ بیٹا حکم خدا کے سامنے سرنگندہ ہوگئے توباپ بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑ کر ذبح کرنے ہی کو تھا کہ وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ۔ یعنی ہم (اللہ تعالیٰ) نے ابراہیمؑ کو آواز دی کہ اے ابراہیمؑ تونے خواب کو سچ کردکھایا۔ ہم نیک بندوں کو اسی طرح اچھا بدلہ دیا کرتے ہیں۔

اسکے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِيۡنُ۔ کہ یہ ایک بڑی صریح آزمائش تھی جس میں وہ باپ بیٹا پورے اُترے اور ہم نے وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ۔ اسکے عوض ایک بڑا جانور ذبح کردیا وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ط اور اس سنت کو آئندہ آنے والے مسلمانوں کے لئے جاری وباقی رکھا۔ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ۔ سلام ہے ابراہیم پر۔ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ۔ ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔

اس تمام واقعہ سے جدنا حضرت قلندر شاہ صاحبؒ ہمیں سبق حاصل کرنے کی یوں تعلیم دیتے ہیں ؎

گرچہ نفس تست فرزند عزیزاے باتمیز	ہمچو اسمٰعیل براو را لقربانگاہ یار
چشم شفقت بستہ دشنہ تیزراں برحلق او	گر رگے گردد بریدہ حیف کن بر ما ہزار

یعنی جو کام رضاجوئی خدا کے لئے کیا جائے وہ اگرچہ بظاہر نقصاں رساں نظر آئے مگر حقیقتاً اس میں نقصان نہیں ہوتا۔ دیکھو حضرت ابراہیمؑ نے بتعمیل حکم الٰہی اپنے فرزند عزیز پر چھری چلانے سے دریغ نہ کیا۔ مگر اسکا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ بلکہ اس اطاعت گزاری کی یادگار قائم کرنے کے لئے عید قرباں کو قائم فرمایا۔ اور اُس دن ذی استطاعت اشخاص کے لئے قربانی واجب قرار دی۔

شیخ نجدی نے اُسوقت بھی حضرت اسمٰعیل کو قربانگاہ تک جانے سے روکا تھا

تاکہ آئندہ اسکے محسود آدمؑ کے اس عظیم الشان فرزند کی عظمت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر نہ بیٹھے مگر وہ اپنے بد ارادہ میں ناکام رہا۔ اور اب تک اس پر سنگریزوں کی بوچھاڑ (رمی الجمرات) ہوتی ہے ۔

ہان وہاں ترکِ حسد کن با شہاں
تا نہ ابلیسے شوی اندر جہاں

بیت اللہ

مندرجہ ذیل نظم میں نے جوگی کی نظم "گنگا" کے جواب میں ۱۹۱۰ء میں لکھکر اخبار میں شائع کرائی تھی اب یہ تاریخ مکہ میں درج کی جاتی ہے۔

اے قبلۂ مکرم اے کعبۂ معظم
درجہ تیرا ہے اعلیٰ اور شان تیری اعظم

اے خانۂ خدائے خلاّق ہر دو عالم
تو ہے ہبوطِ آدمؑ سے سجدہ گاہِ آدم

دنیا کے کل مکانوں سے پہلے تو بنا ہے
رکھی گئی جہاں میں اوّل تیری بنا ہے

جب نوحؑ کو بہت ہی قوم اسکی نے ستایا
لیکن تجھے فلک پر اللہ نے اٹھایا

طوفان نے امڈ کر ہر اک مکان گرایا
تیری عمارتوں کو سیلاب سے بچایا

کل حادثوں سے دائم محفوظ تو رہا ہے
کیوں نہ رہے کہ آخر تو خانۂ خدا ہے

پھر ابراہیمؑ نے بھی قبلہ تجھے بنایا
منہ کرکے تیری جانب سر پیشِ حق جھکایا

نزدیک تیرے اپنی اولاد کو بسایا
ملکِ عرب میں ڈنکا توحید کا بجایا

یہ سب خلیلِ حق کی تطہیر کا اثر ہے
جو کہ جوار تیرا امن و اماں کا گھر ہے

اصحابِ فیل آئے جب تجھ پہ لیکے لشکر
ہر سے جو سنگریزے ان حملہ آوروں پر

کچھ طائروں کو بھیجا حافظ نے دیکے کنکر
سب ہو گئے کعصفٍ مّاکول وہ ستمگر

نابود ہو گئے خود تجھکو گرانے والے
معدوم ہو گئے خود تجھکو مٹانے والے

تیرا جوار تو ہے اُن گوہروں کا مخزن — جنکی چمک سے دنیا ساری ہوئی ہے روشن
تیری حریم اقدس ہے بے بسوں کا مامن — ہے قرب تیرا ابتک قحط و بلا سے ایمن
اک راغ میں اگرچہ تو ہے نزول فرما!
مکہ میں تیرے لیکن ہر تازہ پھل ہے ملتا

زمزم سا میٹھا چشمہ تیرے ہی پاس پھوٹا — ہر تشنہ لب اسی سے ہے پیاس جا بجھاتا
مانگیں دعا جو دل سے کچھ آب پی کے اسکا — اسکو مجیبِ برحق ہے مستجاب کرتا
تیرے ہی قرب نے تو ایسا اِسے بنایا
سب پانیوں پہ اسکے پانی نے فوق پایا

تیرے ہی پاس چمکا نورِ محمدیؐ بھی — کثرت سے جس نے وحدت کی پھر بجھی جلادی
صدق و صفا کی مسند بوبکرؓ کو عطا کی — دی عدل سے عمرؓ کو فتح و ظفر کی کنجی
عثمانؓ کو حیا اور حیدرؓ کو دی شجاعت
اور فاطمہؓ کے نورِ الابصار کو شہادت

اے کعبہ تو بتوں کا تیرتھ بنا ہوا تھا — یکجا یہاں ہبل تھا اور لات سواع واں تھا
تجھ میں ہر اک قبیلہ کا اک بنا خدا تھا — تو جسکا گھر ہے اسکو ہر اک بھلا چکا تھا
احمدؐ نے پاک کر کے قبلہ تجھے بنایا
لوگوں کی گردنوں کو تیری طرف جھکایا

تیرے حرم کی حرمت ہر دل میں جاگزیں ہے — حفظ و اماں میں ہر دم ہر جانور وہیں ہے
مامون ہے ہر اسے مجرم جو واں مکیں ہے — اک شاخ کا کاٹنا بھی جائز وہاں نہیں ہے
تیری یہ شان و عظمت تیری یہ عز و حرمت
رکھتی ہے جان و دل میں محبوب ربؐ کی امت

بیشک تو قدرتاً ہے وسطِ زمیں پہ واقع — اسلئے جہاں کی خلعت تیری طرف ہے راجع

دنیا کے مومنوں کا ہے تو ہی ایک جامع	نور مبین تیرا ہے مستدام ساطع

تجھ پر ہے قبضہ تیرے اپنے ہی پیروؤں کا
اور تا ابد انہی کے ہاتھوں میں نور ہے گا

منہ کر کے تیری جانب کیوں کرتے ہیں عبادت	اسوا سطے کہ پیدا ہو انتفاق و الفت
قائم تیرے توسط سے ہو باہم محبت	ورنہ ہر اک جگہ ہے حاضر خدائے خلقت

ارض و سما کا خالق معبود ہے ہمارا
ہر حال میں خدا ہی مسجود ہے ہمارا

اسود وہ جس مکان میں محبوب کبریا ہے	اسکی کشش دلوں میں کعبہ سے بھی سوا ہے
یثرب! پسند تجھکو اس شاہ نے کیا ہے	جسکے طفیل بالکعبہ ہمیں ملا ہے

بس کیوں نہ ملکے سے ہم تیری طرف ہی آئیں
اور روضۂ نبی پر دل کی لگی بجھائیں ۴ؔ

تاریخ تعمیر کعبہ

خانہ کعبہ دنیا میں سب سے پہلی عمارت ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیت اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ الآیۃ (پ ۱) سے ظاہر ہے۔ جعفر بن محمد بن علی رضی حضرت علی رض سے روایت بیان کی ہے کہ جس وقت فرشتوں نے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے جواب میں اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا الآیۃ کہا جو اللہ تعالےٰ کو پسند نہ آیا جس پر اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ بطور زجر ارشاد باری صادر ہوا۔ تو فرشتوں نے غضب الٰہی سے ڈر کر عرش کے گرد طواف کرنا شروع کیا۔ یہ عاجزی اور توبہ مقبول بارگاہِ خداوندی ہوئی۔ حکم ہوا کہ ملائکہ زمین پر بھی ایک ایسا مکان بنائیں جہاں گنہگار بندے طواف کر کے اپنے گناہوں کی بخشش چاہیں اور اس ذریعہ سے انکے گناہ معاصی معاف کئے جائیں چنانچہ ملائکہ نے زمین پر بیت اللہ بنا دیا۔ حضرت آدم بعد از ہبوط اسی جگہ مشغول عبادت

وانابت رہے۔

طوفان نوح میں یہ عبادتخانہ ناپید ہوگیا۔ اسکے بعد حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام نے اسے تعمیر کیا۔ چنانچہ قرآنی آیت وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ الآیۃ (پ ۱۵) اس پر گواہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے تشریف لیجانے کے بعد قوم جرہم مکہ میں آکر مقیم ہوئی انہوں نے حضرت اسمٰعیلؑ کو سات اونٹنیاں دیں جو ان کی راس المال ہوئیں۔ حضرت ذبیح اللہ نے جرہم والوں کے بچوں کے ساتھ پرورش پاکر تیراندازی سیکھی اور انہی لوگوں کی زبان بولنی شروع کی۔ پھر انہی کے ہاں اپنی شادی کا پیغام دیا۔ اہل جرہم نے ایک عورت اپنے گھرانے کی ان سے بیاہ دی۔ یہ مضاض بن عمرو جرہمی کی بیٹی تھی۔ اس سے حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ نامور بیٹے تولد ہوئے جن میں قیدار اور بنت بھی تھے۔ مؤخرالذکر پہلوٹھا بیٹا تھا اور حضرت اسمٰعیل کے بعد ہی خانۂ خدا کا متولی ہوا۔ اسکے بعد اسکے نانا مضاض کو تولیت سپرد ہوئی۔

قوم جرہم کی تولیت کے عہد میں پہاڑی نالہ کا پانی حرم میں داخل ہوگیا جس سے عمارت خانہ کعبہ گر گئی۔ بنی جرہم نے حضرت ابراہیم کی بنیاد پر اسے تعمیر کیا۔

نواح مکہ میں ایک اور قوم عمالقہ آباد تھی جو پہلے بنی اسمٰعیل سے مغلوب ہو چکی تھی۔ مگر پھر انہوں نے بنی جرہم پر غلبہ پایا اور کعبہ کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ **عمالقہ** پر پھر بنو اسمٰعیل کو غلبہ ہوگیا۔ ان کی پشت سے ایک شخص قصی بن کلاب نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑدادا (ہاشم) کے دادا تھے کعبہ کی تجدید کی اور کھجور اور بیری کی لکڑی سے اسے مسقف کیا۔ بنائے ابراہیمی چھت۔ کواڑ اور چوکھٹ بازو سے مستغنی تھی۔ یہ تعمیر حضور علیہ السلام سے قریباً دوسو سال پہلے ہوئی۔ آپؐ کا سن شریف چودہ برس کا تھا کہ سیل عرم سے کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں۔ قریش کو اسکی تعمیر کی فکر ہوئی مگر لوگ

خانہ کعبہ کو بوجہ عظمت ڈہانے سے ڈرتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک رومی عیسائی تاجر کا جہاز بندرگاہ شعیب (جدہ) کے قریب ٹکرا کر ٹوٹ گیا جسے قریش نے خرید لیا اور مصالحہ مکہ کو لے آئے۔ سامان تو میسر ہو گیا مگر کسی کو جرأت انہدام نہ ہوتی تھی۔ آخر حضرت خالد کے والد ولید بن مغیرہ نے جی کڑا کیا اور کہا کہ میں ڈھانا شروع کرتا ہوں۔ بڈھا تو ہوں ہی اگر مر گیا تو بلا سے۔ چنانچہ اس نے دیوار پر چڑھکر ڈھانا شروع کر دیا۔ تا آنکہ بنیاد حضرت ابراہیم تک پہنچ گیا جہاں سے عمارت شروع کی گئی۔ آئے دن کے سیلاب سے بچنے کے لئے کرسی چار درعہ اور ایک بالشت بلند کر دی اور دروازہ بھی اسی بلندی پر نصب کیا تاکہ سیلاب عرم داخل کعبہ نہ ہو سکے۔ جب حجر اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو تنازعہ شروع ہو گیا۔ ہر ایک قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسی کی قسمت ہو ابوالیہ بن مغیرہ نے اس جھگڑے کو اس تجویز سے چکا دیا کہ جو شخص صبح سب سے پہلے داخل حرم ہو وہی اسے نصب کرے۔ حضور علیہ السلام جو تعمیر کعبہ میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے سب سے پہلے تشریف لائے سب نے آنکا خیر مقدم کیا اور خوش ہو کر امین! امین!! پکار اُٹھے (قریش حضور علیہ السلام کو بوجہ آپ کی دیانتداری کے امین کہکر پکارا کرتے تھے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قبائل کو حجر اسود نصب کرنے کی سعادت سے بہرہ اندوز کرنیکے لئے ایک چادر بچھا کر اسکے وسط میں حجر اسود کو رکھدیا اور ہر قبیلہ کے سردار کو بلا کر ایک کونہ پکڑایا اور اُٹھا کر خانہ کعبہ کے پاس لے آنیکا حکم دیا اور خود اُٹھا کر اُسے دیوار میں جڑ دیا۔ اور اسطرح خدا نے بچپن ہی میں حضور علیہ السلام کو سیادت و قیادت قبائل قریش عطا فرما دی بمنہٖ و کرمہٖ۔

حضرت معاویہؓ کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تو واقعہ کربلا کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسکی بیعت سے انکار کر دیا۔ اور حجاز۔ یمن۔ خراسان اور عراق میں اپنا تسلط جما لیا۔ حصین بن نمیر آپ پر ۶۴ھ میں حملہ آور ہوا اور آپ شکست کھا

حرم میں محصور ہو گئے۔ مقابل میں کوہ ابوقبیس پر منجنیق لگا دیگئی جس سے حصور ین پر سنگ باری ہونے لگی۔ دیواروں کو سخت نقصان پہنچا۔ ابن زبیرؓ کے ساتھیوں میں سے ایک کے ہاتھوں آگ کی چنگاری اتفاقیہ اڑ کر خانہ کعبہ کے پردوں میں جا لگی اور سارا مکان نذر آتش ہو گیا۔ حالت محاصرہ ہی میں یزید کے مرنے کی خبر آئی اور حملہ آور واپس چلے گئے۔ حضرت عبداللہؓ نے خانۂ کعبہ کو از سر نو بنیاد ابراہیم پر بر بنائے قول حضور علیہ السلام کہ لَوْ كَانَ لَنَا سَعَةٌ لَبَنَيْتُهُ عَلٰى أُسُسِ إِبْرَاهِيمَ وَلَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ شَرْقِيًّا وَغَرْبِيًّا یعنی اگر ہمیں مقدرت ہوتی تو میں حضرت ابراہیمؑ کی بنیاد پر بناتا۔ اور اسکے دو دروازے شرقی اور غربی بناتا تعمیر شروع کی نیو کھودتے کھودتے مقام حطیم کے قریب حضرت ابراہیم کی رکھی ہوئی بنیاد نظر پڑی وہاں سے کام شروع کیا اور مطابق حدیث نبوی ایک دروازہ مشرق کیطرف لوگوں کے داخل ہونے کے لئے اور ایک مغرب کیطرف نکلنے کے لئے بنایا۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیرؓ کو کھنڈرات میں سے سبز رنگ کی پٹریاں ملیں جو ایک قبر پر لگی ہوئی تھیں۔ عبداللہ بن صفوان نے فرمایا کہ یہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر اطہر ہے۔ آپ نے اسکو وہیں کا وہیں رہنے دیا۔ پس عمارت تیار ہو گئی۔

عبدالملک بن مروان جب خلیفہ ہوا تو اس نے بسرکردگی حجاج بن یوسف حضرت عبداللہ کے مقابلہ کو فوج روانہ کی۔ آپ پھر حرم میں محصور ہو گئے سنگ منجنیق سے بار دیگر دیوارہائے کعبہ کو نقصان پہنچا۔ ابن زبیرؓ بھی باہر نکلکر اور داد شجاعت دیکر ۷۳ھ میں جان بحق تسلیم ہوئے۔ اسکے بعد حجاج نے بحکم خلیفہ عبدالملک انہی بنیادوں پر جن پر کہ موجودگی حضور علیہ السلام عمارت ہوئی تھی کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور یہ عمارت آجتک موجود ہے۔ اسکے بعد ۹۶۰ھ میں سلطان سلیمان نے صرف خانہ کعبہ کی چھت بدلوا دی۔ سلطان احمد نے ۱۰۲۱ھ میں جو تغیر کیا وہ سنگ رخام کی ایک لوح پر جو شاذروان میں صحن کے دائیں جانب لگائی گئی ہے ان الفاظ میں کندہ ہے۔ امر بعمارة سقف البيت الشريف

و تجدید میزاب الرحمۃ و تقویۃ جدار بیت اللہ الحرام السلطان احمد فی شہر محرم سنۃ ۱۰۲۱ھ " یعنی خانہ کعبہ کی چھت کی تعمیر۔ میزاب رحمت کی تجدید اور بیت اللہ الحرام کی دیوار کے مضبوط کرنیکا حکم سلطان احمد نے محرم ۱۰۲۱ھ میں دیا۔" اس سے اٹھارہ سال بعد ایک سخت سیلاب آیا جو دیوار ہائے خانہ کعبہ پر دو میٹر کی بلندی میں چڑھ گیا جس سے اسکی مغربی مشرقی اور شمالی دیواریں منہدم ہو گئیں۔ جنکو سلطان مراد چہارم نے دوبارہ تعمیر کرایا۔ بعد ازاں جو تعمیرات ہوئیں وہ اس قابل نہیں کہ ان کا ذکر کیا جائے۔

کعبہ کی بنائے ابراہیمؑ اور موجودہ بنا میں فرق

مندرجہ ذیل پیمائشوں سے دونوں کا فرق ظاہر ہے:۔

	رکن حجر اسود سے رکن عراقی تک	رکن عراقی سے شامی تک	رکن شامی سے یمنی تک	رکن یمنی سے حجر اسود تک
بنائے ابراہیم	۳۲ گز	۲۲ گز	۳۱ گز	۲۰ گز
بنائے موجودہ	۲۵ گز	۲۴ گز	۲۲ گز	۲۱ گز

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنا کردہ خانہ کعبہ شمالاً جنوباً بڑا تھا اور بلندی اسکی موجودہ بلندی (۲۷ گز) کا تیسرا حصہ تھی۔ چوڑائی میں موجودہ بیت اللہ زیادہ ہے۔ بات یہ ہے کہ شمال کی طرف جو جگہ حطیم تک اب خالی پڑی ہے وہ پہلے خانہ کعبہ میں شامل تھی۔ قریش نے از سر نو تعمیر کے وقت اسے باہر کر دیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکو جوں کا توں رہنے دیا حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اسکو بنائے ابراہیمی پر تعمیر کیا۔ مگر خلیفہ عبد الملک نے پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی بنا کردہ بنیادوں پر بحال کر دیا۔

حضرت ابراہیمؑ کے بنا کردہ کعبہ کا دروازہ زمین کی سطح کے ساتھ لگا ہوا بے کواڑ تھا۔ مگر موجودہ درِ کعبہ بہت بلند رکھا گیا ہے تاکہ سیلاب سے حفاظت میں رہے۔

تزئین کعبہ

حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے خسر مضاض بن عمرو کے عہد سے پہلے کے دو سونے کے ہرن خانہ کعبہ کی نذر تھے جنکو مضاض نے خوفِ تلف سے چاہِ زمزم میں چھپا دیا تھا۔ یہاں سے برآمد ہوکر یہ اِدھر اُدھر متداول رہے حتیٰ کہ ساسان بن بابک نے اُنہیں عبدالمطلب کے حوالے کردیا جنہوں نے پھر انہیں کعبہ میں رکھدیا۔ عبدالملک بن مروان کا عہد مسلمانوں کے لئے بڑی خوشحالی کا عہد تھا۔ پہلے پہل اسی نے بیت اللہ اور میزاب رحمت پر سونا لگوایا۔ جب اسکا بیٹا ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے اپنے والی مکہ خالد بن عبداللہ کو چھتیس ہزار دینار بھیجے تاکہ وہ باب کعبہ، میزاب اور ستونوں پر سونے کے پترے لگائے۔ اس غرض کے لئے خلیفہ امین بن ہارون الرشید نے بھی اپنے عامل مکہ سلم الحجاج کو اٹھارہ ہزار دینار روانہ کئے اس زر سے پتروں کے علاوہ طلائی میخوں اور حلقۂ در وغیرہ کا بابِ کعبہ پر اضافہ ہوا۔ جب متوکل کا دور آیا تو اس نے اسحٰق زرگر کو سونا بھیجا تاکہ وہ گوشہ ہائے بیت اللہ کو سونے کے بنا دے۔ در بیت اللہ کی نچلی چوکھٹ جو ساج کی تھی کرم خوردہ ہوگئی تھی اُسے بدل ڈالا گیا اور نئی پر چاندی کے پترے چڑھا دئے گئے۔ علاوہ ازیں مقام ابراہیم کو چاندی سے محلّٰی کیا گیا۔ خلیفہ مقتدر کی ماں نے بھی بیت اللہ کے ستونوں کو نت اسے ہیں سونے سے منڈھوایا۔ اسی طرح خلیفہ مہدی وزیر جمال بن علی الجواد۔ ملک مظفر غسانی صاحب یمنی۔ ملک مجاہد نبیرۂ ملک مظفر اور ملک ناصر صاحب مصر نے تزئین کعبہ میں ہزاروں درہم و دینار صرف کئے خلفا کا یہ بھی معمول رہا ہے کہ جو نادر اور بے بہا اشیاء انہیں دستیاب ہوتیں وہ انہیں خانۂ کعبہ کی نذر کر دیتے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدائن کسریٰ کی فتح سے دو قیمتی ہلال پہنچے جو کعبہ میں لٹکا دئے گئے۔ اوّل عباسی خلیفہ سفاح نے زمرد کی ایک بیش بہا رکابی کعبہ کے اندر آویزاں کرادی

مامون الرشید نے طلائی زنجیر لگا کر ایک بیش قیمت یاقوت روئے کعبہ آویزاں کرایا۔ اسی طرح خلیفہ متوکل نے ایک شمسہ یعنی سنہری کلس جو درِ فاخرہ اور یاقوت و زمرد سے جڑا ہوا تھا زنجیر طلائی کے ساتھ بروئے کعبہ لٹکایا۔ خلیفہ معتصم نے ہزار مثقال سونے سے بنا ہوا قفل باب کعبہ کے لئے ہدیہ کیا۔ سندھ کے بادشاہ نے جب وہ ۲۵۹ھ میں مسلمان ہوا ایک سونے کا طوق جو جواہر و یاقوت سے مرصع تھا دیگر بیشمار نفائس کے ساتھ بوساطت معتمد خلیفہ عباسی خانہ کعبہ کی نذر کیا۔ اسی طرح شاہانِ اسلام سونے کی قندیلیں وغیرہ بیت اللہ شریف کے لئے روانہ کرتے رہے یہ تمام بیش بہا چیزیں اسوقت تک زینت کعبہ بنی رہیں جبتک کہ خدام کعبہ مصئون از احتیاج رہے۔ مگر جونہی انکو حوائج و دفع فتنہ وجہاد وغیرہ کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑی وہ انکو صرف میں لے آئے۔

ہر زمانہ میں سلاطین و امراء اسلام قیمتی ہدایا خانہ کعبہ کی نذر کرتے رہے اور اسی طرح اشقیاء کی ایک جماعت انکی طرف دست تطاول دراز کرتی رہی۔ ان ظالموں نے بیت اللہ کی جن اشیاء کو غارت کیا انکی جگہ مخیر امراء و سلاطین دوسری چیزیں بھیجدیتے رہے۔ ان میں سلطان ناصر قلادون سلطان سلیمان قانونی اور سلطان مراد رابع خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

لطیفہ۔ ایک دفعہ ایک شیخ پکڑے گئے۔ انکی آستین میں قندیل کعبہ کے سونے کا ٹکڑا تھا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپنے یہ کیوں اُڑایا تو آپنے جواب دیا کہ میں حاجتمند تھا میرے کام آتا۔ کعبہ کو اسکا ہونا کچھ نفع اور نہ ہونا ضرر نہیں دیتا۔

حاسدانِ کعبہ کی ناکامی

کعبہ ہمیشہ سے مرجع انام چلا آتا ہے۔ کئی دفعہ حاسدوں نے اسکی عظمت کو مٹا کر خلائق کا رخ اپنے قائم کردہ کعبہ کی طرف پھیرنے کی کوشش کی مگر

ہمیشہ ناکام و نامراد رہے ۔ چنانچہ

۱ ۔ اوس و خزرج کی جنگ سے فارغ ہوکر تبع بن حسان یہودی نے جو سلاطین حمیر میں سے تھا کعبہ کے انہدام کا ارادہ کیا مگر اسکے ساتھیوں میں سے یہود احبار ہی نے اسکو اس ارادہ سے روک دیا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو نہ صرف تمہیں ناکامی ہوگی بلکہ بالکل مٹ جاؤ گے ۔ اس سے اُس پر ہیبت چھا گئی وہ خانۂ کعبہ میں عقیدت سے حاضر ہوا اور اس پر غلاف چڑھا کر اپنے ملک کو واپس لوٹا

۲ ۔ قبیلۂ غطفان نے ہجرت سے پیشتر پہلی صدی میں حرم مکہ کی طرح ایک حرم اس غرض سے بنایا کہ اہل عرب کا رُخ اسکی طرف پھیر دیا جائے ۔ جب زہیر بن حباب کو جو اس وقت عرب کا بادشاہ تھا اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے قسم کھائی کہ میں جیتے جی غطفانیوں کو انکے ارادہ بد میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گا چنانچہ اس نے عرب کو دشمنانِ کعبہ کے خلاف یہ کہکر مجتمع کرلیا کہ ہمارا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہوگا کہ ہم دشمنوں کو انکے مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیں ۔ چنانچہ تمام عرب نے اسکی صدا پر لبیک کہا ۔ بڑی سخت جنگ ہوئی جس میں غطفانیوں کو ہزیمت ہی نہیں ہوئی بلکہ اُنکا مصنوعی حرم بھی مٹا دیا گیا ۔

۳ ۔ حمیر کے بادشاہ ذی یزن نے نجران کے عیسائیوں پر حملہ کرکے فتح پائی حبش والے بھی عیسائی تھے اُنہوں نے اس سے بدلہ لینا چاہا ۔ چنانچہ ہجرت سے پہلے ساٹھویں سال حبشہ کی فوج یمن میں داخل ہوئی اور ذی یزن پر دھاوا بول دیا نتیجہ یہ ہوا کہ حبشی فتحیاب ہوگئے ۔ اسکے بعد ابرہۃ الاشرم بادشاہ ہوا اس نے صنعا میں ایک کلیسا اس غرض سے تعمیر کرایا کہ عربوں کو حج کے لئے ادہر بلائے اور مکہ سے ہٹائے ۔ مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا اور لوگ بدستور بیت اللہ کی زیارت کو جاتے رہے ۔ یہ دیکھکر اُسے سخت غصہ آیا اور اس نے مصمم ارادہ کرلیا کہ کعبہ کو گرا دیا جائے تاکہ زائرین مجبوراً اسکے بنا کردہ کعبہ کا رُخ کریں ۔ اس غرض کے لئے اس نے ایک بہت بڑی فوج جسکی تعداد ابن الزبعری نے ساٹھ ہزار سے

ہنجاو زبنائی ہے تیار کی جس میں بہت سے ہاتھی بھی تھے اور مکہ کا رخ کیا۔ طائف پہنچکر اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ حجازیوں کے جتنے اونٹ پاؤ پکڑ لاؤ۔ ان میں حضور علیہ السلام کے دادا عبدالمطلب کے بھی دوسو اونٹ تھے۔ آپ ابرہہ کے پاس پہنچے اور اپنے مویشیوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا یہ تم کو خبر نہیں کہ میں تمہارے باپ دادا کے قبلہ کو منہدم کرنے آیا ہوں تمہیں اسکی تو فکر نہ ہوئی اور اونٹوں کی واگزاری کے لئے میرے پاس دوڑے آئے! عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میں صرف اونٹوں کا مالک ہوں۔ کعبہ کا مالک دوسرا ہے، وہ اسکی حفاظت کریگا۔ الغرض اونٹ واپس لے کر وہ مکہ آئے اور وہاں کے رہنے والوں کو اسکی اطلاع کی۔

ابرہہ بڑھتا آیا۔ جب مزدلفہ کے پاس پہنچا تو ابابیلوں کی خدائی فوج فضائے آسمانی پر لشکر اعدا پر نمودار ہوئی اور لگی سنگریزوں کی بارش کرنے۔ ان چھوٹے چھوٹے کنکروں نے ان عظیم الجثہ ہاتھیوں کو بھی ہلاک کر دیا جو بادشاہ کی گاڑی کھینچ رہے تھے ان میں سے ایک ہاتھی باب الجرول کے پاس جہاں محل مصری قیام کرتا ہے گرا اور مر گیا۔ وہاں پر بطور یادگار ایک قبہ بنا یا گیا تھا جسے شریف عون الرفیق نے منہدم کرا دیا۔

الغرض دشمنانِ کعبہ بہت بری طرح ہلاک ہوئے۔ ان میں سے خدا نے صرف چند لوگوں کو اسلئے بچا لیا کہ وہ واپس جا کر اپنے نامراد ساتھیوں کی حسرتناک موت کی خبر دیں۔ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کی ولادت کے سال کا ہے اور اسقدر مہتم بالشان ہے کہ سنہ ہجری سے پہلے عرب اسی عام الفیل سے اپنے سال گنا کرتے تھے قرآن مجید میں اس واقعہ کی منظر ایک علیحدہ سورۃ ہے، جو سورۃ الفیل کے نام سے موسوم ہے۔ (اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ الخ۔

۴۔ ابو طاہر قرمطی نے جو مقتدر عباسی کے عہد میں عراق میں نمودار ہوا۔

اور جو اپنے آپ کو محمد بن حنفیہ بن علی کرم اللہ وجہہ کے سنجیہ میں سے بتاتا تھا
اس نے ہجر میں ایک مکان بنایا جسکا نام دار الہجرت رکھا۔ اور حج کو اسکی
طرف منتقل کرنا چاہا۔ حج کے راستے روکدئے۔ لوگ پھر بھی بچ چھپکر مکہ مکرمہ
پہنچے۔ اسپر وہ ۳۱۷ھ میں ایک فوج گراں لیکر مکہ معظمہ پہنچا۔ اور حاجیوں کا
قتل عام شروع کر دیا۔ چنانچہ تیس ہزار کو شہید کر دیا۔ نہ طواف کرنیوالوں کو
چھوڑا۔ نہ رکوع کرنے والوں کو نہ سجود کرنے والوں کو۔ نہ انکو جو اعتکاف
میں بیٹھے تھے۔ خزائن بیت اللہ کو لوٹا۔ قبۂ زمزم کو منہدم کیا اور حجر اسود کو
(جسے وہ مرجع انام خیال کرتا تھا) لیکر اپنے ملک کو واپس آیا۔ مگر بایں ہمہ
لوگوں کے دل کعبہ مکرمہ سے نہ پھرے۔ لوگ حجر اسود کی بجائے اُس مقام سے
برکت حاصل کرتے تھے۔ جہاں وہ نصب تھا۔ ابو طاہر قہر الٰہی سے ہلاک
ہوا۔ اسکے جانشین شنبر بن الحسین القرمطی اور اسکی جماعت نے دیکھا کہ انکی
یہ کارروائی حج کو اُنکے دار الہجرت کیطرف منتقل نہیں کر سکتی لہذا شنبر حجر اسود کو
(اس حال میں کہ اسکے گرد چاندی کا ایک چوکھٹا اُن ٹکڑوں کو محفوظ کرنیکے
لئے لگا ہوا تھا جو اسکے اکھیڑنے کے وقت علیحدہ ہو گئے تھے) لیکر مکہ معظمہ
حاضر ہوا اور اسکو اسی جگہ اور اس حالت میں نصب کر دیا جس میں کہ
وہ ابتک ہے۔

ناظرین! آپنے دیکھ لیا کہ خدا تعالےٰ نے کسطرح اپنے گھر کو دشمنوں
کی دستبرد سے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے اور اُن لوگوں کو ہمیشہ نامرادی کا منہ دیکھنا
پڑا ہے جو خانہ کعبہ کی عظمت مٹانے کے درپے ہوئے ہیں۔

قریش کی عبادت مکہ میں

ہم کسی اور جگہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور انکے بیٹے حضرت
اسمٰعیل علی نبینا وعلیہما السلام نے بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کی اور اس کے

پاس اپنی اولاد کو بسایا۔ کعبہ کی برکت اور کشش دور دور سے لوگوں کو آباد ہونے کے لئے کھینچ لائی۔ ان سب میں اولاد اسمٰعیل کی سیادت بوجہ تولیت کعبہ مسلم رہی۔ کچھ عرصہ حضرت ابراہیم کے سسرال خاندان جرہم اور نیز قبیلہ خزاعہ والے بھی اسکے متولی رہے مگر پھر قصی بن کلاب نے آبائی حق حاصل کیا۔

سب سے پہلے جس شخص نے اس خاندان کو قریش کے نام سے موسوم کیا وہ اولاد اسمٰعیلؑ میں سے فہر نامی بزرگ تھے۔ عرب والے عموماً بڑے بڑے شہزور جانوروں کے نام پر اپنے قبیلوں کے نام رکھا کرتے ہیں جیسا کہ قبیلہ اسد نضیرہ۔ قریش ایک بڑی مچھلی کا نام ہے جو اور مچھلیوں کو کھا جاتی ہے۔ اسلئے فہر نے اپنے خاندان کو قریش کے نام سے نامزد کیا۔

فہر کی اولاد میں قصی بن کلاب بڑا نمایاں کار شخص گزرا ہے۔ اس نے قریش کے مشورہ سے زائرین حرم کی مہمان نوازی کے لئے سقایہ (حاجیوں کو آب زمزم پلانے) اور رفادۃ (کھلانے پلانے) کا انتظام کیا اور ایام حج میں مشعر حرام (چراغ جلانے) کی رسم ایجاد کی قصی کے جود و سخا سے اس خاندان کی شہرت و وقار کو چار چاند لگ گئے۔ اور بعض مورخین کا بیان ہے کہ قریش کا لقب انہی کو بوجہ انکی بزرگی کے ملا۔ یا اس وجہ سے کہ انہوں نے خاندان کو جمع کر کے کعبہ کے آس پاس آباد کیا (تقریش کے معنے جمع کرنے کے ہیں)۔ اسی نسبت سے انہیں مجمع بھی کہتے ہیں۔

قصی کے بعد حرم کے تمام مناصب حسب وصیت پدر انکے بڑے بیٹے عبدالدار کو تفویض ہوئے مگر وہ ناقابل ثابت ہوا۔ اور یہ منصب عظیمہ باتفاق خاندان قصی کے پوتے ہاشم بن عبد مناف کے سپرد ہوا۔

ہاشم بڑے باصولت اور باافر بزرگ تھے۔ انہوں نے سقایہ و رفادۃ کے کام کو نہایت خیر و خوبی سے سرانجام دیا۔ اصل میں انکا نام مغیرہ تھا۔ ہاشم اس وجہ سے پڑا کہ انہوں نے سخت قحط کے دنوں میں بھوکوں کو شوربہ میں روٹیاں چور کر کے

کہلاتیں۔ (عربی زبان میں چورا کرنے کو ہشم کہتے ہیں جسکا اسم فاعل ہاشم ہے)۔
ہاشم کا اثر ورسوخ سلاطین پر بھی قایم تھا۔چنانچہ قیصر روم اور نجاشی شاہ حبش
نے فرمان لکھدئے تھے کہ جو قریش کا مال تجارت ان کے ملکوں میں آئے اسپر
محصول نہ لیا جائے۔بلکہ جب قیصر کے پایہ تخت انگورہ (انقرہ) میں قریش کا
قافلہ جاتا تھا تو قیصر نہایت تپاک سے اسکا خیر مقدم کرتا تھا۔دیگر قبائل عرب
پر بھی ہاشم کا رعب تھا۔اسی درجہ سے قریش کے کاروان لوٹ مار سے محفوظ
رہتے تھے۔ہاشم کے بعد عبدالمطلب جانشین ہوئے جنھوں نے مدت سے اٹکر
گم شدہ چاہ زمزم کا پتہ لگا کر کھدوایا اور مکہ میں یادگار اسمٰعیل کو پیدا کرکے
عقیدتمند محتاجوں کو سیراب کیا۔
عبدالمطلب کے بعد انکے پوتے کو خدا نے عرب ہی کی نہیں بلکہ کونین
کی سیادت عطا فرمائی اور اس سید العرب والعجم کے طفیل قریش کے سامنے
سلاطین عالم کی گردنیں جھک گئیں۔اور انہوں نے طوعاً وکرہاً اپنی سلطنتیں
قریش کے سپرد کرکے اظہار غلامی کیا۔چنانچہ جب کوئی تاریخ کا مطالعہ کرے گا
تو اُسے معلوم ہوگا کہ صدیق اکبر۔فاروق اعظم۔سلاطین بنوامیہ وبنی عباس
جنکے شرف واعتلا کا اقرار سارے جہان نے کیا قریشی ہی تھے۔اُسوقت سے
ابتک مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کی خدمت کی وجہ سے حق مخدومی قریش
ہی کو حاصل رہا ہے۔جسے اب نجدی غصب کرنا ہی نہیں بلکہ حقدار
خاندان کو مٹا دینا چاہتا ہے۔خاندان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
سے دشمنی اُسے شیخ نجد سے وراثتاً ملی ہے۔مگر انشاء اللہ تعالے یہ
پُرشرف ومجد خاندان برابر قایم رہے گا۔اور اس کو مٹانے والا
خود ہی مٹ جائے گا۔

قریش کی الفت سفر

اَلسَّفَرُ وَسِیۡلَۃُ الظَّفَرِ۔ مشہور صحیح قول ہے۔ قریش کے دلوں میں اللہ تعالےٰ نے سفر کی محبت ڈال دی تھی تاکہ وہ تجارت کے لئے سفر کریں اور خوشحالی اور فارغ البالی سے زندگی کے دن کاٹیں اور اسکے عوض شکر الٰہی بجا لائیں اسی حقیقت کو خداوند تعالےٰ نے سورۂ القریش میں بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو (لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ الخ)

قریش سردیوں میں یمن کو اور گرمیوں میں شام اور ایشیائے کوچک تک تجارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے اور ملک حبش کو بھی جایا کرتے تھے۔ ہاشم نے اپنے رسوخ سے کام لیکر ان ملکوں کے بادشاہوں سے احکام معافی محصول حاصل کرلئے تھے۔ اور اس طرح انکا مال بے روک پہنچتا اور فروخت ہوتا تھا۔

مکہ ایک وادی غیر ذی ذرع میں واقع ہے وہاں کچھ پیدا نہیں ہوتا اسلئے وہاں کے سکان کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قبل نبوت چند بار سفر کیا وہ تجارت ہی کے سلسلہ میں کیا اور اسی ذریعہ سے آپ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضہ نے نکاح کیا۔

قریش نے جہاں بزور شمشیر ملکوں کو فتح کیا وہاں اسلام کی نشر و اشاعت تجار کے ذریعہ سے ہوئی۔ انکی پاکیزہ زندگی اسلام کی خوشگوار تعلیم کا نقشہ پیش کرتی تھی جسے دیکھکر لوگ خود بخود حلقہ بگوش دین ہدا ہوتے جاتے تھے پس یہ الفت سفر ہی تھی جس نے قریش کو عروج اقبال کی مسند پر متمکن کیا مسیحا نے اپنے بیغمبر نامہ منظومہ ۱۳۰۵ھ میں برکات سفر کیا ہی اچھی طرح بیان کی ہیں ؎

فزاید سفر مرد را تاب و آب	جہانگیر گشت از سفر آفتاب
سپہر از سفر شد چناں سربلند	زمیں از سکوں ماند پست و نژند

ز شغلِ سفر گر گرفتے ملال — ہمے بدر کامل نگشتے ہلال
لطافت فزاید سفر آب را — کند قیمتی گوہرِ ناب را
سفر آدمی را کند پختہ کار — کہ بازِ نشستہ نگیرد شکار
بر آزادگاں از سفر عار نیست — بر آبِ رواں کارِ زنگار نیست
اگر باد گیرد بیک جا قرار — نگیرد گل و لالہ را در کنار
برفتن تواں آب از جوئے برد — کمربست چوگاں ازاں گوئے برد
سفر مژدۂ گنج آرد برنج — بجز رنج بردن نیابند گنج
مبارک سفر کرد موسیٰ بطور — کہ معمور گشت از تجلی نور
وطن مر ورا نیک زنداں بود — کہ در کان خود گوہر ارزاں بود
چو پیدا کند از سفر دستگاہ — زند از شرف تکیہ بر تاجِ شاہ
سفر کرد ادریس رضواں سرشت — بود زندہ جاوید ازاں در بہشت
سفر کرد خضرِ فرشتہ صفات — کہ در تیرگی یافت آبِ حیات
بناچار حبِ وطن را گذاشت — کہ گل در چمن خار ہمسایہ داشت
بکاں گرچہ لعلِ بدخشاں بود — نہ با سنگ با خاک یکساں بود
ز حرکت بود خیر و برکت زیاد — وگرنہ بود آدمی چوں جماد

ز حبِ وطن چند گویم سخن
بلائے عظیم است حبِ وطن

عرب میں ہنگامی بازار

عرب کے مختلف قبائل حج سے پہلے مختلف مقامات میں جمع ہوتے تھے۔ مثلاً شمالی عرب کے باشندے بدر اور مجنہ میں بمقام مرالظہران جو شمال مغرب کی طرف مکہ سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر ہے مجتمع ہوتے تھے جنوبی عرب کے باشندوں کا اجتماع ذی المجاز میں ہوتا تھا جو کہ عرفہ سے

جنوب مشرقی جانب ایک مرحلہ کی مسافت پر ہے اور مشرقی عرب کے رہنے والے عکاظہ پر قیام کرتے تھے جو قرن المنازل اور طائف کے درمیان مکہ سے دو مرحلہ پر ہے عام الفیل کے پندرہ برس بعد اہل عرب نے اسے ایک بازار بنا لیا۔ یہ بازار یکم ذوالقعدہ کو کھلتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس میں بعد از بعثت تشریف لیگئے اور تبلیغ اسلام کی۔ اسی جگہ آپ نے قیس بن ساعدہ سے ملاقات کی تھی۔ عکاظہ کا بازار سب سے بڑا اور بارونق بازار تھا۔ کیونکہ اسکے گرد بکثرت طاقتور عرب قبائل آباد تھے۔ اس جگہ جمع ہو کر وہ باہم خرید و فروخت اور اپنے نسب اور کارناموں کا فخریہ بیان کرتے تھے۔ یہیں شعراء کے قصائد کا مقابلہ ہوتا تھا۔ جن میں سے اول درجہ کے قصیدہ کو آب زر سے لکھکر خانہ کعبہ کے اندر آویزاں کیا جاتا تھا اسی لیئے انکو مذہبہ کہتے تھے۔ ان میں سبعہ معلقہ مشہور ہیں جو فصاحت و بلاغت میں اپنی نظیر آپ تھے مگر کلام الٰہی کے سامنے وہ ماند پڑ گئے اور اُتار دیئے گئے۔

بازار عکاظہ ۱۲۹ھ تک قائم رہا۔ اسکے بعد عرفہ اور مکہ کے بازاروں کو کافی سمجھکر اسکو بند کر دیا گیا۔

مکہ معظمہ میں نزول قرآن

حضور علیہ السلام پر عمر شریف کے چالیسویں سال قرآن مجید نازل ہوا جسکا سلسلہ مکہ میں ہجرت تک قائم رہا۔ حضور جبتک بلد الامین میں مقیم رہے مسلمانوں کو تسلط حاصل نہیں ہوا۔ اور وہ وقت ترغیب و ترہیب میں گزرا؛ اسلئے اللہ پاک کیطرف سے حسب ضرورت موقع ایسی آیات نازل فرمائیں جن میں مومنین کو وعدۂ نعمائے اُخروی دیا گیا ہے اور کفار و مشرکین کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ مکی سورتوں میں وعظ و نصیحت توحید اور عقائد کی تعلیم ہے۔

مکی سورتوں میں قافیہ کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے اور قافیئے بھی چھوٹے چھوٹے

استعمال ہوئے ہیں اور آیتیں اور سورتیں بھی چھوٹی ہیں۔ ان فصاحت وبلاغت کی جان آیات اور سورتوں ہی کا اثر تھا کہ جو لاثانی قصائد سبع معلقہ کعبہ میں آویزاں تھے وہ بلغاؤ فصحاء عرب نے قرآن مجید کا لوہا مان کر خود ہی اتار دیئے۔

جب مدینہ میں مسلمانوں کی جمعیت اور تسلط قائم ہوگیا تو احکام وقوانین کی ضرورت اور اعمال وعبادات کی تعیین ضروری ہوئی اور دعوت وتبلیغ کے ساتھ جہاد کی ضرورت بھی داعی ہوئی تو اسکے متعلق احکام کا نزول ہوا۔

کونسا اسلامی گھر ہے جس میں قرآن شریف کی ایک دو جلدیں موجود نہ ہوں اسلئے مکی ومدنی سورتوں کی فہرست درج کرنا تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ ہر سورۃ کے شروع پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے یا مدنی۔

طواف۔ عمرہ اور حج کا بیان

جزیرہ کامران (جو عدن کے بعد آتا ہے) اور جدہ کے درمیان دوسو پندرہ میل فاصلہ طے کرنے پر یلیلم پہاڑی (جو جہاز پر سے نظر نہیں آتی) کے محاذ میں جب جہاز پہنچتا ہے تو کپتان کے اطلاع دینے پر کہ: حاجیو! تمہارا میقات آپہنچا۔ حجاج احرام[1] باندھ لیتے ہیں۔ اسکے بعد اندازاً تیس گھنٹے میں بعد از قطع مسافت دوسو تینتیس (۲۳۳) میل جہاز جدہ پہنچ جاتا ہے جہاں سے مکہ مکرمہ دو منزل ہے۔ راہ میں حدیدہ یا حدہ پر مقام کرتے ہیں۔ جدہ کیطرف سے حد حرم نو میل ہے۔ یہاں سے اکثر حاجی اونٹ سواری سے اتر کر پیادہ ہو جاتے ہیں۔ مکہ معظمہ پہنچکر پہلا کام طواف کرنا ہوتا ہے۔ اسکے لئے مقام ابراہیم کے

[1] احرام نام ہے دو سفید پاکیزہ چادروں کا۔ ایک بطور تہمد استعمال کرنیکے لئے اور دوسری بالائی حصہ بدن ڈھانکنے کے لئے۔ محرم کو سر ہمیشہ ننگا رکھنا چاہیے۔ عورت کا احرام صرف سر پر رومال بندھا ہے تاکہ کوئی بال نہ ٹوٹے ورنہ قربانی دینی پڑتی ہے۔ چونکہ بحالت احرام حجامت وغیرہ منع ہے اسلئے احرام باندھنے سے پہلے حجامت کرانا اور خوشبو وسرمہ لگانا ضروری ہے ۱۲۔

متصل باب السلام سے داخل ہوکر حجرِ اسود کے سامنے خانہ کعبہ کیطرف منہ کر کے نیت طواف کرتے ہیں۔ طواف حجرِ اسود سے شروع ہوتا ہے اور وہیں سات شوط پورے کر کے ختم کرتے ہیں۔ دوران طواف میں چند شوط گردن بلند کئے اکڑ کر ذرا تیزی سے چلنا ہوتا ہے۔ طواف پورا کرنے کے بعد ملتزم کے سامنے کھڑے ہوکر دعا مانگی جاتی ہے۔ اس سے فارغ ہوکر دو رکعت نماز واجب الطواف مقام ابراہیم کے پاس استادہ ہوکر ادا کرتے ہیں بعد از انفراغ درِ خانہ کعبہ کے سامنے ہوکر دعا مانگی جاتی ہے۔ پھر زمزمی سے لیکر آب زمزم نوش کرتے ہیں۔ اسکے بعد باب الصفا کی راہ سے مسجد الحرام سے نکلکر سعی صفا و مروہ کرتے ہیں۔ ساتواں پھیرا مروہ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان دو سبز میل لگے ہیں۔ یہ فاصلہ ویسے ہی اکڑ کر طے کرنا ہوتا ہے جیسا کہ طواف کعبہ کے وقت۔ عورتیں دونوں جگہ اسطرح تیز چلنے سے مستثنیٰ ہیں۔ طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ کو عمرہ کہتے ہیں۔ جن لوگوں نے احرام صرف عمرہ کی نیت سے باندھا ہوتا ہے وہ اس سے فارغ ہوکر بعد از حجامت اپنی قیامگاہ پر آکر احرام کھول دیتے ہیں۔ مگر جن حاجیوں نے احرام قران یعنی عمرہ اور حج دونوں کی نیت سے ایک ہی احرام باندھا ہو وہ بدستور محرم رہتے ہیں۔

۸ ذوالحجہ کو قبل از زوال حاجی مکہ سے بحالتِ احرام منیٰ میں پہنچ جاتے ہیں جو قریباً تین میل کے فاصلہ پر جانب مشرق ہے۔ یہاں ایک خاصہ لمبا بازار ہے جو صرف حج کے دنوں ہی میں لگتا ہے اور ہر قسم کی ضروریات دستیاب ہو سکتی ہیں۔ مکان کرایہ پر مل جاتے ہیں مگر عام طور پر حاجی میدان منیٰ میں خیمے یا سائبان لگا کر رہتے ہیں۔ اس جگہ کی وسیع مسجد خیف میں ظہر، عصر، مغرب عشاء اور ۹ ذوالحجہ کی نماز صبح ادا کی جاتی ہے۔ پھر وہاں سے عرفات کو چلتے ہیں جو قریباً چھ میل آگے ہے۔ یہاں زوال آفتاب سے پہلے پہنچنا ہوتا ہے۔ اس وقت سے لیکر غروب آفتاب تک عرفات میں قیام (وقوف) کا نام حج ہے۔

ظہر اور عصر کا فرض دوگانہ جمع کر کے مسجد نمرہ واقع عرفات میں جو مسجد خیف سے بھی وسیع تر ہے امام کی اقتدار میں جو سلطان یا نائب سلطان ہو پڑھ لیتے ہیں ظہر ادا کرتے ہیں۔ اگر یہ نماز با جماعت میسر نہ ہو تو پھر علیحدہ علیحدہ ظہر و عصر ادا کرنا ہوتی ہے یہیں جبل عرفات اور جبل رحمت ہے جہاں حضور رحمۃ للعالمین علیہ الصلوۃ والسلام نے حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ کو خطبہ بلیغہ ارشاد فرمایا تھا حضور کی سنت خطبہ کو پورا کرنیکے لئے اسی جگہ سلطان روم کیطرف سے خطیب توپوں کی سلامی میں آتا جسکا خطبہ لاکھوں مسلمان چار بجے کے بعد اسکے گرد و پیش جمع ہو کر شام تک سنتے اور اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ الخ کے نعرے بلند کرتے تھے۔ مگر نجدیوں نے اس سنت کو ترک کر دیا ہے اور ان کے عہد حکومت میں نہ حج ۱۳۴۴ھ میں خطبہ پڑھا گیا نہ ۱۳۴۵ھ میں۔

عرفات سے شام کے قریب روانہ ہو کر مزدلفہ پہنچتے ہیں جو مکہ کی طرف تین میل ہے یہاں مسجد مشعر الحرام ہے۔ اسی جگہ نہم اور دہم ذوالحجہ کی درمیانی رات بسر کرتے ہیں اور رات بھر ذکر الہٰی میں مشغول رہتے ہیں۔ دہم ذوالحجہ کو فجر کی نماز مشعر الحرام میں ادا کر کے منیٰ کو آتے ہیں جو مزدلفہ سے اور تین میل جانب مکہ معظمہ ہے۔ یہاں چاشت کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ بازار منیٰ کے ایک کنارے پر تین جمرات ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر ہیں (۱) عقبہ (۲) وسطیٰ (۳) صغریٰ یہ تین برجیاں سی ہیں۔ قد آدم سے کچھ بلند جو اُن مقامات کا پتہ دیتی ہیں جہاں شیطان نے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی قربانی کے متعلق (۱) حضرت ابراہیم (۲) حضرت ہاجرہ اور (۳) حضرت اسمٰعیل کو ارشاد الہٰی کی بجا آوری سے روکنے کی ناکام کوشش کی تھی اور تینوں سے سنگریزوں کی مار کھائی تھی۔ لہٰذا اہل اسلام شیطان کو کنکر مارنے کیلئے مزدلفہ سے ۴۹ دانہ نخود کے برابر سنگریزے اُٹھا لیتے ہیں۔ جن میں سے سات قبل زوال دسویں تاریخ جمرہ عقبیٰ کو مارتے ہیں اور گیارھویں اور بارھویں تاریخ کو ہر روز بعد زوال ہر سہ کو سات سات کنکریوں سے سنگسار کرتے ہیں۔

شروع چھوٹے شیطان سے کرتے ہیں۔

جو حاجی پہنچ سکتے ہیں وہ دہم کو منیٰ سے مکہ معظمہ پہنچکر نماز عید الضحیٰ ادا کرتے ہیں اور پھر واپس آکر منیٰ میں قربانی کرتے ہیں اور جو ایسا نہیں کر سکتے وہ منیٰ ہی میں دو رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں۔ مسجد خیف میں نماز عید کی جماعت نہیں ہوتی۔ قربانی سے فارغ ہو کر سر کے بال کٹوا کر اور ناخن ترشوا کر احرام کھول دیتے ہیں۔ ۱۲ ذوالحجہ کو آخری رمی الجمرات (شیطان کو سنگسار) کر کے پچھلے پہر مکہ مکرمہ کی طرف واپس آجاتے ہیں۔ بعض تیرہویں کو قبل زوال۔ جن لوگوں نے نہ آٹھویں کو اور نہ ہی دسویں کو طواف حج اور سعی صفا و مروہ کی ہو وہ آج آکر اس فرض سے سبکدوش ہوتے ہیں۔

اسکے بعد حاجی قافلہ کی تیاری تک لازماً مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہتے ہیں اور ہر روز بیت اللہ کی زیارت اور طواف اور اسکے سامنے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنیکے ثواب جزیل سے بہرہ یاب ہوتے رہتے ہیں۔ سعی صفا و مروہ صرف حالت احرام میں کر سکتے ہیں اور طواف (سوائے طواف حج و عمرہ کے) اپنے معمولی لباس میں بھی جائز ہے۔

ثواب حج

ایک حدیث میں ہے کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اللہ عطا کرتا ہے جو وہ مانگیں۔ قبول کرتا ہے جو وہ دعا کریں۔ اور دیتا ہے بیشمار عوض اسکے جو وہ خرچ کریں۔

جس شخص نے حج کیا اور اپنی زبان کو غیبت اور کلام نامشروع سے محفوظ رکھا اور فسق و فجور سے باز رہا وہ گناہوں سے ایسا نکلا جیسا کہ شکم مادر سے۔ اگر ایک شخص حج کے لئے وصیت کرے تو تین حج کا ثواب تین اشخاص کو ملتا ہے (۱) وصیت نامہ لکھنے والے کو (۲) وصیت کرنے والے کو (۳) وصیت ادا کرنے والے کو۔

اگر کوئی شخص بغیر وصیت کے کسی کی طرف سے حج ادا کرے تو ایک حج اسکا ہوا جسکے لئے حج کیا گیا۔ اور ستر اسکے جس نے حج کیا۔

جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے اسکا ایک حج اور اسکے والدین کا بھی ایک حج لکھا جاتا ہے۔

میقات حرم

میقاتِ حرم اُن مقامات کا نام ہے جہاں سے باہر کے لوگ حرم میں بغیر احرام باندھے داخل نہیں ہو سکتے اور وہ یہ ہیں:۔

۱۔ **ذوالحلیفہ**۔ مدینہ سے آنیوالوں کے لیئے۔ یہ جگہ مدینہ سے جانب جنوب واقع ہے۔ فاصلہ پانچ میل ہے۔

۲۔ **جحفہ**۔ رابغ کے نزدیک ایک غیر آباد مقام ہے مکہ سے تین منزل پر۔ یہ مصر اور ممالک غربی کے باشندوں کا میقات ہے جو بحر احمر سے اُتر کر رابغ میں آتے ہیں

۳۔ **یلملم**۔ اسکو جبل سعدیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ گول پہاڑ سطح سمندر سے دو ہزار فٹ بلند ہے۔ کامران سے روانہ ہو کر جب اسکے محاذ میں پہنچتے ہیں تو کپتان جہاز کے بتانے پر عدن یمن۔ ہندوستان۔ جاوہ۔ چین الغرض کل ممالک شرقیہ کے حاجی احرام باندھ لیتے ہیں۔

۴۔ **قرن منازل**۔ مکہ معظمہ سے دو منزل کے فاصلہ پر طائف کے قریب جبل قرن کے اوپر ایک گاؤں ہے یہاں نجد سے آنیوالے حاجی احرام باندھتے ہیں۔

۵۔ **ذات العرق**۔ ایران اور عراق سے براہ بغداد و حائل درب زبیدہ سے آنے والوں کے لئے یہ میقات ہے۔

۶۔ **مقام تنعیم**۔ شمال و مغرب میں۔ حدیبیہ جدہ کی راہ میں۔ حسنیہ جانب جنوب مسجد نمرہ کے جانب مشرق۔ اہل مکہ کے میقات ہیں۔

(ماخوذ از سفر حرمین شریفین)

حدودِ حرم

اگرچہ تمام ممالک خدا ہی کا ہے مگر اس نے خاص طور پر کعبہ کو (بَیْتِیْ) اپنا
گھر قرار دیا ہے۔ ایک معمولی دنیوی بادشاہ کا جہاں محل ہو اسکے گرد کامل سکوت طاری
ہوتا ہے اور رعایا کا کوئی آدمی ایسی حرکت نہیں کر سکتا جس میں حریم شاہی کے وقار
میں فرق آئے۔ پس جہاں خدا کا گھر ہو وہاں بندوں کے لئے ادب و احترام نگاہ
رکھنا از بس ضروری تھا۔ اسلئے نہ صرف بیت اللہ کو بلکہ اسکے گرد کئی میل رقبہ کو حرم
قرار دیا گیا جہاں انسان تو انسان حیوان اور درخت بھی مامون اور مصون ہیں
چنانچہ قرآن مجید اس پر شاہد ہے اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ
النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ یعنی کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن والا بنایا حالانکہ اسکے
آس پاس کی بد امنی کا یہ حال ہے کہ لوگ اچک لئے جاتے ہیں اس حرمت والے
گھر کے امن ہونے کا ہی یہ اثر تھا کہ عرب ایام جاہلیت میں بھی اپنی خونخواری
اور غارت گری کو مسلسل تین مہینے ترک کر دیتے تھے تاکہ جو لوگ ذوالحجہ میں
حرم کو آئیں انکو ایک ماہ پیشتر (ذوالقعدہ) اور ایک مہینہ بعد (محرم) اپنے گھروں سے
آنے اور واپس جانےکے لئے ملجائے۔ اسلام نے بھی ان مہینوں کی حرمت کو
قائم رکھا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ
فِیْهِ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ كَبِیْرٌ اس مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا کی شان والے گھر
کی حرمت کے باعث اسکے حرم میں بسنے والے ہمیشہ قتل و غارت سے محفوظ
ہیں اور دوسروں کیلئے بھی اشہر الحرم (رجب۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ اور محرم) ہیں
[illegible] کعبہ کو بادشاہ کا وہ مقام سمجھو جہاں وہ تشریف فرما ہے۔ ایسی قریبی جگہ
[illegible] رعب و ہیبت والوں پر چھائی ہوتی ہے اس سے بدرجہا زیادہ
[illegible] اندر داخل ہونے سے دل جلال الٰہی سے لرزتا ہے۔ بیت اللہ کے
[illegible] پاس [illegible] میں ہے وہ شاہی محل کے ارد گرد کی جگہوں کی مثال ہے

جہاں پہنچکر آدمی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے پورے طور پر تیار ہو جاتا ہے اور اسکے جاہ و جلال سے متاثر ہو کر ملاقات کے کمرے کیطرف نہایت ادب سے قدم بڑھاتا ہے۔ اس سے باہر حرم کی حیثیت اس مقام کی ہے جس میں آدمی کسی بادشاہ کے شرف ملاقات کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے۔ پس ایسی جگہیں جنگ و جدل کا مقام نہیں ہو سکتیں۔ اسی لئے حرم کی حدود میں جدال و قتال حرام ہے۔

حرم کی حدود یہ ہیں۔ خانہ کعبہ سے شمال میں مشرق اور جنوب تینوں جانب ۱۵ کیلو میٹر (یعنی قریباً نو کوس) مغربی جانب ۵ کیلو میٹر (یعنی تین کوس) حرم کی جنوبی جانب کی حد پر ایک مقام ہے جسکو اضاۃ کہتے ہیں اور مغربی جانب سے ایک میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب قریہ حدیبیہ ہے جہاں بیعت الرضوان لی گئی تھی۔ اور مشرقی جانب سے طائف کے راستہ میں ایک جگہ ہے جسکو جعرانہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مقامات سے عمرہ ادا فرمایا ہے اس دائرے کے نیچے ایک اور دائرہ ہے جس سے نکلکر جو شخص مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ محرم ہو جاتا ہے اور اگرچہ وہ بذات خود حلال ہے یعنی اس پر احکام احرام جاری نہیں ہوتے تاہم وہ فنائے حرم میں محسوب ہوتا ہے۔ (رحلۃ الحج)

مقام ابراہیم

مقام ابراہیم۔ یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے اور جس نے حضرت خلیل اللہ کے نقش پا کو اپنے سینے پر نقش کر لیا ہے۔ اب ایک قبہ کے اندر رکھا ہے جو چار ستونوں پر قائم ہے۔ اور اسکے گرد ایک تین ۳ مربع مصورہ ہے جسکے ہر ضلع کا طول تقریباً ۳ء۶ میٹر (یعنی قریباً ۱۰ فٹ) ہے۔ اس پر زرتار تزئین کا ایک پردہ پڑا رہتا ہے جو ہر سال غلاف کعبہ کے ساتھ مصر سے بنکر آتا ہے۔

طواف ختم کرنے کے لئے دو رکعت نماز سنت طواف یا تو حجر اسمٰعیل میں یا مقام ابراہیم میں ادا کر کے طواف ختم کر دیا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں حکم ہے وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (پ ۱، ع ۱۵) ترجمہ "اور ابراہیم کے مقام (کھڑا ہونے کی جگہ) کو مصلےٰ (نماز پڑھنے کی جگہ) لازم پکڑو"۔

مسجد الحرام میں خانہ کعبہ کی دیوار شرقی کے سامنے وہ جگہ ہے جہاں کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ اپنے خلیل کے اس مقام کو خدا نے مسلمانوں کے لئے مصلےٰ قرار دیا۔ اور فرمایا کہ اس جگہ قیام و رکوع و سجود کیا کرو۔

سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود	بزمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود

واعظ شیریں بیان مولٰنا محمد یار صاحب بہاولپوری نے ماہ صفر و ربیع الاول ۱۳۴۵ھ میں لاہور میں قیام فرمایا اور اپنے مواعظ حسنہ سے قلوب مسلمین میں حُبِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نقشہ جما دیا۔ اس سال حاجیوں کی زبانی نجدیوں کے مظالم اور بے ادبیوں کی تصدیق ہو چکی تھی کہ اُنہوں نے اُس مقام (مولد النبیؐ) کو بھی گرا دیا جہاں حبیب رب العالمین نبی صلے اللہ علیہ وسلم ظہور فرمائے عالم ہوئے تھے۔ مولٰنا صاحب موصوف نجدیوں کی اس کمینہ حرکت پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ نجدیوں کو اتنا بھی نہ آیا کہ مقام ابراہیم تو سجدہ گاہ قرار پائے اور خدا کے اُس محبوب کا مقام ظہور جس کے طفیل کون و مکان خلق ہوئے اس بے دردی سے شہید کر دیا جائے۔ اگر نجدیوں کو قرآن پر عبور ہوتا اور انکو لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ پر نظر ہوتی جس میں اللہ نے اپنے حبیب کے قدموں سے شہر کی قسم کھائی ہے تو وہ مولد النبی کے انہدام کی جرات نہ کرتے۔

نجدیو! کلمہ پڑھا لینے کا ہی احسان گیا	اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی	دونوں عالم سے گیا جو اس سے مستغنی ہوا

صفا و مروہ

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ (پ ۲ ع ۳) **ترجمہ:** بے شک (کوہ) صفا اور (کوہ) مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان دونوں کے درمیان طواف کرنے میں کچھ گناہ نہیں (بلکہ موجب ثواب ہے) اور جو خوشدلی سے نیک کام کرے تو اللہ قدردان (اور اسکی نیت کو خوب) جانتا ہے۔

حضرت ہاجرہ نے اپنے بچے حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ پر سات چکر لگائے تھے۔ بچہ کو صفا پر چھوڑ کر مروہ تک گئیں کہ کہیں سے پانی ملے۔ مگر پھر خیال آیا کہ بچہ کو کوئی درندہ گزند نہ پہنچائے اسلئے پھر واپس لوٹیں اسی طرح آپ سات بار ادھر اُدھر گئیں۔ آخر بچہ کی ایڑیوں کی رگڑ سے آب زمزم کا چشمہ خدا نے پیدا کر دیا اور حضرت ہاجرہ اپنی مراد کو پہنچیں۔ حضرت ہاجرہ کی اس سعی کی یادگار قائم رکھنے کے لئے مسلمانوں کو حکم ہوا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سات بار چکر لگائیں اور اسطرح ۴۴۰ × ۷ = ۳۰۸۰ گز فاصلہ اسطرح طے کریں جس طرح والدۂ حضرت اسمٰعیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے طے کیا تھا۔ خاص اہل مدینہ نے اس رسم کو چھوڑ دیا تھا اور وہ صفا و مروہ کا طواف کرنے کی بجائے بت مناۃ کا طواف کرنے لگے تھے۔ چونکہ مقاصد حج میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگاروں کو قائم رکھا جائے۔ صفا و مروہ کا طواف بھی انہی کے عہد کی یادگار ہے اس بنا پر وہ آیت مبارکہ نازل ہوئی جسے ہم نے اس عنوان کے تحت نقل کیا ہے۔ افسوس ہے نجدیوں کی عقل پر کہ وہ شیخ نجدی کے غلاموں نے فخر خلیل اللہ و ذبیح اللہ یعنی حبیب اللہ علیہ السلام کی یادگاروں کو حرمین شریفین سے مٹا رہے ہیں۔

صفا اور مروہ کا درمیانی فاصلہ ۷۹۳ گز ہے۔ مقام صفا سے میل اخضر تک ۸۰ اسی گز وہاں سے میلین (دو سبز میلوں) تک ۷۵ گز۔ ان سے مقام مروہ تک ۶۹۵ گز۔ مندرجہ بالا ۷۵ گز کا فاصلہ سعی کرتے وقت ذرا تیز قدمی سے طے کرنا پڑتا ہے۔

ترکوں کے عہد میں حج کا نظارہ

حج کیا ہے؟ اُس مقام (عرفات) پر بعد زوال آفتاب تا مغرب قیام جہاں حضرت آدم وحوا علی نبینا وعلیہم السلام مدت کے فراق کے بعد ملے تھے۔ اسی ملاقات کی یادمیں تمام مستطیع مسلم اولادِ آدمؑ کو اس جگہ مل بیٹھنے کا حکم ہے۔ اور یہی انکا حج ہے۔ ترکوں کے عہد میں ان لوگوں کی ملاقات کی تقریب پر جو ایک ماں باپ (آدمؑ حواؑ) کی اولاد ہیں۔ ایک ملت (ابراہیمی) کے افراد ہیں۔ ایک امت محمدیہ) کے ارکان ہیں بہت اظہار خوشی کیا جاتا تھا۔

۹۔ ذوالحجہ کو جبکہ جبل عرفات پر اور اسکے ارد گرد لاکھوں امیر و غریب افراد اولادِ آدم ایک ہی لباس میں جمع ہوتے تھے ایک معمر سفید ریش بزرگ (قاضی مکہ) احرام باندھے ہوئے اونٹنی پر سوار نمودار ہوتا تھا۔ شامی، مصری، ترکی اور شریفی توپیں اس بلند آہنگی سے سلامی دیتی تھیں کہ دشت و جبل گونج اُٹھتے تھے۔ اس امام کو دیکھکر لوگ لَبَّیْكَ کے نعرے مارتے تھے۔ امام صاحب منبر کے قریب آکر کھڑے ہو جاتے تھے پیچھے ایک ناقہ سوار حبشی غلام سفید چھتری سے سایہ کئے ہوتا امام بڑی خوش الحانی اور فصیح البیانی سے خطبہ پڑھتا اور ہر پانچ منٹ کے بعد رومال ہلاتا جس پر چاروں طرف سے رومال اور دامن اچھلنے اور حجاج زور سے لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ پکارتے۔ چار بجے سے لیکر یہی پُر اثر سماں بندھا رہتا۔ مسلمان ذوق و شوق و وجد میں حمد و ثنا سے بار بتعالےٰ میں مشغول لبیک کے نعرے لگاتے ہوئے رحمت پروردگار کے امیدوار رہتے۔ اتنے میں محمل شامی و مصری کی آمد ہوتی۔ ایک طرف

بینڈ باجے کی سریلی آواز پہاڑوں میں ترنم پیدا کرتی تو دوسری جانب توپوں کی آواز پہاڑوں کو گونجا دیتیں۔ محملیں جبل رحمت کے قریب آ کھڑی ہوتیں۔ امام خطبہ ختم کر کے نہایت تضرع وزاری سے دعا مانگتے جس میں شریف۔ گورنر۔ رئیسا۔ امراء۔ نائب سلطان۔ نواب۔ غریب مسکین۔ فقیر۔ گدا سب شامل ہوتے۔ بعد اختتام حج مبارک کا آوازہ کوہ ودشت میں بلند ہوتا اور اظہار خوشی میں آتشبازی چھوٹتی۔ سلامی کی توپیں سر ہوتیں۔ افواج سلامی اتارتیں۔ مشعلیں روشن ہوتیں اور بعد غروب آفتاب تمام حجاج رخت سفر اٹھا کر مزدلفہ کو واپس آجاتے۔

لطیفہ۔ عزیزی ظفر حسین کا بیان ہے کہ وہ حرم میں بیٹھے تھے کہ نجدیوں کی عجیب حرکات (مثلاً نماز پڑھتے ہوئے مسواک کرنا۔ آگے سے گزرنے والوں کو ہاتھ سے ہٹانا۔ اِدھر اُدھر دیکھ لینا۔ اور زبان سے سیٹی بجا کر کسی گزرنے والے واقف کو کھڑا کرنا) ملاحظہ کر کے ایک لاہور میں مکین نجدی عقائد کے مولوی صاحب کو متوجہ کیا۔ آپ کو ماننا پڑا کہ یہ قوم بالکل جاہل ہے۔ پھر کہا کہ پہلے لوگ آتشبازی اور باجے سے منع کرتے۔ یہ جواب دیا کرتے تھے کہ اگر یہ امور ناجائز ہوتے تو مکہ میں کیوں ان کا ارتکاب ہوتا۔ اب جہال نجدیوں سے دلیل پکڑ کر شاید نماز میں بھی ایسی حرکات کثیرہ کرنے لگیں گے جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مولوی صاحب اطمینان رکھیں کہ نجدیوں کی تقلید کوئی پیرو مرشد والا نہیں کر سکتا کیونکہ ؎

سیھدیھم طریق الھالکینا	اذا کان الغراب دلیل قوم

خانۂ خدا سے خانۂ محبوب خدا کی طرف عشاق کی روانگی

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

حضرت صدیق اکبرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کو خدا زیادہ پیارا ہے یا اس کا محبوب فرمایا۔ محبوب خدا۔ کیونکہ ہم نے خدا کو آپ ہی کے وسیلے سے پایا ہے ؎

معنیٔ حرفم کنی تحقیق اگر — بنگری با دیدۂ صدیق اگر
قوتِ قلب و جگر گردد نبی — از خدا محبوب تر گردد نبی

(اقبال)

سوائے پیروانِ شیخ نجد کے اور کون مسلمان ہے جو مکۂ معظمہ جائے اور اسکا دل زیارتِ دیارِ حبیب کے لئے نہ تڑپتا ہو۔ محبوب کے گھر پہنچنے کے لئے راہ میں بنی کٹھن منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں مگر عشاق سب کو برداشت کرتے ہیں اور انکو ہر تکلیف راحت معلوم ہوتی ہے ؎

خوف کہتا ہے کہ یثرب کیطرف تنہا نہ چل — شوق کہتا ہے کہ تو مسلم ہے بیباکانہ چل
بے زیارت میں وطن اپنے کو پھر جاؤنگا کیا — عاشقوں کو روزِ محشر منہ نہ دکھلاؤنگا کیا
خوفِ جاں رکھتا نہیں کچھ دشت پیمائے حجاز — ہجرتِ مدفونِ یثرب میں یہی مخفی ہے راز

گو سلامت محملِ شامی کی ہمراہی میں ہے
عشق کی لذت مگر خطروں کی جانکاہی میں ہے
(اقبال)

منزلِ حبیب تک پہنچنے کے لئے دل کی بیتابی کا نقشہ حضرت مولنا جامی رح نے کیا ہی خوب کھینچا ہے۔ مسلمان پڑھیں۔ اگر سمجھ نہ آئے تو کسی فارسی دان سے ضرور سمجھیں ؎

محملِ رحلت بہ بند اے ساربان کز شوقِ یار — میکشد ہردم برویم قطرہ ہائے خوں قطار
زودتر آہنگِ کن کارزوئے او مرا — بردہ است از سینہ صبر از دیدہ خواب از دل قرار
قطعِ این وادی بترکِ اختیارِ خود توان — مے نہم در قبضۂ حکمت زمامِ اختیار
اشترِ مستم کہ بے خود میزدم در راہِ او — نیست در بینی مرا جز رشتۂ مہرش مہار
پائے کوباں ہیبہ شوقِ جمالِ او مرا — زیرِ پایم چوں حریر و گل بود خار او خار
ہر کسے بر ناقہ بہر تحفہ بارے نہد — بارِ من فاقہ است و من زیں تحفہ ہستم زیر بار
ہر نشانِ پا کہ میزند در ... بنش — مے نماید چہرۂ مقصود را آئینہ وار

محملِ اشتب و پشت بند جامی آغاز کن
بے زبانان را نوائے دیگر از نو ساز کن

لہ ہم نے ان اشعار کا مفہوم ... بردارش کر دیا ہے۔ ناجی

یکطرف بانگِ حُدی یک جانب آوازِ درائے
از گراں جانی بود آنرا کہ ماند دل بجائے

ناقہ چوں ذکرِ حبیب و منزلِ او بشنود
گرچہ باشد در گرانی کوہ گردد بادپائے

لیلی اندر حی چو گل بکشاد گوئی پیرہن
کز نسیمِ نجد مے آید شمیمِ جانفزائے

حال و وجدِ من فزود از بوے جاں افزائے نجد
سوئے نجد اے صبا بہرِ خدا راہے نمائے

منزلِ جانان و کانِ لطف و احسان است نجد
آب و خوش خاک و دلکش ہوایش دلکشائے

لالۂ صحرائے او بر چہرہ گُل داغ نہ
سبزۂ اطلال او بر جعد سنبل منکسائے

دایہ آں دارم کہ بینم نجد را ماوائے خویش
گر نیابم دایۂ خود وائے من صد بار وائے

نجد مے گویم و زاں قصدم زمینِ یثرب است
کافتاب جود و خورشید کرم را مغرب است

حبذا یثرب کہ تا یکدم کنم آنجا وطن
عمرہا ترکِ اقامت از وطن کردن تواں

مرغ جاں را آشیانِ اصلی است آنجائے خلد
رہنما ایں مرغ را روزے سوئے آں آشیاں

خوابگاہ حضرتِ نبی آمد کہ گر بودے بفرض
مرقدِ پاکش چو مہدِ عیسےٰ اندر آسماں

فرض بودے بر ہمہ بہرِ زیارت کردنش
صرف کردن عمر را در جستجوئے نردباں

مرقدِ او در زمیں پیدا ز بے حرماں کہ من
پا ز سر ناکردہ بنشینم ز طوفش یک زماں

کے بود یارب دل از فکرِ دو عالم کردہ صاف
گرد آں خرّم حرم گویم خروشاں در طواف

اسکے آگے جو سلام ہے وہ کتاب ہذا کے صفحہ ۱۲۸ پر ملاحظہ کریں ۔

۵۱ ۔ نجدی اس سے نہ پھولیں کہ مولنا جامی نے ان کے ملک کی تعریف کی ہے۔ اوّل تو نجد سے مراد جیسا کہ مولنا نے مقطع میں واضح کر دیا ہے یثرب ہے۔ دوسرا یہ کہ قرن شیطان اسوقت تک اس سرزمین سے ظاہر نہیں ہوا تھا۔ یہ بارہویں صدی ہجری میں نمودار ہوا اور مولنا جامی نویں صدی میں جلوہ گر تھے۔ نجد مجنون و لیلے کے عشق کے سبب سے مشہور رہا ہے اسلئے شعرا اسکا ذکر کرتے چلے آئے ہیں۔ خدا کی شان نجد جیسی عشق خیز زمین نجدیوں جیسی سنگدل قوم کا مولد و منشا بنی۔ سچ ہے۔ ”ہر جا کہ گل است خار است“ ۱۲

مولانا جامی کے اشعار کا مفہوم ۔ اے دیارِ محبوب تک پہنچانے والے ساربان سفر کی تیاری جلد کر۔ کیونکہ محبوب کی دید کے شوق میں میرا خونِ دل آنکھوں سے قطار باندھے بہہ رہا ہے۔ منزلِ مقصود کی راہ اختیار کرنے میں دیر نہ لگا۔ کیونکہ محبوب کے دیدار کی آرزو نے میرے سینہ سے صبر، آنکھوں سے خواب اور دل سے قرار کھو دیا ہے۔ میں نے جب سے اس وادی میں قدم رکھا ہے جو دیارِ محبوب کی راہ میں واقع ہے بے اختیار ہو گیا ہوں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ ناچار اے ساربان اپنے اختیار کی باگ تیرے قبضہ حکم میں دیتا ہوں کہ تو مجھے منزلِ جاناں تک پہنچا دے۔ میں تو ایک مست اونٹ کیطرح یار کی راہ میں بے خود چل رہا ہوں۔ میری ناک میں دلدار کی محبت کی مہار ہے۔ جس سے میں اسکیطرف کھچا جا رہا ہوں۔ اسکے جمال جہاں آرا کی دید کا شوق مجھے حالت رقص میں لیجا رہا ہے۔ اب اگر میرے پاؤں کے نیچے سخت پتھر آتا ہے تو مجھے ریشم کیطرح معلوم ہوتا ہے اور کانٹا پھول سا لگتا ہے۔ ہر شخص جو یار سے ملنے جاتا ہے ناقہ پر کوئی نہ کوئی تحفہ بار کر لیتا ہے اور میں فقر و فاقہ کے تحفہ سے لدا ہوا چلا جا رہا ہوں۔ محبوب کی راہ میں ناقہ کے ہر نشانِ پا سے مجھے چہرۂ مقصود صاف آئینہ دار دکھائی دیتا ہے۔ اے ساربان! محمل کی تیز روی میں فرق آگیا ہے۔ حدی شروع کر دے اور مجھ جیسے بے نواؤں کے لئے از سرِ نو نغمہ ریز ہو جا۔

لو سنو! ادھر حدی خوان نے حدی اور اُدھر اونٹوں کے تیز چلنے سے جرس نے نغمہ زنی شروع کر دی۔ اب انہی لوگوں کا دل قابو میں رہ سکتا ہے جو سنگدل ہوں۔ ہم تو انسان ہیں۔ ہم حدی خوانی سے کیوں متاثر نہ ہوں۔ ناقہ کا یہ حال ہے کہ جب اُسکے کان میں حبیب اور دیارِ حبیب کی آواز پڑتی ہے تو خواہ اس پر بوجھ کا پہاڑ پڑا ہو وہ ایسی سبک خرام ہو جاتی ہے کہ گویا اِسپر بوجھ ہے ہی نہیں۔ یہ جو نجدِ یثرب کیطرف سے روح پرور ہوا آرہی ہے۔ یہ پتہ دیتی ہے کہ لیلی یثرب (محبوب رب العالمین) نے مشتاقانِ دیدار کے لئے پھول کی طرح اپنا پیراہن کھول دیا ہے۔ یثرب کی روح افزا خوشبو نے میرے حال اور وجد کو ترقی دے دی ہے

اے صبا خدا کے لیئے جلد میری اُس طرف رہنمائی کر۔ یثرب وہ مقام ہے جو ہمارے محبوب کی منزل اور لطف واحسان کی کان ہے۔ جسکا پانی خوش ذائقہ۔ جسکی خاک دلکش اور جسکی ہوا دلکشا ہے۔ جسکے صحرا رکا دگل، لالہ گلاب کے پھول کے چہرے پر داغ رکھنے والا اور جسکے ٹیلوں کا سبزہ سنبل کے گھنگریلے بالوں پہ مشک ملنے والا ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ میں یثرب کو جائے پناہ بناؤں۔ اگر میں اس مقصد میں کامیاب نہ ہوا تو مجھ پر صد افسوس۔ میرا نجد یثرب ہے جو سخاوت کا مہر منیر اور خورشید کرم کا منتہٰی ہے۔

یثرب تو وہ دلکش جگہ ہے کہ اگر میں ایک دم وہاں مکین ہو جاؤں تو عمر بھر وطن کو جانے کا نام نہ لوں۔ الہٰی! یثرب تو ہماری جان کی قرار گاہ ہے۔ ہمیں جلد اُس منزل مقصود کیطرف لے چل۔ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آرامگاہ تو وہ قریب آ ہی گئی۔ اگر بالفرض حضور علیہ السلام کی خوابگاہ مہدِ عیسٰیؑ کیطرح آسمان میں ہوتی تو عشاق پر فرض ہو جاتا کہ وہ وہاں تک پہنچانے والی سیڑھی کی تلاش میں عمر گزار دیں۔ مگر ہماری خوش قسمتی ہے کہ مرقد پاک اِسی زمین پر ظاہر ہے۔ پس ہماری بڑی بدنصیبی ہوگی اگر ہم ایک گھڑی بھی اسکے طواف سے محروم بیٹھے رہیں۔ خدایا وہ وقت کب آئیگا جب ہم دونوں جہان کی فکر سے دل خالی کرکے حضور علیہ السلام کے فرحت بخش حرم کے گرد بڑے جوش وخروش سے سلام پڑھتے ہوں گے۔

حضور کے دادا عبد المطلب مدینے سے مکہ میں

حضور علیہ السلام کے والد ماجد کے دادا ہاشم ایک بار بغرض تجارت شام گئے راستے میں یثرب میں قیام کیا۔ اُن دنوں سالانہ بازار لگنے کے دن تھے۔ وہاں خاندان بنی نجار کی ایک خاتون کو دیکھا جسکے چہرے سے شرافت اور فراست کے آثار ہویدا تھے۔ اور ساتھ ہی وہ حسینہ اور جمیلہ بھی تھی۔ ہاشم نے شادی کا پیغام دیا جو منظور ہوا۔ چنانچہ شادی ہو گئی۔ اور وہ بعدِ فراغت شام کو چلے گئے۔ مگر بمقام

غزہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے پیچھے سلمیٰ کے بطن سے انکے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جسکا نام شیبہ رکھا گیا۔ اس نے آٹھ برس تک مدینہ ہی میں پرورش پائی۔ ہاشم کے بھائی مطلب کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ مدینہ پہنچکر اپنے سوتیلے بھائی کو ساتھ لے آئے اور مکہ مکرمہ میں لا کر انکی پرورش کی اور اپنی پرورش کرنیوالے کے نام پر عبدالمطلب موسوم ہوئے۔

حضور علیہ السلام کے والد ماجد پر سو اونٹ قربان

حضور علیہ السلام کے دادا عبدالمطلب جنہوں نے گم شدہ چاہ زمزم کو کھدوا کر پھر جاری کیا تھا) نے منت مانی تھی کہ جب خدا انکو دس بیٹے عطا کریگا اور وہ انکے سامنے جوان ہو جائینگے۔ تو ان میں سے ایک کو خدا کی راہ میں قربان کر دینگے۔ چنانچہ انکی یہ مراد برآئی۔ اور وہ اپنے دسوں بیٹوں کو لیکر کعبہ میں آئے اور وہاں کے مجاور سے کہا کہ قرعہ ڈالکر دیکھو کہ کس کا نام قربانی کے لئے برآمد ہوتا ہے۔ جب قرعہ ڈالا گیا تو نام عبداللہ کا نکلا۔ یہ انکو لیکر قربان کرنے چلے۔ عبداللہ کی بہنیں جو ساتھ تھیں رونے لگیں۔ اور کہا کہ ہمارے بھائی کے بدلے دس اونٹ قربانی کردو قربانی ہو جائے گی۔ عبدالمطلب نے کہا کہ یہ بات بھی قرعہ ڈالکر طے ہو سکتی ہے چنانچہ دس اونٹوں کے ساتھ قرعہ ڈالا گیا تو نام عبداللہ ہی کا نکلا۔ پھر دس اونٹ اور بڑھا کر قرعہ ڈالا تو بھی اونٹوں کے نام قرعہ نہ نکلا۔ عبدالمطلب برابر دس اونٹوں کا اضافہ کرتے رہے مگر قرعہ عبداللہ ہی کے نام نکلتا رہا۔ حتیٰ کہ سو اونٹ ایک طرف اور عبداللہ کو دوسری طرف رکھکر پھر قرعہ ڈالا۔ تو قرعہ اونٹوں پر پڑا۔ چنانچہ سو اونٹ سیدنا عبداللہ پر قربان کر کے انکو بچایا گیا۔ واقعی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے والد بزرگوار کا فدیہ دس۔ پچاس اونٹ نہیں ہو سکتا تھا۔ جسکی پشت سے نور محمدی کا ظہور ہونیوالا ہے اسکی ذات پر سو کیا لاکھوں جانیں بھی قربان ہوں جب بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔

مکہ میں اللہ کے نور کا ظہور

مکہ کو ولادت سے محمدؐ کی شرف ہے، اللہ کی عبادت میں بھی منہ اُسکی طرف ہے	نامی

جب شہر مکہ جس میں خدائے واحد کی عبادت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ تعمیر کیا تھا بتکدہ بن چکا اور توحید کا نام و نشان اس مقدس شہر کے بسنے والوں کے دلوں سے محو ہو چکا تو خدائے بزرگ و توانا کی غیرت جوش زن ہوئی اور اس نے کفار و مشرکین کے دلوں میں اپنی وحدانیت کا سکہ بٹھانے شرک و کفر کا نقش مٹانے کے لئے اپنے نور کو بشریت کا جامہ پہنا کر پشت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف اور پہلوئے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف سے جلوہ گر فرمایا۔ مگر پیشتر اسکے کہ آپ اپنے جمال جہاں آرا سے اُجالا کریں آپ کے والد ماجد جنکا خطاب ذبیح تھا مدینہ میں فوت ہو گئے کیا ہی خوب ادا کیا ہے میتحا مصنف پیغمبر نامہ نے اس مضمون کو سے

ز مادر نزادہ چو اویک پسر کہ نا دیدہ قربانِ او شد پدر

جیسا کہ شجرہ سے واضح ہو گا حضور علیہ السلام کے دادا کے دادا عبد مناف بن قصی اور والدہ کے دادا عبد مناف بن زہرہ ایک ہی دادا کلاب کے پوتے تھے جس دن حضور علیہ السلام کا نور ظہور ہوا وہ روز یکشنبہ ۱۲ ربیع الاول[۵۱] تمام عالم اسلام میں بطور عید میلاد النبی منایا جاتا ہے اور مسلمانوں کا بچہ بچہ اس سے واقف ہے کہ آج کے دن اللہ کے نور کا ظہور ہوا تھا۔

حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت اسی سال میں واقع ہوئی جس میں ابرہے نے

---

[۵۱] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "ماثبت بالسنہ" میں فرماتے ہیں کہ اکثر محدثین و ماہرین فن کے نزدیک ۱۲ ربیع الاول ہی متفقہ طور پر یوم ولادت سرور کائنات علیہ افضل التحیات صلعم ہے اس دن اہل مکہ مکان ولادت (مولد النبی صلعم) کی زیارت کرتے ہیں جسے اب نجدیوں نے گرا دیا ہے۔

کعبہ کو گرانے کے لیے چڑھائی کی تھی اور ابابیل کے سنگریزوں کی مار سے اپنے ہاتھیوں کے لشکر سمیت تباہ ہو گیا تھا۔ یہ سال ایران کے عادل بادشاہ کی سلطنت کا چالیسواں سال تھا۔

حضور علیہ السلام کے ظہور فرماتے ہی کفر و شرک کی بنیادیں ہل گئیں۔ فارس کے بادشاہ کسریٰ کے محل میں ایسا زلزلہ آیا کہ اسکے چودہ کنگرے گر پڑے۔ آتش فارس جو ہزار سال سے روشن اور پرستش کیجاتی تھی خود بخود بجھ گئی۔ اور چشمہ ساوہ جسکی مدت سے پرستش ہو رہی تھی خشک ہو گیا۔ یہود آپ کی ولادت کے منتظر تھے اور حضور کے ستارہ کا طلوع دیکھنے کے لیے چشم بفلک رہتے تھے کہ حضور کا ظہور ہو گیا۔ ایک یہودی ستارہ دان ان دنوں بغرض تجارت شہر مکہ میں مقیم تھا اس نے اس شب دیکھا کہ احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ستارہ نکل آیا۔ اس نے پوچھنا شروع کیا کہ آج کسکے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ عبدالمطلب کے بیٹے کے ہاں۔ وہ فوراً حضرت آمنہ کے در دولت پر حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی التجا کی دیدار کرتے ہی بیہوش ہو گیا اور کہنے لگا۔ "افسوس بنی اسرائیل[1] سے نبوت نکل گئی"۔

حضور علیہ السلام کا حلیہ مبارک

حضور علیہ السلام کا حلیہ مبارک کتب احادیث میں مفصل مذکور ہے۔ اور بہت سے بزرگان دین نے (مثلاً حضرت قلندر شاہ ہاشمی رح) نے اسکو نظم میں بھی بیان کر دیا ہے تاکہ محبوب خدا کی صورت پاک نقش دل ہو جائے۔

---

[1] حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کے دو بیٹے تھے حضرت اسحاق اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام، حضور علیہ السلام سے بیشتر جتنے پیغمبر بعد از حضرت اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب علیہم السلام مبعوث ہوئے وہ حضرت یعقوب (اسرائیل) کی نسل سے ہوئے جنکے اسماء مبارک قرآن مجید میں کو ہیں وہ یہ ہیں یوسف، ایوب، شعیب، موسیٰ، ہارون، یونس، داؤد، سلیمان، الیاس، یسع، زکریا، یحییٰ، ذوالکفل، عیسیٰ علی نبینا علیہم السلام حضرت اسمٰعیل کی نسل سے صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے جن پر نبوت ختم ہو گئی۔ ۱۲

اور اُس وقت قبر میں پہچان سکیں جب نکیرین سوال کریں کہ ما تقول فی ھذا الرجل؟

جو پوچھیں قبر میں صورت دکھا کر — تو میں کہہ دوں محمد ہیں یہ سرور
نبی جی رحمۃ للعالمین ہیں ۔ — رسول اللہ شفیع المذنبیں ہیں

ناقی

میں حلیۂ مبارک مختصراً قلمبند کرتا ہوں :-

قدِ مُبارک میانہ تھا۔ مگر معجزہ یہ تھا کہ دراز قامتوں میں کھڑے آپ سب سے اونچے دکھائی دیتے تھے ۔

رنگ مُبارک سفید و سرخ تھا ملاحت لئے ہوئے۔ **سر مبارک** بڑا تھا سیاہ نرم بالوں سے پُر جو قدرے گھونگر والے تھے۔ **جبین مبارک** فراخ اور روشن تھی **ابرو سے مبارک** باریک کماں صورت **چشمان مبارک** بڑی سفید کچھ سرخی لئے ہوئے **پتلیاں** خوب سیاہ قدرتی سرگین **مژگان مبارک** خوبصورت اور دراز۔ **رخسار مبارک** نرم پُر گوشت نہ پھولے ہوئے نہ دبے ہوئے **بینی مبارک** نورانی اور بلند **گوش مبارک** خوبصورت نہ بہت لمبے نہ بہت چھوٹے **دہن مبارک** بڑا تھا۔ لیکن اتنا فراخ نہ تھا کہ خوشنما معلوم نہ ہو۔ **لبہائے مبارک** بہت خوبصورت۔ **دندان مبارک** سفید و مجلی ایک دوسرے سے بیں ذرا کشادگی لئے ہوئے۔ **چہرۂ مبارک** نہ لمبا تھا نہ گول۔ ایسا نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا کہ چودھویں رات کا چاند مقابل ہو ماند پڑ جائے **گردن مبارک** بڑی صاف و شفاف **دوش مبارک** پُر گوشت و خوبصورت **دست مبارک** اور انگلیاں دراز **جوڑ** قوی و مضبوط **ہتھیلی** پُر گوشت کشادہ اور نرم **بغل** سفید و خوشبودار **سینہ** فراخ **شکم مبارک** صاف و شفاف و نرم سینہ و شکم برابر یکساں ہموار تھا **ساق مبارک** ہموار صاف اور گول **قدم مبارک** و **کف پا** پُر گوشت اور بیچ سے خالی پاؤں کی انگلیاں قوی اور خوشنما انگوٹھے کے پاس کی انگلی انگوٹھے سے بڑی تھی قصہ مختصر صانع حقیقی نے اپنے محبوب پاک کے جسم میں اپنی صنعت کاملہ کا کمال دکھایا ہوا تھا ۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم — کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است

حضور علیہ السلام کی رضاعت

متموّل گھرانوں میں آجکل بھی مائیں خود بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں بلکہ اُن کو دائیوں کے سپرد کر دیتی ہیں۔ جب حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی اُسوقت بھی مکہ میں دستور تھا کہ شہر کے مضافات سے دودھ پلانیوالی عورتیں آتیں شیر خوار بچوں کو ساتھ لیجاتیں اور مدت رضاعت پوری کر کے بچے واپس دے جاتیں اس خدمت کے عوض جو انعام و اکرام انہیں ملتا اس سے وہ بسراوقات کرتیں۔ کھلی آب و ہوا میں نشو و نما پانے سے بچے خوش صحت و توانا ہوتے اور خالص زبانِ عرب انکا روزمرہ بنجاتی۔

حضور علیہ السلام نے پیشتر اسکے کہ قبیلہ سعد کی دایہ کے گھر کو بابرکت بنائیں مندرجہ ذیل عورتوں کا دودھ پیا۔

(۱) اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا چھ یا سات روز۔

(۲) اپنے نانا کے بھائی کی بیٹی ہالہ بنت وہیب والدہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا۔

(۳) اپنے چچا ابولہب کی کنیز[1] ثوبیہ کا

(۴) خولہ بنت منذر کا۔ (۵) اُمِّ ایمن کا۔

(۶) قبیلہ سعد کی ایک عورت کا۔ (۷) عائلہ کا۔

اور جو سب کے بعد اس سعادتِ رضاعت سے بہرہ اندوز ہوئی وہ حضرت حلیمہ بنت ابی ذویب تھیں۔ یہ دولت دائی حلیمہ کے کسطرح ہاتھ آئی انہی کی زبانی سن لو فرماتی ہیں کہ ہم قحط سالی سے تنگ تھے۔ ہمنے سنا کہ عبدالمطلب کا گھر یتیم پوتے سے منور ہوا ہے۔ میرے ساتھ اور دائی عورتیں بھی بچوں کی تلاش میں مکہ آئیں اوروں نے تو اور بچے لے لئے اور اپنی بدقسمتی سے اس یتیم بچے کی طرف بوجہ معقول معاوضہ

---

[1] یہی وہ کنیز ہے جو حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری لیکر ابولہب کے پاس گئی تھی اور اس نے یہ خوشخبری سنکر اسے آزاد کر دیا تھا اتنے اظہار مسرت کے عوض حضور علیہ السلام کے روزِ ولادت ابولہب پر عذاب دوزخ کم ملکا سو جاتا ہے۔

نہ ملنے کے خیال سے توجہ نہ کی۔ مگر میری قسمت میں یہ دولت لکھی تھی۔ میں نے اسے قبول کر لیا۔ نہ میرے خود اتنا دودھ تھا کہ دونوں بچوں کو کفایت کرتا نہ میری اونٹنی زیادہ دودھ دیتی تھی۔ مگر حضور علیہ السلام کو گود میں لینا تھا کہ ہم سب سے عسرت دور ہو گئی۔ ہمارے جانور خوب دودھ دینے لگے۔ حضور میرے دائیں پستان سے دودھ پی کر سیر ہو جاتے اور بایاں میرے بیٹے اور اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیتے۔ اس عادت کے کبھی خلاف نہ کیا ۔

بنوشید بس شیر پستانِ راست
که از راستی طرف جیب را لخواست

جب مدتِ رضاعت پوری ہو چکی تو میں حضور کو لیکر آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ مگر جب واپس ہونے لگی تو جی بھر آیا اور دل نے گوارا نہ کیا کہ اس سراپا رحمت بچے کو چھوڑ کر تنہا جاؤں۔ لہذا آپ کی والدہ مکرمہ سے درخواست کی کہ چند دن اور اسے مجھے پاس رکھنے کی اجازت دیں یہ درخواست الحمد للہ قبول ہوئی اور میں شاداں و فرحاں اس نعمت کو ساتھ لیکر اپنے گھر واپس آئی۔ دو تین مہینے گزرے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ شق صدر پیش آیا جس سے میں ڈر گئی اور یہی مناسب سمجھا کہ اس امانت کو اسکی والدہ ماجدہ تک پہنچا کر سبکدوش ہو جاؤں۔ چنانچہ میں حضور کو مکہ شریف میں لے آئی۔

واقعۂ شق صدر

حضرت علیہ السلام کا تمام وجود مبارک معجزہ تھا جسکے ذکر سے کتب احادیث مالا مال ہیں۔ حضور علیہ السلام کی ولادت سے قبل اور وقتِ ولادت بیشمار معجزے ظہور پذیر ہوئے جن میں سے چند ایک ہم ذکر کر چکے ہیں جنکے دل میں روشنی نہیں اور جو خدا کو قانون قدرت کا پابند بتاتے ہیں وہ تو کسی معجزہ پر ایمان نہیں لائینگے اور کفار کی طرح کہہ دینگے کہ هٰذَا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ انکے لئے

نہ معجزہ شق صدر قابل اعتبار ہے نہ معجزہ شق قمر۔ ہاں اُن مسلمانوں کے لئے جو اللہ کو عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یقین کرتے ہیں۔ ہم یہ واقعہ بتا دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا شق صدر چار مرتبہ ہوا۔

(۱) ایک دفعہ حضرت حلیمہ کے ہاں جسکا مشاہدہ خود حلیمہ کے بیٹے نے کیا۔

(۲) جنگل میں جبکہ آپکا سن شریف دس برس کا تھا (۳) بوقت بعثت (۴) معراج کی رات قبل روانگی۔ صورت یہ ہوتی تھی کہ دو فرشتے سفید لباس پہنے آتے تھے اور آپ کو لٹا کر اور سینۂ مبارک کو کھول کر اس سے قلب مبارک نکال لیتے تھے۔ اسے ایک طشت میں دھوتے تھے جس میں کہ آب زمزم بھرا ہوتا تھا۔ اسطرح حضور کا دل شائبۂ کدورت سے صاف و پاک کر کے پھر اسے سینۂ بے کینہ میں اپنے مقام پر رکھدیا جاتا۔ ہمیں دہریہ بھائیوں کی عقل پر ہنسی آتی ہے کہ جب کسی ڈاکٹر کے متعلق سنتے ہیں کہ اس نے جسم چیر کر فلاں اندرونی عضو سے آلائش کو صاف کر دیا تو جھٹ ایمان لے آتے ہیں مگر یہ پڑھکر کہ حضور علیہ السلام سے جو خدائی طاقتوں کے مظہر تھے ایسے ایسے معجزے ظہور پذیر ہوئے تو فوراً انکار کر دینگے۔ اور کہدینگے کہ ایسا ہونا قانون قدرت کے خلاف ہے۔ گو آپنے تمام قانون قدرت کا احاطہ کر لیا ہے اور جو بات اُنکے دماغ میں نہ آئے وہ ہو ہی نہیں سکتی۔ چہ خوش۔

سفرِ مبارک

نبوت سے پہلے حضور علیہ السلام تین بار مکہ معظمہ سے تشریف لیگئے

۱۔ پہلی مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ اور زبیرؓ کے ساتھ آپنے یمن کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف بخشا۔

۲۔ دوسری دفعہ آپ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ملک شام کو تشریف لیگئے اس وقت حضور علیہ السلام کی عمر شریف دس سال کی تھی۔ جب قافلہ شہر بصرہ

میں پہنچا تو بحیرا راہب کی نظر حضور انور کے جمال فیض آثار پر پڑی۔ یہ مذاہب عیسوی کا ایک عالم اور درویش تھا اس نے آپ کے سامنے درختوں اور پتھروں کو سجدہ کرتے دیکھکر پہچان لیا کہ یہ شجر و حجر کا سربسجود ہونا آپ کے نبی ہونیکا نشان مخصوص ہے۔ اور آپ ہی وہ نبی اُمّی ہیں جنکی تورات و انجیل میں بشارت دیگئی ہے راہب مذکور نے یہ حقیقت آپ کے چچا کے سامنے آشکارا کردی اور عرض کیا کہ آپ انکو شام میں نہ لے جائیں مبادا کہ شام کے یہود ان کو ضرر پہنچائیں۔ چنانچہ ابو طالب آپ کو مکہ شریف واپس لے آئے۔

۳۔ تیسری بار آپ خاص ملک شام میں پہنچے۔ یہ سفر آپ نے حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ہمراہ بغرض تجارت کیا۔ آپ گرجا کے پاس قیام فرما تھے کہ ایک راہب نے یہ دیکھکر کہ دھوپ کے وقت آپ کے سر اقدس پر دو فرشتے سایہ کر رہے ہیں پہچان لیا کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ میسرہ بھی اثنائے سفر میں یہی مشاہدہ کرتا رہا یہ سفر آپ کے لئے بڑا کامیاب ہوا۔ اور آپ مال تجارت میں نفع حاصل کرکے واپس آئے۔

مکہ میں کن کن خوش نصیب بیبیوں کو ازواج النبی بننے کا فخر حاصل ہوا

حضرت خدیجہ جن کا سلسلۂ نسب حضور علیہ السلام کے جد اعلیٰ قصی کے ساتھ اس سلسلہ سے پہنچتا ہے کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی۔ آپ بڑی عقلمند اور باتدبیر خاتون تھیں۔ حضور علیہ السلام کے اوصاف جمیلہ۔ امانت و دیانت۔ اور علماء یہود و نصاریٰ کے آپ کی نسبت نبی موعود ہونے کے خیالات معلوم کرکے حضرت خدیجہ نے تحریک نکاح کی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی درخواست کو منظور فرمالیا۔ اور ابو طالب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں نکاح ہوگیا۔ ابو طالب نے خطبۂ نکاح میں کہا کہ ابن اخی محمد بن

عبداللہ لا یوزن برجل الارجح بہ وان کان فی المال قل فان المال ظل زائل وامر حائل۔ یعنی محمدؐ میرے بھائی عبداللہ کے بیٹے ہیں میں جس سے بھی مقابلہ کرتا ہوں انکو برتر پاتا ہوں۔ اگر ان کے پاس مال تھوڑا ہے تو اسکی کچھ پروا نہیں کیونکہ مال تو ایک ڈھلتی چھاؤں اور عارضی چیز ہے۔ اس وقت حضورؐ کی عمر پچیس ۲۵ برس کی تھی۔ اور حضرت خدیجہ آپ سے پندرہ برس بڑی یعنی چالیس سالہ بیوہ تھیں۔ حضرت خدیجہ کا پہلا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ تیمی سے ہوا تھا۔ جس سے آپ کے ہاں ایک لڑکا ہند نامی ہوا۔ ابو ہالہ کے انتقال کے بعد عتیق بن عائذ مخزومی سے شادی ہوئی ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اسکا نام بھی ہند تھا۔ اسی وجہ سے حضرت خدیجہؓ کی کنیت ام الہند تھی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے آپکے ہاں چار لڑکیاں۔ سیدات زینبؓ۔ رقیہؓ ام کلثومؓ اور فاطمہؓ۔ اور تین لڑکے سیدنا قاسم۔ طاہر و طیب مکہ میں پیدا ہوئے۔ لڑکے یہیں فوت ہو گئے اور لڑکیاں مدینہ منورہ جا کر واصل بحق ہوئیں۔ قبہ بنات النبیؐ جسکے اندر یہ صاحبزادیاں آسودہ تھیں نجدی ظالموں نے ڈھا دیا ہے اور صاحبزادوں کے مزارات کو بھی توڑ پھوڑ دیا ہے۔

حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ سے بھی حضور نے مکہ ہی میں ۱۰ نبوت میں بعد از وفات سیدہ خدیجہؓ نکاح کیا مگر عروسی کی رسم نکاح سے تین سال بعد مدینہ منورہ میں عمل میں آئی۔ پس آپ نو سال حضور علیہ السلام کی وفات تک حضور کی رفیقۂ حیات رہیں۔ تمام ازواج مطہرات میں صرف آپ ہی کنواری بیوی تھیں۔ آپ ہی کے حجرہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے زندگی کے آخری دن گذارے اور آپ اسی حجرہ میں ابتک آرام فرما ہیں۔ آپ ۵۸ھ میں بعمر (۶۶) چھیاسٹھ سال مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں۔ نجدیوں نے آپکے مزار کے قبہ کو بھی گرا دیا ہے۔ آپکے علم دین سے امت محمدیہ کو بڑا فائدہ پہنچا ہے۔

حضرت سودہ بنت زمعہ بھی مکہ ہی میں آپکے عقد میں آئیں ۱۰ نبوی میں

حضرت خدیجہ رضہ کے بعد آپ مکہ میں حضورؐ کی رفیقۂ حیات بنیں۔ آپ نے بھی حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ آپ کے پہلے خاوند سے عبد الرحمٰن بن سکران ایک بیٹا تھا جس نے معرکۂ جلولہ میں شہادت حاصل کی حضرت سودہ ۵۴ھ میں فوت ہو کر جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضورؐ کے وسیلہ سے طلب باران

انبیاء علیہم السلام پیدا ہی معصوم ہوتے ہیں ان سے ہمیشہ اچھے کاموں کا ظہور ہوتا ہے بُری باتیں اُن سے سرزد ہو ہی نہیں سکتیں۔ ان کے پاس بسنے والوں پر انکی پرہیزگاری کا اثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب وہ مبعوث بہ تبلیغ ہوتے ہیں تو سعید فطرت انسان اٰمنا و صدقنا کہہ دیتے ہیں۔

حضور علیہ السلام جسطرح تمام انبیاء سے افضل تھے اسی طرح بچپن ہی سے آپ کی دیانت امانت اور پرہیزگاری سب میں مسلّم تھی۔ اسی سبب سے آپ کو امین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اور قریش رفع مصیبت کے لئے آپ کو بدرگاہ قاضی الحاجات وسیلہ پکڑتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ مکہ میں قحط سے لوگوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہر ایک کی نگاہیں آسمان کیطرف اُٹھی ہوئی تھیں اور زبان پر یہ دعا تھی۔ ؎

بار اے باران رحمت بار لے ابر کرم تا بکے ایں تشنگی ام تا بکے ایں انتظار	(قلندر شاہ رح)

مگر بارش کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا تھا۔ قریش جمع ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور عرض کیا کہ رب الکعبہ ہی سے دعا کیجئے کہ اپنی مخلوقات کے حال پر رحم فرمائے۔ عزّیٰ و جبل نے ہماری کچھ دستگیری نہیں کی اور کعبہ میں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بت بھی مینہ برسانے سے قاصر رہے ہیں۔

ابو طالب نے سوچا کہ مکہ کی تمام آبادی فسق و فجور میں مبتلا ہے کس کا منہ ہے کہ مینہ کے لئے درگاہ الٰہی میں لب کشا ہو۔ اس مقصد کے لئے خدا کے کسی فرمانبردار

بندے کو تلاش کرنا چاہیے جسکے وسیلہ سے ربّ الکعبہ سے دعا مانگی جائے ایسا شخص سوائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کون ہو سکتا تھا پس ابوطالب کی نگاہ انتخاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی۔ چنانچہ آپ کو لیکر وہ کعبہ کے پاس آئے اور بدیں الفاظ دعا مانگی ؂

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ	ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

اے رب کعبہ ہم سب طرف سے مایوس ہو کر تیری درگاہ میں بارش کے لئے وسیلہ اس گورے رنگ والے کو لائے ہیں جو یتیموں کا ماویٰ اور بیواؤں کی پناہ ہے۔ ہم پر رحم کر اور باران رحمت نازل فرما۔"

ابھی یہ دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ مینہ شروع ہوا۔ اور اس زور سے برسا کہ ہر جگہ پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔

حربِ فجّار

عرب میں یوں تو جنگوں کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا تھا مگر جو لڑائی قبائل عرب میں حضور علیہ السلام کے عہد میں ہوئی وہ سب سے زیادہ مشہور اور خطرناک تھی۔ اسکو حرب فجار اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ لڑائی اُن مہینوں میں ہوئی جن میں لڑنا جائز نہ تھا۔ یعنی اشہر الحرم میں۔ اسلئے وہ ان لڑائیوں کو موجب ننگ و عار سمجھتے اور اس نام سے موسوم کرتے تھے۔ اس جنگ میں ایک طرف تو قریش کے تمام خاندان تھے اور دوسری طرف قبیلہ قیس کے لوگ قریش کی افواج کا علم حضورؐ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے ہاتھ میں تھا۔ بڑے معرکے کا رن پڑا پہلے قیس پھر قریش غالب آئے۔ مگر آخر میں صلح ہوگئی۔ اسی لڑائی میں قریش کا رئیس اور سپہ سالار اعظم حرب بن اُمیہ تھا یعنی حضرت معاویہ کا دادا۔ اس جنگ میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے برسر حق ہونے اور خاندان کے ننگ و ناموس کے تحفظ کے لئے شریک جنگ ہو گئے۔ مگر آپ نے عملاً لڑائی میں حصہ نہیں لیا کیونکہ یہ لڑائی اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے

نہ تھی۔ اور نیز اُن دنوں میں ہوئی تھی جبکہ لڑنا منع تھا۔

حَلفُ الفضول

حربُ الفجار میں صلح ہو جانیکے بعد اصلاح پسند طبائع نے عرب میں سے قتل وسفاکی کا سلسلہ بند کرنے کی تحریک کی۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کے دادا اور نانا اور دیگر خاندانوں کے لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور عہد کیا کہ آئندہ مظلوم کی حمایت کیا کرینگے اور کسی ظالم کو مکہ میں نہ رہنے دینگے۔ حضور علیہ السلام بھی اس معاہدہ میں شریک تھے اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجکو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دئے جاتے تو میں نہ بدلتا اور آج بھی ایسے معاہدہ کے لئے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں"۔

اس معاہدہ کا نام حلف الفضول اسلئے پڑا کہ اسکے مجوزین کے ناموں میں فضیلت کا مادہ داخل تھا۔ یعنی فضیل اور مفضل وغیرہ۔

تعمیر کعبہ میں حضور علیہ السّلام کا فیصلہ ناطق

حضور علیہ السلام کا سن شریف جب پینتیس برس کا ہوا تو قریش نے کعبہ کی عمارت کو از سر نو برپا کرنے کا عزم کیا۔ کیونکہ سابقہ تعمیر ایسی مضبوط نہ تھی جو سیلاب کا مقابلہ کر سکتی۔ خانہ کعبہ تمام قبائل کا معبد تھا اسلئے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہی اسکے بنانے کی سعادت حاصل کرے۔ کار تعمیر کا فیصلہ تو مختلف قبائل نے حصۂ دیوار تقسیم کر کے کر لیا۔ مگر دقت اُسوقت محسوس ہوئی جب حجر اسود نصب کرنے کی نوبت آئی۔ کوئی قبیلہ نہیں چاہتا تھا کہ اس متبرک پتھر کو اپنی جگہ پر لگانے کا شرف اُسے حاصل نہ ہو۔ جھگڑے نے طول کھینچا اور لڑائی تک نوبت آ پہنچی آخر ابوامیّہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ آدمی تھا فیصلہ کیا کہ کل صبح جو سب سے پہلے داخل حرم ہو اسکا فیصلہ ناطق سمجھا جائے۔ خدا کو کب گوارا تھا کہ

کہ تکمیل خانہ کعبہ اسکے پیارے حبیب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کے ہاتھوں سرانجام پائے۔ چنانچہ صبح جو سب سے پہلے وہاں پر جلوہ افروز ہوئے وہ حضور علیہ السلام ہی تھے۔ سب نے انہیں تشریف لاتے دیکھکر یہ نعرۂ مسرت بلند کیا کہ اَمین آگئے! اَمین آگئے!! یہ جو فیصلہ صادر فرمائیں ہم سب کو منظور ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ بھی ایسا کیا کہ سب خوش ہو گئے۔ آپ نے ایک چادر بچھائی اس پر اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو رکھا پھر فرمایا کہ چادر کو تمام قبائل کے لوگ ملکر اٹھائیں۔ سب بڑی خوشی سے اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ جب اسطرح سے پتھر اس جگہ پہنچا جہانکہ اُسے نصب ہونا تھا تو حضور نے پھر اسے اپنے متبرک ہاتھوں میں اٹھایا اور نصب کر دیا۔ سب قبائل خوش ہو گئے اور ایک بہت بڑی نزاع کا خاتمہ ہو گیا۔ ورنہ کئی لوگوں نے شرف نصب حاصل کرنے کے لیئے خون میں ہاتھ ڈبو کر جان دینے کی قسمیں کھالی تھیں۔

منصب رسالت پر سرفرازی اور دعوت الی الحق

خدا کے نبی اور رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام فطرتاً معصوم ہوتے ہیں اسلیئے یہ وصف عصمت سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بدرجۂ اتم موجود تھا۔ حضور علیہ السلام ابتدا ہی سے امین اور سراپا خیر مشہور تھے اور تمام خویش و بیگانہ آپ کی خوبیوں اور برکتوں کی وجہ سے آپ کی عزت کرتے تھے جب حضور چالیس برس کے ہوئے تو آپ بارگاہِ خداوندی سے منصب رسالت پر بتوسط جبریلؑ سرفراز فرمائے گئے۔

قریش کعبہ کی تولیت کی وجہ سے تمام عرب میں معزز و ممتاز سمجھے جاتے تھے اور ان کی مختلف شاخوں کے ارکان مجاوری اور کلید برداری کے عہدوں پر سرافراز تھے اور یہ تمام معززین کعبہ میں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے جب ان کے خودساختہ معبودوں کی بے حقیقتی

بیان کرنا شروع کی تو سب عمائدین قریش مخالف بن گئے۔ ان تمام عہدہ داروں میں صرف حضرت ابوبکرؓ جو دیات و مغارم یعنی خون بہا کے فیصلہ کرنے کے منصب پر فائز تھے بے چون و چرا اپنی سلیم الفطرتی کے طفیل روز اول ہی ایمان لے آئے۔[1] ان کی ہدایت متعدی ثابت ہوئی۔ اور حضرت عثمانؓ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ فاتح ایران اور حضرت طلحہؓ مشرف باسلام ہو گئے۔ رشد و ہدایت کے صلح رشتے سے متاثر ہو کر حضرت عمارؓ خبابؓ ابن الارتؓ ارقمؓ سعیدؓ بن زید عبداللہؓ بن مسعود عثمانؓ بن مظعون ابو فکیہؓ حضرت علیؓ زیدؓ بن ابوسفیان عبیدہؓ اور صہیبؓ رومی اور ابوذرؓ اسلام لے آئے۔

ان سابقون الاولون صحابہ کرام کو اپنے ہادی برحق کے ساتھ چھپکے چھپکے اپنے مالک حقیقی کے آگے سربسجود ہوتے تین سال گزر گئے کہ حضور علیہ السلام کو وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو خدا سے ڈرا) کا حکم نازل ہوا۔ آپ یہ حکم پا کر کوہ صفا پر چڑھے اور پکارا یا معشر قریش! یہ ندا سنکر سب جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر آ رہا ہے تو تمکو یقین آئیگا؟ سب نے کہا ہاں۔ کیونکہ تمہیں ہم نے ہمیشہ سچ بولتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تو میں کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔ یہ ایمان کی بات سنکر قریش جنمیں حضور علیہ السلام کا چچا ابولہب بھی تھا برہم ہوتے اور بڑبڑاتے ہوئے چل دیئے۔

جب آپ کے نام لیواؤں کی تعداد چالیس تک پہنچ چکی تو آپ حرم کعبہ میں تشریف لائے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا نعرہ مارا جسے سنکر تمام مشرکین آپ پر لوٹ پڑے آپکے ربیب (یعنی حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر سے بیٹے) حارث بن ابی ہالہ سینہ سپر ہوئے اور آپ پر نثار ہو کر اسلام کے شہید اول کہلائے

---

[1] سب سے اول کون ایمان لایا؟ اسکا نہایت برحق جواب حضرت امام اعظمؒ نے دیا ہے کہ مردوں میں حضرت صدیق اکبرؓ عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور لڑکوں میں حضرت علیؓ سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے ۱۲۔

اسکے بعد قریش حضور علیہ السلام کی ایذا رسانی پر اتر آئے اور آپ کو آزار پہنچانے کا کوئی طریقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ کی راہ میں کانٹے بچھانا۔ مشغولِ نماز دیکھکر جسمِ مطہر پر نجاست ڈالنا۔ گالیاں نکالنا۔ اور گلے میں چادر لپیٹ کر گرا دینا انکا معمول تھا۔ مگر آپ نے تمام تکلیفوں کو صبر سے برداشت کیا اور دعوت اسلام اور حق گوئی کو کبھی نہ چھوڑا۔

ربِ کعبہ کے پیارے سے ہی اُسکو پیار تھا

جبکہ مکہ میں قیامِ سیدِ ابرار تھا — آپ کا مونس نہ کوئی مثلِ یارِ غار تھا
حق کی تبلیغ آپ کی ہوگئے دشمن قریش — ہر جوان و پیر اپنا بد نہاد اغیار تھا
تھے نبی اور انکے صاحب منہ پہ کہتے صاف صاف — اُن کو کتمان و تقیہ باعثِ صد عار تھا
یار کو لیکر نبیؐ تبلیغ کی خاطر چلے — جبکہ کعبہ میں بڑا اک مجمعِ کفار تھا
سنکے وعظ اعدائے دیں آپے سے باہر ہوگئے — غیظ سے ہر سمت سے تن استادہ مثلِ خار تھا
لپکے نرغہ میں نبیؐ کو مارنے جسدم لگے — اُنکی ہر اک ضرب پر سینہ سپر وہ یار تھا
رُو و سر زخمی ہوا عاشق کا حملے روکتے — جان اپنی سے عزیز اسکو وہ احمدؐ یار تھا
سختیاں لاکھوں سہیں منہ سے مگر اُف تک کی — یار کے دل میں وہ عشقِ احمدِ مختار تھا
اس زد و کوب عدو نے کر دیا اسکو نڈھال — جسمِ زخمِ لالہ گوں سے رشکِ صد گلزار تھا
مار کر دانست اپنی میں ہٹے وہ اشقیا — حالتِ صدیقؓ سے قلبِ نبیؐ افگار تھا
ہوش جب آیا تو دیکھا سر بآغوشِ حبیب — مٹ گیا دکھ درد سب موجود جب دلدار تھا
حکمِ ہجرت جب ہوا بوبکرؓ ہی ہمراہ تھے — کوئی بھی بڑھکر نہ اُنسے محرمِ اسرار تھا
راہ چلتے پاؤں جب زخمی ہوئے محبوبؐ کے — دوش پر اسکو اُٹھا صادق چلا سے یار تھا
ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا فِی الْغَارِ جسکی شان ہے — وہ رفیقِ مصطفےٰ صدیقؓ یارِ غار تھا
جسکا تھا آزاد کردہ عاشقِ احمدؐ بلالؓ — جو یہودی کے ستم سے موردِ آزار تھا
تھا فدا اسلام پر صدیقؓ جان و مال سے — ربِ کعبہ کے پیارے سے ہی اسکو پیار تھا

۵؎ اِذْ قَالَ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ۔ اس میں رب العزت نے صدیق اکبرؓ کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب قرار دیا۔

کی محمدؐ سے وفا جس نے وہی نامی ہوا
فی مہمات الامور اسکا خدا حامی ہوا[1]

مکہ میں حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا مشرف باسلام ہونا

مسلمانوں کے لیئے ۶ھ نبوی بڑا مبارک سال کہنا چاہیے کہ اس میں قریش کے دو بڑے سفند بزرگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ایک حمزہ جو ہاشمی پہلوان اور حضور علیہ السلام کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ اور دوسرے خاندانِ عدی کے مایۂ ناز حضرت عمر بن الخطاب جنکو قریش میں سفارت و دفعِ منافرت کا عہدہ حاصل تھا۔ یعنی وہ قریش کیطرف سے سفیر ہو کر جایا کرتے تھے اور جب قبائل میں یہ فیصلہ کرنا ہوتا تھا کہ اشرف کون ہے تو اسکے تصفیہ کیلیے بھی جناب عمرؓ ہی مامور ہوا کرتے تھے۔ اول الذکر ابوجہل کو عداوت میں حد سے گزرا ہوا اور حضور علیہ السلام کو استقلال سے حق پر قائم دیکھکر مسلمان ہو گئے۔ اور مؤخر الذکر حضور علیہ السلام کے قتل کرنے کو گھر سے روانہ ہوئے مگر کلام حق سنکر اسلام کی حقانیت کے قائل ہو گئے اور وہی تلوار جو آپنے مشرکین کی حمایت میں کھینچ رکھی تھی اُنکے استیصال میں استعمال کی اور فاروق اعظم خطاب پایا۔ آپ کے مشرف باسلام ہونے سے جو زمین و آسمان پر خوشی کا سماں بندھا اسکو مصنف حملۂ حیدری بھی (جو ایک متعصب شیعہ ہے) نہیں چھپا سکا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے ؎

ببالید از بس زمیں شد گماں	کہ ہیر دل رود از سر آسماں
ز شادی بر قص اندر آمد سپہر	چو خورشید ہر ذرہ افروخت چہر
ہمی رفت جبریل بالائے سر	بفرقِ ہمایون بگسترده پر
ملائک چپ و راست در دور باش	شیاطیں ز ہیبت شدہ پاش پاش
جدا رِ حرم سر بعرش مجید	رسانید چوں گردِ موکب رسید

[1] حضرت صدیق اکبر کا شعر ہے ؎ اَنتَ شَافِی اَنتَ کَافِی فِی مُھِمَّاتِ الاُمُورِ۔ اَنتَ رَبِّی اَنتَ حَسبِی اَنتَ لِی نِعمَ الوَکِیل

مشرکینِ مکہ نے جب یہ حالت دیکھی تو ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھکر حضرت عمر رض سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ تم گئے تو تھے شکار کرنے مگر خود شکار ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اب ہم باہر نکل کر نماز پڑھنے چلے ہیں۔ کوئی مزاحم ہو کر دیکھے تو کون ہے کہ سر کٹ کر پاؤں میں گرتا ہے کہ نہیں یہ سنکر مخالفین کو ہمت نہ ہوئی کہ مزاحمت کرتے۔ پس رسول اور اصحابِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز باجماعت باطمینان ادا کی۔ اس مضمون کو حملۂ حیدری میں یوں ادا کیا گیا ہے۔ اَلْفَضْلُ مَا شَہِدَتْ بِہِ الْاَعْدَاءُ ؎

بنزدِ کسان کہ رفتی تو باز آمدی — بگیں رفتی و با نیاز آمدی
عمر کرد اسلام خود آشکار — پس آنگہ با و گفت اے نابکار
ہر آں کز شما جنبد از جائے خویش — بہ بیند سرِ خویش بر پائے خویش
ازاں حال کفار پس پا شدند — دلیرانِ دیں مسجد آرا شدند
بہ پیش اندر آمد رسولِ خدا — نمودند یاران با و اقتدا

مکہ سے حبش کو صحابۂ کرام کی ہجرت

مسلمان مکہ میں مشرکین کے ظلم و ستم کی آماجگاہ بنے رہے مگر انہوں نے تمام تکالیف کو صبر و استقلال سے سہا۔ انکے لئے سب سے بڑی تکلیف یہ تھی کہ وہ علانیہ آزادی سے فرائض مذہبی کو ادا نہیں کر سکتے تھے اسلئے انہوں نے حُبِّ وطن کو آزادئ مذہب پر قربان کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کی اجازت سے وہ ترکِ وطن کر کے ملک حبش پہنچے جہاں کا فرماں روا نجاشی عدل و انصاف میں مشہور تھا۔ وہ مذہباً عیسائی تھا مگر اسلام کی تعلیم کو سُنکر وہ اسکا گرویدہ ہو گیا اور مہاجرین کو علی الرغم المشرکینِ مکہ جو تعاقب میں وہاں پہنچے تھے پناہ دی۔ مہاجرینِ اولین چار عورتیں اور گیارہ مرد تھے۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان معہ زوجۂ خود حضرت

رقیہ بنت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر بن العوام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پھوپھی زاد بھائی ۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضہ حضرت عثمان بن مظعون رضہ اور عبداللہ بن مسعود رضہ وغیرہ تھے۔ یہ تمام ۵؁ سنہ نبوت میں حبش پہنچے ۔ بعدازاں انکی تعداد نراسی اور دوبارہ ہجرت پر سوتک پہنچگئی ۔ کچھ اصحاب تو اسوقت واپس آگئے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور جو باقی رہگئے انکو حضور علیہ السلام نے ۷؁ سنہ میں بلالیا ۔ مسلمانوں کی احسان شناسی قابل داد ہے کہ جب ان کو بخلافت حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور بعدازاں خدانے اتنی طاقت دی کہ وہ دنیا کو اپنا حلقہ بگوش بنالیں تو انہوں نے اس احسان کے معاوضہ میں جو نجاشی نے انپر انکے چند افراد کو پناہ دینے کی صورت میں کیا تھا حبش کا رخ نہ کیا اور اُسے بدستور آزاد رہنے دیا۔

شعب بنی ہاشم میں محصوری

مشرکین مکہ نے دیکھا کہ اسلام کا پودا جو محمد بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں چھ سال پہلے لگایا گیا انکی تمام مخالف کوششوں کے باوجود بڑھ رہا ہے اسکی آبیاری کے لئے ایسے ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو نہ عذاب کی پروا کرتے ہیں نہ وطن کی محبت انہیں جادۂ ہدایت سے منحرف کرسکتی ہے بلکہ دن بدن اُنکا جوشِ ایمانی بڑھتا ہی جاتا ہے۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے کلام میں ایسا جادو بھرا ہے کہ جو شخص (مثل عمر رضہ) قتل کرنیکے لئے جاتا ہے خود مقتول ہونے کے لئے گردن تسلیم جھکا دیتا ہے۔ اب ایک علاج باقی رہگیا ہے کہ محمدؐ و ہوا خواہان محمدؐ سے مقارکہ (بائیکاٹ یا نامل ورتن) کیا جائے اور ان کو محصور کر دیا جائے کہ نہ وہ کسی سے ملیں نہ اُن سے کوئی آکر ملے تاکہ اسلام کے چشمۂ صافی کو ایک جگہ احاطہ کرکے پاٹ دیا جائے۔

اس تجویز کو سب مخالفین نے عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کرلیا اور بڑی سختی سے اسپر عمل کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ تمام ہاشمی (بمع ابوطالب جو ایمان نہیں لائے تھے)

صرف اس جرم میں کہ وہ کیوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے حوالہ نہیں کرتے مجبور ہوئے کہ شعب بنی ہاشم[1] میں (جو پہاڑ کا ایک درہ مملوکہ خاندانِ بنی ہاشم تھا) محصور ہو جائیں۔ اس حالتِ محصوری میں انہوں نے تین سال بڑی مصیبت اور تنگی میں بسر کیے۔ اکثر دفعہ درختوں کے پتے اور چمڑے کھانے کی نوبت آئی مگر حضور علیہ السلام کا صبر و استقلال غیر متزلزل اور پائے ثبات جنبش میں نہ آنے والا تھا نہ آیا۔ اس کا ظالموں کے دلوں پر بھی اثر ہوا اور ان میں سے چند نے اس مخالف معاہدہ کو جو انہوں نے حضور علیہ السلام کے خلاف لکھ کر درِ کعبہ پر آویزاں کر رکھا تھا ۱۰؁ نبوی میں پھاڑ ڈالا اور محصورین کو درہ سے نکال لائے۔ یہی وہ سال ہے جب حضور علیہ السلام معراج کو آسمان پر تشریف لے گئے اور نماز پنجگانہ فرض ہوئی ۔

بایں جسمِ مطہر بر فلک شد ملک چوں خواند برتر از ملک شد	

مکہ میں عام الحزن

ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ جو بڑی متمول اور خاندانی خاتون تھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پچیس ۲۵ سال رفیقۂ حیات رہ کر ۶۵ سال کی عمر میں بماہِ رمضان ۱۰؁ نبوی واصل بحق ہو گئیں۔ انہی دنوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ولی ہمدرد چچا ابو طالب بھی بعمر ہشتاد و پنج ۸۵ سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ان دونوں کی وفات کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صدمۂ عظیم پہنچا۔ اسی لئے انکی وفات کے سال کو اسلامی تاریخ میں عام الحزن کہتے ہیں کیونکہ انکی مفارقت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلبِ مبارک پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور قریش نے

[1] شعب بنی ہاشم سوق اللیل کے سامنے ہے۔ اب یہ ایک بستی ہے تین گھاٹیوں کے درمیان اسے محلہ ہاشمی بھی کہتے ہیں۔ مولد النبیؐ، مولد علیؓ، و مکان خدیجۃ الکبریٰؓ اسی شعب میں ہے ۔۱۲

جو روستم سے جو چند روز ہاتھ کھینچا تھا اُسے پھر دراز کر دیا۔ یہ دونوں ہستیاں جنکا قریش کو بڑا لحاظ تھا دنیا سے چل بسیں اور مخالفین علانیہ مخالفت پر اُتر آئے۔

حضور علیہ السّلام طائف سے مکّہ میں

طائف[۱] (جو مکّہ سے بطریق قافلہ ۳۶ گھنٹے کی اور دوسری راہ سے جو جبل کرا کے اوپر سے جاتی ہے ۱۰ گھنٹے کی مسافت ہے) مکہ کے قریب ایک سرسبز جگہ ہے ویسا ہی جیسے ہمارے ہاں کشمیر یا شملہ۔ وہاں رؤسائے مکہ کے باغات تھے اور یہ مقام بالکل انکے زیر اثر تھا۔ طائف کے مکینوں سے یقیناً حضور علیہ السلام کو بہتری کی امید نہ تھی۔ مگر بقول سر ولیم میور آپکا زور اتقا اور اعتماد علی النفس تھا جو باوجود تمام ناکامیوں کے کہ مکہ میں آپ کو پیش آئیں آپکو تنہا (بمعہ ایک غلام زید بن حارثہ) ایک مخالف شہر میں لیگیا اور آپ نے تبلیغ اسلام کا فرض ادا کیا۔

طائف والوں نے جو آپ سے سلوک کیا اسکے بیان سے دل لرز جاتا ہے انہوں نے دعوتِ حق رد کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا۔ بلکہ وہاں کے بازاری آدمیوں اور لفنگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمسخر اڑانے اور پتھر مارنے پر اُبھارا یہ اوباش حضور کی راہ میں دورویہ کھڑے ہو گئے اور آپکے پائے مبارک کو سنگ زنی سے ایسا زخمی کر دیا کہ خون مبارک سے نعلین پاک بھر گئیں۔ الغرض آپ طائف سے اس حالت میں رخصت ہوئے کہ بدبخت اہل شہر آپ پر آوازے کس رہے گالیاں دے رہے اور پتھر برسا رہے تھے۔ آپ کی پنڈلیاں اور شتالنگ زخموں سے چور ہو گئے اور پاؤں چلنے کے قابل نہ رہے آخر حضور کے جان نثار غلام زید نے آپ کو اٹھا کر مقام امن پر پہنچا دیا۔ مطعم بن عدی کی پناہ میں حضور مکہ میں داخل ہوئے۔ اور حرم میں نماز ادا کی۔

[۱] حضرت عبداللہ بن عباس صحابی و برادر عزادِ رسول اللہ صلعم کا روضہ شریف سنہ ۶۸ھ سے طائف میں تھا جسے نجدیوں نے توڑ پھوڑ دیا ہے ۱۲۔

مکہ سے حضور علیہ السلام کی معراج بالجسد آسمان پر

زبیں زادہ بر آسمان تاختہ زبین وزماں رابیس انداختہ	(نظامی)

رجب المرجب کی ستائیسویں رات مسلمانوں کے نزدیک ایسی مہتم بالشان اور پُر از خیر و برکت ہے کہ اس جیسی کوئی اور ہونی ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ وہ شب مبارک ہے جس میں خداوند تعالےٰ نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہایت تکریم و عزت کے ساتھ سنہ نبوت میں مدعو کرکے آسمانوں کی سیر کرائی اور اپنے دیدار سے بہرہ اندوز و بامراد کیا۔ آجتک تمام پابندان کتاب وسنت کا اسبات پر ایمان رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج بالجسد ہوئی یعنی اللہ پاک نے جو عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور قادر مطلق ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ سلم کو حضرت جبریلؑ کی معرفت براق بھیجکر سیر آسمان اور اپنی ملاقات کے لئے بلایا سے

براقے شتابندہ زیرش چو برق	ستامش چو خورشید در نور غرق
ازاں خوش عناں تر کہ آید گماں	وزاں تیز رو تر کہ تیر از کماں
چناں شد کہ از تیزیٔ گام او	سبق بُرد بر جنبش آرام او
قدم بر قیاسِ نظر مے کشاد	مگر خود قدم بر نظر مے نہاد

اس براق پر سوار ہو کر آپ مسجد اقصٰی میں پہنچے جہاں کہ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی اس بیان کی تصدیق خود قرآن مجید کرتا ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ ترجمہ۔ "پاک ہے وہ (خدا) جو اپنے بندے کو ایک رات کے (قلیل عرصہ) میں مسجد حرام (یعنی کعبہ) سے مسجد اقصٰی (یعنی بیت المقدس) کیطرف لیگیا جسکے گرد ہمنے برکت رکھی ہے تاکہ ہم آپکو اپنی (قدرت کی) بعض نشانیاں دکھائیں بیشک وہی خدا سننے والا (اور) بینا ہے۔"

آجکل کے بعض لوگ جو اپنی محدود عقل کے بندے ہیں اور جنکا برائے نام خدا پر ایمان ہے وہ اس میں طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں۔ کبھی تو اسریٰ کے معنے کشف کے لیتے ہیں درحالیکہ عربی زبان میں یہ لفظ کبھی کشف کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ قرآن شریف میں یہ لفظ دو اور جگہ بھی اسی معنے میں آیا ہے، چنانچہ ایک جگہ حضرت لوط علیہ السلام کو جب کہ فرشتے انکی قوم کو عذاب دینے کے لیئے آئے حکم ہوتا ہے کہ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ (ترجمہ) پس تم اپنے لوگوں کو ساتھ لیکر تھوڑی رات سے چلے جاؤ۔ (سورۂ ہود)

دوسری جگہ حضرت موسیٰ کو ارشاد ہوتا ہے کہ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا اِلٰى مُوسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى (ترجمہ) اور بیشک ہم نے یقیناً موسیٰ کی طرف یہ وحی بھیجی کہ تم میرے بندوں کو (مصر سے) رات کے وقت لیکر نکل جاؤ پھر دریا میں انکے لیئے ایک خشک راستہ بناؤ اور نہ (فرعون کے ہاتھ) پکڑے جانیکا خوف کرو اور نہ (ڈوبنے) ڈرو

علاوہ ازیں کشف میں یہ کبھی نہیں کہا جاتا کہ فلاں جگہ سے لیکر فلاں مقام تک کشف ہوا۔ اسی قسم کے لوگ اگر معراج مانتے بھی ہیں تو بیت المقدس تک۔ کیوں؟ صرف اسلئے کہ انکی عقل میں نہیں آتا کہ کسطرح ایک قلیل عرصہ میں آپ نے خاکی جسم کے ساتھ کروڑہا میل کی مسافت طے کر لی۔

ہم کہتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ کے آگے جو ہر شئے پر قادر ہے کوئی امر مشکل نہیں وہ خود فرماتا ہے اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ یعنی جب کبھی وہ کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ فرماتا ہے ہوجا بس وہ (کام) ہوجاتا ہے، پس جو شخص یہ تو تسلیم کرتا ہے کہ معراج مسجد اقصیٰ تک ہوئی۔ اس نے ایسے مقام تک کی سیر جو مکہ سے پورے ایک مہینہ کی راہ ہے مان لی۔ تو اُسے آسمانی معراج مع الجسد کو حق ماننے میں بھی چون و چرا نہیں کرنا چاہیئے۔ آجتک اسکی صحت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے اور احادیث صحیحہ اسکی تصدیق

کرتی ہیں قرآن مجید بھی اسبارے میں خاموش نہیں چنانچہ سورۃ النجم میں صاف مذکور ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۔ (ترجمہ) اور بیشک یقیناً پیغمبر نے اس (فرشتہ) کو ایک بار اور (بھی) دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ (بھی) ہے ۔ جبکہ بیری (کے درخت) کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو (اسپر) چھا رہی تھی (پیغمبر کی) آنکھ (اسوقت) بہکی نہیں اور نہ حد سے بڑھی ۔ بیشک یقیناً (اسوقت) پیغمبر نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) بعض بڑی نشانیوں کو دیکھا ۔" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھا ۔ ایک مرتبہ تو آسمان کے کنارے میں کہ وہ معلق تھے کہ وہ آنحضرتؐ کے اس قدر قریب تھے کہ صرف دو کمانوں کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۔ اور دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ۔ اور جب آنحضرتؐ نے انکو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا تو اس پر نور کے پروانے چھا رہے تھے ۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دیکھنے میں خطا نہیں کی جو کچھ دیکھا ٹھیک دیکھا ۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ خدائے قدوس کا دیدار مراد ہے ۔ یہ مطلب بھی بعض صحابہ سے منقول ہے ۔ اور اس تقدیر پر بعض ضمیریں اللہ پاک کی طرف پھیری جائینگی ۔ میرے خیال میں دوسرا مطلب زیادہ صحیح ہے کیونکہ جب اللہ پاک نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو مدعو فرمایا تو مہمان نوازی اس امر کی مقتضی تھی کہ مہمان عزیز کو اپنی خاص ملاقات سے سرفراز فرمایا جاتا ۔ اور نیز اسلئے بھی کہ چونکہ آنحضرتؐ سید المرسلین ہیں اور سید میں دوسروں کے تمام کمالات بدرجہ کمال ہونے چاہئیں ۔ لہذا ضروری تھا کہ جہاں خداوند پاک نے حضرت موسیٰؑ سے کوہ طور پر باتیں کی تھیں اور اپنے نور کا ایک جلوہ دکھایا تھا (اگرچہ وہ جلوہ کی تاب نہ لاسکے اور بیہوش ہو کر گر پڑے) وہاں جناب سید المرسلینؐ کو

ان کے شایانِ شان درجۂ قرب عطا فرمایا جاتا بالمشافہ گفتگو کی جاتی اور اپنے دیدار بہجت آثار سے مشرف کیا جاتا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ علاوہ ازیں آپ کو معراج کرانا اسلئے بھی ضروری تھا کہ آپ کو حضرت عیسٰےؑ پر بھی فوقیت حاصل تھی اور چونکہ وہ آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے تھے اسلئے آپ کو ان سے بڑھکر سرافراز فرمانا لابدی تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

رہ گئے چرخِ چہارم پہ جنابِ عیسٰےؑ
طے کئے ہفت سماوات کے میداں تو نے

الغرض۔ جس پہلو پر بھی دیکھا جائے معراج ضروری تھی اور اسبارے ہیں نصوص صریحہ واحادیث صحیحہ موجود ہیں۔ آجکل معراج سے یا تو وہ منکر ہیں جنہوں نے دینی تعلیم نہیں پائی اور قرآن شریف کو کبھی بھولے سے بھی نہیں دیکھا۔ یا اس مسیح موعود کے پیرو جس نے خود مسیح بننے کے لئے حضرت عیسٰے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفع الی السما سے انکار کر دیا اور اسی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معراج سے منکر بن بیٹھا۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ میں لفظ بصر معراج کے بالجسد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ صرف ظاہری آنکھ پر ہی بولا جاتا ہے۔ باطنی آنکھ کے لئے لفظ بصیرت استعمال کیا جاتا ہے خداوند تعالٰے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ایسے مقامات کی سیر کرائی جہاں کہ کسی فرشتے کی بھی رسائی نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام بھی راہ ہی میں رہ گئے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کو نہایت لطیف اشعار میں قلمبند کیا ہے ؎

شبے بر نشست از فلک برگذشت	بہ تمکین وجاہ از ملک برگذشت
چناں گرم در تیہِ قربت براند	کہ در سدرہ جبریل ازو باز ماند
بدو گفت سالارِ بیت الحرام	کہ اے حاملِ وحی برتر خرام

چو در دوستی مخلصم یافتنی	عنانم ز صحبت چرا تافتنی
بگفتا فرا تر مجالم نماند	بماندم که نیروئے بالم نماند

اس سے آگے کا حال شیخ نظامی رح یوں رقم فرماتے ہیں :۔

رہے رفت بے زیر و بالا دلیر	کہ در دائرہ نیست بالا و زیر
حجاب سیاست بر انداختند	ز بیگانگاں حجرہ پرداختند
دراں جائے کاندیشہ نا دیدہ جا	درود از محمدؐ قبول از خدا

یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے درگاہ رب العزت میں عرض کی اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ خداوند پاک نے جواب فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پھر یہ سنکر آنحضرت نے عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۔

جدنا حضرت شیخ قلندر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو اپنے معراج القبول میں یوں ارقام فرمایا ہے ؎

رفتہ رفتہ رفت درجائیکہ ز انجا عقل کل	ماند واپس بر مقام خویش خدمتگار وار
از عبادتہائے ہر سہ قسم کردہ پیشکش	در جناب ایزدی آں افتخار ہر کبار
یافت تشریف وسلام و رحمت و برکات حق	یا دِ ما وا ماندگاں آنجا نمود آں شہریار
عاصیاں را اولاً با خویش پنہاں و شمرد	نام نیکاں بُرد زاں پس بر ملا و آشکار

الغرض نعمائے الٰہی سے مشرف ہو کر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس تشریف لائے ؎

سوئے عالم آمد رخ افروختہ	ہمہ علم علوی در آموختہ
چناں رفتہ و آمدہ باز پس	کہ نامد باندیشہ ہیچکس
ز گرمی کہ چوں برق پیمود راہ	نشد گرمی از بستر خوابگاہ
ندانم کہ شب را چہ احوال بود	شبے بود یا خود یکے سال بود

اس سے اگلے دو اشعار میں ان محدود عقل کے بندوں کے اعتراض کا جواب ہے

جو اپنی کم عقلی اور کج فہمی کے باعث معراج بالجسد کا انکار کردیا کرتے ہیں ۔

چو شاید کہ جانہائے مادر دمے	بر آید بہ پیرا منِ عالمے
تنِ او کہ صافی تر از جانِ ماست	اگر شد بیک لحظہ آمد رواست

یہ مسلمہ امر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہم جیسا نہ تھا بلکہ وہ بشری آلائشوں سے بالکل پاک تھا۔ چنانچہ حضرت سلطان التارکین شیخ حمیدالدین حاکمؒ (۳۰ھ) ایک فارسی نظم میں جسکا راقم الحروف نے اردو میں ترجمہ کیا ہے فرماتے ہیں ؎

آپ تام القد تھے لیکن طویل القد کوئی	پاس گر ہوتا کھڑا آتا نظر کوتہ سدا
بیٹھتی تھی جسم و جامہ پر نہ حضرت کے مگس	سر پہ گر اڑتی مگس مرتی وہیں اے آشنا
آپکا سایہ نہ پڑتا تھا زمیں پر اسلئے	تا نہ آئے وہ کسی فردِ بشر کے زیرِ پا
سائبانِ ابر مثلِ چتر سر پر تھا مدام	آپ کی جائے گذر خوشبو سے بھر جاتی تھی
لوگ جب انکے پسینہ کو ملاتے مشک میں	مشک کی خوشبو تھی ہو جاتی سِوا بے خطا (عف)
نہ انہیں آتی جمائی اور نہ ہوتا احتلام	نیند میں بھی مثلِ بیداری تھا انکا دیکھنا
آنکھ لگ جاتی تھی لیکن دل نہ سوتا تھا کبھی	خواب میں انکا وضو ہرگز نہیں تھا ٹوٹتا
مثل بیداروں کے باتیں خواب میں سنتے تھے وہ	مطلع ہوتے جو عیب انکے پکڑتے اشقیا
حق تعالیٰ نے انہیں دی تھی بصارت سقدر	پیش و پس سے دیکھ سکتے تھے بلا شک ایک سا
بول و غائط آپ کا دیکھا کسی نے بھی نہیں	تھی نگل جاتی زمیں ان سے جو کچھ ہوتا جدا

پس ؎

بایں جسمِ مطہر بر فلک شد	ملک چوں خواند برتر از ملک شد
درانجا ماند ہژدہ سال سرور	چو آمد باز بودش گرم بستر
بمعراج اول از کل کرد تصدیق	رفیقِ مصطفےٰ ابوبکر صدیقؓ (نامی)

حضرت قلندر شاہ صاحب قدس سرہ العزیز اس وسوسہ کو کہ وہاں کے اٹھارہ سال یہاں کی ایک گھڑی کے برابر کسطرح ہوئے نہایت ہی لطیف پیرایہ میں دور فرماتے ہیں

ترجمہ نظم فارسی۔ اُس جہان کی جزا و سزا کیطرف دیکھو کہ اس جہان کے ایک عمل نیک کے بدلے وہاں کیا کیا نعمتیں ملیں گی اور یہاں کی ایک بدفعلی کے عوض وہاں کتنا عرصہ عذاب برداشت کرنا پڑیگا تمہیں وہاں معلوم ہوگا کہ تمہارے ایک ایک نفس (سانس) کی کیا قیمت ہے۔ اے مردِ غافل! ذرا اس نکتہ پر غور کر کہ یہاں کی ایک ساعت پرکار کے ایک نکتہ کیطرح ہے۔ اور وہاں کا عرصہ محیط کیطرح نقطہ مرکز پر کتنا چھوٹا ہوتا ہے۔ مگر کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ اپنے گرد کسقدر وسعت رکھتا ہے پس یہاں کی ایک ساعت کو نقطہ سمجھو اور اسکے مقابلہ میں وہاں کے عرصہ کو دائرے جیسا وسیع یہاں کی ایک ساعت وہاں کی ایک مدت کے برابر ہے۔ پس اسی پر معراج کو قیاس کر لو۔ ماسوا اسکے خالق لیل و نہار کے اختیار میں ہے کہ وہ کسی وقت میں وسعت پیدا کر دے۔ کیا تم نے حضرت علی مرتضیٰؓ کی نسبت نہیں سنا کہ وہ ایک رکاب سے دوسری میں قدم رکھنے تک کلام اللہ ختم کر لیتے تھے آصف سے جو تین ماہ کی راہ پر تھا بلقیس کا تخت ایک لحظہ میں لے آیا تھا ہمارے جد بزرگوار حضرت عبد الجلیل چوہڑ شاہ بندگی رح بیت اللہ سے ایک دم میں لاہور تشریف لے آئے تھے اسیطرح اولیاء اللہ طواف کے لئے نزدیک و دور سے کعبہ میں جا پہنچتے ہیں تھوڑے کو بہت اور بسیار کو اندک کر دینے کی طاقت اولیاء اللہ کو خدا نے دی ہوتی ہے پس معراج کی شب جو کچھ خدا و رسول سے ظاہر ہوا وہ کونسی محال بات ہے۔ اگر خدا چاہے تو بحر کو کوزہ میں داخل کر دے تو کیا اسے ناممکن سمجھتا ہے اور نہیں دیکھتا کہ ہماری جان جسم میں دریا در کوزہ کے مشابہ ہے نہیں نہیں۔ بلکہ الٰہی تنور میں ایک طوفان کی مانند۔ احادیث میں ہے کہ صبح اُٹھکر جب آنحضور نے معراج کا ذکر کیا تو حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً تصدیق کی لہذ فرمایا صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اور اسی روز سے آپ کو صدیق کا خطاب ملا۔ کفار نے بیت المقدس کی بابت سوالات کرنے شروع کئے جنکا جواب سنکر انکی تشفی ہو گئی کہ آپ ضرور وہ مقام دیکھ آئے ہیں۔ یا اللہ تو ہم سب کو صدیق جیسا دلِ مومن عطا فرما تاکہ ہم ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تئیں

اپنا سر انقیاد جھکا دیں اور کسی بندۂ ہوا و ہوس کے دام میں آ کر اور عقل عقال کے پنجہ میں پھنس کر اپنا دین و ایمان نہ کھو بیٹھیں۔ یا اللہ ہمیں سلف صالحین کے نقش قدم پر چلا اور آجکل کے دجالوں کذابوں کے دام تزویر میں گرفتار ہونے سے بچائے رکھ بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔ آمین یارب العباد۔ (نامی ہاشمی)

مکہ میں عاشق محمد بلال رضی اللہ عنہ کی خریداری

یوں تو میں تاریخ مکہ معظمہ کو رتتہ ہی میں مکمل کر چکا تھا مگر لاہور میں بوقت فرصت کوئی نہ کوئی مضمون قابل اندراج سوجھ جاتا ہے۔ کالج سے دوپہر کی رخصتیں ہیں صبح سے مثنوی مولانا روم کا مطالعہ شروع ہے جو میں چوبیس برس سے لے رکھی ہے جب کبھی دل میں افسردگی پاتا ہوں تو اس سے دور کر لیا کرتا ہوں۔ آج عشق بلال رضی اللہ عنہ کا تذکرہ مطالعہ کر رہا تھا کہ معاً خیال آیا کہ یہ واقعہ تاریخ مکہ سے متعلق ہے اسے کیوں نہ اس کے لئے قلمبند کر لیا جائے۔ توفیق الٰہی شامل حال ہوئی اور ذیل کا مضمون زینت تحریر بنا۔

مکہ میں سب سے پہلے اسلام ظاہر کرنیوالے حضرت بلال حبشی غلام ایک یہودی کی قید میں ہیں۔ عشق محمدی نے دل میں گھر کر رکھا ہے اور پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل رہا ہے ؎

تن فدائے خار میکرد آں بلال رض	خواجہ اش مے زد برائے گوشمال
کہ چرا تو یاد احمد مے کنی	بندۂ بد منکر دین منی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسطرف سے گزرتے اور دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے اظہار عشق سے بلال رضی اللہ عنہ مورد آلام ہے۔ اسکے پاس جاتے اور سمجھاتے ہیں کہ بھائی اس عشق کو دل میں مخفی رکھو اور اسکے اظہار سے توبہ کر دنا کہ موذی کی مار سے بچے رہو۔ عاشق مان لیتا ہے مگر جب صدیق رضی اللہ عنہ دوسرے دن وہاں سے گزرتے ہیں تو پھر عاشق کو جرم عشق محمد سے گرفتار عذاب پاتے ہیں اور کہتے ہیں بلال توبہ کرو۔

کہنا ہے بہت اچھا۔ اسیطرح کئی دفعہ اظہار عشق سے توبہ ہوتی اور ٹوٹتی ہے۔

باز بندش داد و بازا و توبہ کرد ... عشق آمد توبہ را اورا بخورد
توبہ کردن زین نمط بسیار شد ... عاقبت از توبہ او بیزار شد
فاش کرد اسپرد تن را در بلا ... کاے محمل اے عدو توبہ ہا
اے تن من وے رگ من پر ز تو ... توبہ را گنجا کجا باشد درو
توبہ را زین پس ز دل بیرون کنم ... از حیات خلد توبہ چون کنم
عشق قہار است این مقہور عشق ... چون قمر روشن شدم از نور عشق
برگ کاہم پیش تو اے تند باد ... من چہ دانم تا کجا خواہم فتاد
گر ہلالم ور بلالم مے روم ... مقتدی بر آفتابت مے شوم
باز آمد شتاہ مادر کوئے ما ... باز آمد آب جاں در جوئے ما
مے خرامد بخت و دامن میکشد ... نوبت توبہ شکستن مے رسد
نعرہ مستانہ خوش مے آیدم ... تا ابد جاناں چنیں مے بایدم
گر ز زخم خار تن غربال شد ... جان و جسمم گلشن اقبال شد

یہ حالت دیکھکر حضرت صدیق اکبرؓ حضور علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور ماجرا کہہ سناتے ہیں ؎

کاں فلک پیما ہمایوں فال جست ... ایں زماں از عشق اندر دام تست
باز سلطان است زاں چنداں برنج ... در حدث مدفوں شدہ است آں فتح گنج
جرم او این است کو باز است و بس ... غیر خوبی جرم یوسف چیست بس
بنشیں بشرف چار میخش می کنند ... تن برہنہ شاخ خارش می زنند
از تنش صد جا کا خوں بر می جہد ... او احد مے گوید و سر مے نہد
پند ہا دادم کہ پنہاں دار دیں ... سر بپوشاں از جہودان لعین
عاشق است او را قیامت آمد است ... تا در توبہ بر دلبستہ شد است
توبہ کرم و عشق ہمچوں اژدہا ... توبہ وصف خلق واں وصف خدا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلال رضہ کے عشق حقیقی کا حال سنکر خوش ہوتے
اور پوچھتے ہیں کہ کیا کرنا چاہیئے۔ صدیق رضہ عرض کرتے ہیں ؎

ہر بہا کہ گو بید اورا مے خرم	در زیان و حیف ظاہر ننگرم
کو اسیر اللہ فی الارض آمدہ است	سخرۂ خشم عدو اللہ شدہ است

یعنی یہودی جسقدر بھی دام مانگے گا یہ آپکا صدیق غلام دے کر بلال کو خرید لیگا

مصطفےٰ فرمود کاے اقبال جو	اندریں من مے شوم انباز تو
تو وکیلم باش ومیے بہر من	مشتری شو قبض کن از من ثمن

یعنی حضور فرماتے ہیں کہ اس میں نصف حصہ میرا بھی ڈال لینا صدیق رضہ عرض
کرتے ہیں کہ میں آپکا خادم ہوں۔ یہ کہکر آپ اس یہودی کیطرف جاتے اور اس سے
کہتے ہیں کہ تمنے اسے کیوں مبتلائے عذاب کر رکھا ہے اگر یہ تیرے کام کا نہیں ہے تو اسے
فروخت کر دے۔ میرے پاس ایک سفید رنگ خوبصورت غلام ہے تو اس سے
اسکا تبادلہ کرلے ؎

آں سپید و دل سیاہ اورا بگیر	در عوض دہ تن سیاہ و دل منیر

یہودی کو اس پر راضی پاکر صدیق اکبر رضہ اپنے غلام کو گھر سے منگاتے ہیں۔
جسکا حسن وجمال دیکھکر وہ حیران رہجاتا ہے۔ مگر صدیق رضہ کی بے تابی دیکھ کر
اکڑ جاتا ہے کہ کچھ اور بھی ساتھ دو تب میں یہ بیع وشرا منظور کرونگا۔ آپ اور جتنا
روپیہ وہ مانگتا ہے دے دیتے ہیں اور بلال رضہ کو اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں ؎

منعقد چوں گشت بیع اندر میاں	بافت ایجاب و قبول ہر دواں
قہقہہ زد آں جہود سنگدل	از سر افسوس وطنز و غش و غل

یہودی کو اسطرح قہقہہ لگاتے دیکھکر صدیق رضہ پوچھتے ہیں کہ ہنسنے کی کیا وجہ ہے
اس پر وہ ایک اور قہقہہ لگاتا ہے اور کہتا ہے تم جیسا بھولا بھالا خریدار بھی
کوئی ہوگا کہ ایسا خوبصورت غلام اور روپیہ دیکر ایسے کالے کلوٹے ناکارہ غلام کو
خریدے اگر تم تقاضا نہ کرتے تو میں اسے بیس درہم پر دے ڈالتا ؎

کہ بنیز دمن نیرزد نیم دانگ	تو گراں کردی بہایش را بہانگ

یہ سنکر صدیق رضی جواب دیتے ہیں کہ تم اندھے ہو تم نے بچوں کی طرح ایک اخروٹ لیکر گوہر دے دیا۔ میری نظروں میں تو بلال دونوں جہان کی قدر و قیمت رکھتا ہے اگر تم اور اڑے رہتے تو میں اسے اپنا تمام مال و متاع دیکر بھی خرید لیتا۔ مولانا روم اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں ے

پس جوابش داد صدیق اے غبی	گوہرے دادی بجوزے چوں صبی
او بنیز دمن ہمی ارزد بکون	من بجانش ناظرستم نے بلون
زر سرخ است وسیاہ تاب آمدہ	از برائے رشک این احمق کدہ

پس صدیق اسے لیکر خوش خوش روانہ ہوتے ہیں اور ے

آوریدش تا بنزد آں رسول	کہ بجاں اوکردہ بد دینش قبول
چوں بدید آں خستہ روئے مصطفیٰ	گفت طبتم فاد خلوھا بابھا

اپنے محبوب کی آواز سنکر بلال رض فرط خوشی سے بیہوش ہوجاتا ہے۔ جب ہوش آتا ہے تو حضور شفقت سے اُسے آغوش میں لے لیتے اور مس کو کندن بنادیتے ہیں۔ بلال کی جان میں جان آتی ہے گویا پژمردہ مچھلی کو دریا اور گم کردہ راہ کارواں کو راستہ مل جاتا ہے۔

نابدیرے بے خود و بیہوش ماند	چوں بہوش آمد زشادی اشک راند
مصطفیٰ اش درکنار خود کشید	کس چہ داند بخششے کو را رسید
چوں بود مسّے کہ بر اکسیر زد	مفلسے بر گنج پر تو بفسرزد
ماہی پژمردہ در بحر او فتاد	کاروان گم شدہ زد بر رشاد

اسکے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سنکر کہ صدیق رض نے صرف اپنے روپیہ سے ہی بلال رض خرید لیے ہے عتاب فرماتے ہیں کہ مجھے کیوں اس سودا میں شریک نہ کیا۔ صدیق رض جو جواب دیتے ہیں وہ ذوق سلیم رکھنے والے حضرات کے نزدیک یاد دینے کو کافی ہے۔ کہ یا رسول اللہ میں اور بلال رض دونو آپکے غلام ہیں۔

بیٹے بلال رضؓ کو تو آپ کے لئے آزاد کر دیا ہے اب میں آپ کی بندگی اور غلامی کیلئے حاضر ہوں۔ میں آپ کی غلامی سے آزاد ہونا نہیں چاہتا۔ کیونکہ حضور کا بندہ ہونے میں جو آزادی ہے وہ آزادی میں نہیں۔ یہ مولانا روم کے ان اشعار کا ترجمہ ہے جو سند

سیدِ کونین سلطانِ جہاں	در عتاب آمد ز ملنے بعد ازاں
گفت اے صدیق آخر گفتمت	کہ مرا انباز کن در مکرمت
تو چرا تنہا خریدی بہر خویش	باز گو احوال اے پاکیزہ کیش
گفت ما دو بندگانِ کوئے تو	کردمش آزاد من بر روئے تو
تو مرا میدار بندہ و یارِ غار	ہیچ آزادی نخواہم زینہار
کہ مرا از بندگی ات آزادی است	بے تو بر من محنت و بے دادی است

یہ عشقِ رسولؐ ہی کے طفیل تھا کہ بلال حبشیؓ کو حضرت عمر فاروق اعظم جیسے بلند پایہ شخص سیدی کہکر پکارتے اور کہتے ہیں کہ ابوبکر سیدنا وعتق سیدنا (ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کیا ہے) اور جب بلال رضؓ حضرت خالد جیسے جرار جواںمرد کے ہاتھ انہی کی پگڑی سے باندھ لیتے ہیں تو وہ حرکت نہیں کرتے۔ حضرت بلال رضؓ نے شہر دمشق میں بعمر ۶۳ سال ۲۰ھ میں انتقال فرمایا اور مقبرہ باب الصغیر میں مدفون ہوئے ۔

اے صبا اے پیکِ دور افتاگاں
اشکِ ما بر خاکِ پاکِ او رساں

مکہ میں معجزاتِ نبویؐ کا ظہور

یوں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مبارک ہی معجزہ تھا۔ کیونکہ وہ بشری کثافتوں اور آلائشوں سے بالکل پاک تھا جسکا ذکر اجمالاً معراج میں کر دیا گیا ہے۔ اور جو کلام اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کیا وہ آجتک معجزہ ہے اور تا قیامِ قیامت معجزہ رہیگا اور مخالفین کو تاب مجال

نہ ہوئی اور نہ ہوگی کہ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ کے چیلنج کے جواب میں اس جیسی اک چھوٹی سی سورت ہی پیش کرسکیں مگر باایں ہمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو معجزات صادر ہوئے علمائے محدثین اُن کی تعداد تین ہزار بتاتے ہیں۔ حضرت امام جلال الدین صاحب سیوطی نے خصائص کبرٰے میں ایک ہزار معجزوں کا ذکر کیا ہے۔ میں تبرّکاً یہاں صرف دو تین اُن معجزات کا ذکر کرونگا جو مکہ کے قریب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ظاہر ہوئے۔

آجکل کے نوزائیدہ نیچری فرقے مثل چکڑالوی وقادیانی معجزات کے منکر ہیں کیونکہ وہ اُس چیز کا وجود ماننے کو تیار نہیں جو انکے روز مرہ کے مشاہدہ میں نہ آئے۔ ایسی باتوں کو وہ خلافِ فطرت یا خلافِ قانونِ قدرت کہدیا کرتے ہیں۔ حالانکہ قانونِ قدرت کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔ آج سے سو سال پہلے نیچری جن باتوں کو قانونِ قدرت کے خلاف سمجھتے تھے اب وہ خود اُنکا مشاہدہ کررہے ہیں۔ مثلاً انکو تختِ سلیمان کے ہوا میں اُڑتا پھرنے سے انکار تھا اب ہوائی جہازوں نے ثابت کردیا کہ ایسا ہوسکتا ہے۔

نیچری حضرت یونسؑ کے شکمِ ماہی میں نہ آب رہنے کے منکر تھے۔ مگر اب آب دوز کشتیوں نے اُنہیں بتادیا کہ جب انسانی تدبیر سے زیر آب زندہ رہ سکتے ہیں تو خدائے قدیر کے لئے یہ بات اور بھی سہل ہے کہ وہ کسیکو پانی میں زندہ رکھے۔

بے تار کے ٹیلیفون نے ثابت کردیا کہ جو آواز مدینہ میں بیٹھے ہوئے حضرت عمرؓ نے (یَاسَارِیَۃَ الجَبَل) دی تھی وہ ساریہ نے صدہا میل پر سُن لی تھی۔ گرامو فون کے ریکارڈوں نے گواہی دے دی کہ جو کچھ ہم بولتے ہیں وہ ریکارڈ ہوا ہوا روزِ قیامت ہمارے سامنے آجائیگا۔ ہماری زبان بند ہوگی اور ہمارے نامۂ اعمال بولتے ہوں گے۔

الغرض۔ معجزات وخرق عادات وکرامات سے اس بنا پر انکار کردینا

کہ یہ مشاہدہ کے خلاف ہے ایک لغو حجت ہے۔ کیونکہ مشاہدہ کا اعتبار نہیں جو باتیں پہلے نیچریوں کو خلاف قانونِ قدرت معلوم ہوتی تھیں اب وہ مطابق قانونِ قدرت ہیں۔ اور جنکا وہ ابھی تک انکار کئے جاتے ہیں انکا مشاہدہ انکی آئندہ نسلیں کریں گی۔

اس تمہید کے بعد میں اصل مضمون کیطرف رجوع کرتا ہوں۔

۱۔ معجزہ شق القمر۔ ایام منیٰ میں مشرکین مکہ ابوجہل وغیرہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ اگر آپ قادرِ مطلق کے نبی ہیں تو ہمیں چاند دو ٹکڑے کرکے دکھا دیں۔ آپ نے انگلی سے چاند کیطرف اشارہ کیا تو وہ دو نیم ہو گیا دونوں ٹکڑے ایک دوسرے سے اسقدر جدا ہوکر ہٹے کہ جبل حرا ہر دو کے درمیان نظر آنے لگا۔ ایسا نشان ظاہر دیکھکر بھی شقاوت زدہ کفار کہنے لگے کہ یہ جادو ہے۔ اس واقعہ پر قرآن ناطق ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ یعنی وہ ساعت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا اور کفار جب معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسا جادو ہے جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے نیچری کہتے ہیں کہ قیامت کو ایسا ہوگا حالانکہ یہاں صاف ماضی کا صیغہ ہے اور کفار کے انکار کا ذکر موجود ہے۔ قیامت میں چاند سورج اور تاروں کو پاش پاش دیکھکر کوئی کافر اسے عمل جادو قرار نہیں دیگا علاوہ ازیں کتب احادیث میں جو قرآن کی تفاسیر ہیں صریحاً اس واقعہ کا ذکر موجود ہے۔ پس منکرین کا انکار اُن کے خللِ دماغ کا نتیجہ ہے اور کچھ نہیں ؎

اِنشراحِ صدر اور شقِ قمر ہیں واقعات	شک نہیں ان میں ذرا قلبِ مبارک کی قسم (قصیدہ بردہ)
ستون شد خردمند از پشتِ او۔	مہ انگشت کش گشت ز انگشتِ او (نظامی)
چو عزمش برآہیخت شمشیر بیم	بمعجز میانِ قمر زد دو نیم (سعدی)
اک اشارے سے قمر کو شق کیا	ہاں کیا بے شک کیا الحق کیا! (حمید)
چنانش بود حاصل قوت و قدر	شد از انگشت او انگشت کش بدر (جامی)

۲۔ سنگریزوں کا کلمہ پڑھنا۔ ایک دفعہ ابوجہل مکہ میں ہاتھ میں سنگریزے لیکر حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تجھے آسمانی رموز سے اطلاع ہے تو بتادے کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے وہی ہمارا کلمہ پڑھ دے تو۔ ابوجہل بولا یہ تو اور بھی نادر بات ہوگی۔ آپ نے فرمایا تیرے ہاتھ میں چھ سنگریزے ہیں اور اب سن کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ ابوجہل نے سنا کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ رہے ہیں۔ یہ سنکر اس نے سنگریزے ہاتھ سے پھینکدئے۔ اور حسب معمول کفار سے جادو کہتا ہوا چلدیا۔ اس واقعہ کو مولانا روم نے مثنوی میں خوب ادا کیا ہے۔ مثنوی

سنگہا اندر کفِ بوجہل بود — گفت اے احمد بگو ایں چیست زود

گر رسولی چیست در مشتم نہاں — چوں خبر داری ز رازِ آسماں

گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست — یا بگویند آنکہ ما حقیم وراست

گفت بوجہل ایں دوم نادر تر است — گفت حق آرے ازاں قادر تر است

گفت شش پارہ حجر در دستِ تست — بشنو از ہر یک تو تسبیحے درست

از میانِ مشتِ او ہر پارہ سنگ — در شہادت گفتن آمد بے درنگ

لَآ اِلٰہَ گفت و اِلَّا اللّٰہ گفت — گوہر احمد رسول اللّٰہ سفت

چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں — زد ز خشم آں سنگہا را بر زمیں

گفت نبود مثل تو ساحر دگر — ساحراں را سر توئی و تاجِ سر

چوں بدید آں معجزہ بوجہل تفت — گشت در خشم و بسوئے خانہ رفت

معجزہ را دید و شد بدبخت و رفت — سوئے کفر و ز [illegible] تیز رفت

خاک بر فرقش کہ بد کور و لعین — چشمِ او ابلیس آمد خاک بیں۔

ف: ابوجہل کو بھی یقین تھا کہ نبی علیہ السلام کو علم غیب ہوتا ہے۔ حیف ہے اُن مسلم کہلانے والوں پر جو رسول علیہ السلام کے علم غیب کے منکر ہیں۔ یہ تو ابوجہل سے بھی گئے گزرے ۱۲

۳۔ حضور کی انگشت مبارک سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلنا۔ جب حضور علیہ السلام نے پندرہ سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے چلکر بغرض عمرہ قریب مکہ حدیبیہ پہ قیام فرمایا تو پانی کی بڑی قلت ہو گئی۔ صرف ایک برتن میں آب تھا۔ صحابہؓ نے حقیقت حال سے حضور کو اطلاع دی۔ آپ نے وہ برتن منگوا کر اپنا دست مبارک اُس میں ڈالدیا۔ پانی انگشتہائے مبارک سے جوش مار کر نکلنے لگا اور اسقدر نکلا کہ سب نے سیر ہو کر پیا۔ اور وضو کر لیا۔ یہ معجزہ حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے پتھر سے بضرب عصا پانی نکالنے سے زیادہ مہتم بالشان ہے۔ کیوں کہ پتھروں سے پانی نکلنا اسقدر معجز نہیں جسقدر کہ انگلیوں سے ہے۔

روان شد از انامل چشمۂ آب
کزاں تشنہ لباں گشتند سیراب (نامی)

مکہ سے حضرت عمرؓ کی شاندار ہجرت

مکہ میں جب ظہورِ رسولِ انام سے
اک آفتابِ نورِ ہدایت تہ فلک
حق کی طرف سے خدمتِ اسلام کے لئے
یوں رعب و داب سے رہے ہجرت کے وقت تک
ہجرت سے پہلے کعبہ میں تشریف لائے آپ
کر کے طوافِ کعبہ ادا کی وہاں نماز
فرمایا آکے برسرِ مجمع قریش کو
دنیا میں روسیہ بھی ہو تم اور ذلیل بھی
جو چاہتا ہے دیکھنا وجہ کہ اپنی رانڈ
باہر حرم سے آکے میرا سدِ راہ ہو
ہمت نہ تھی کسی کی کہ کرتا مقابلہ

عالم پہ بابِ رحمتِ غفار وا ہوا
ظلمت کدہ میں کفر کے جلوہ نما ہوا
خادم عمرؓ سا پاک نبی کو عطا ہوا
ہو شیر گو سفندوں میں جیسے گھسا ہوا
کفار کا تھا اس جگہ مجمع لگا ہوا
اور کافروں سے خوف نہ انکو ذرا ہوا
سُن لو کہ میں ہوں عازمِ ہجرت ہوا ہوا
گردن میں قہر طوقِ خدا ہے پڑا ہوا
اور اپنا سایہ بچوں کے سر سے اٹھا ہوا
سر اپنا دھڑ سے دیکھے الگ وہ پڑا ہوا
ہر ایک پیشِ شیر تھا گیدڑ بنا ہوا

پھر جانب مدینہ روانہ ہوئے عمرؓ
یثرب پہنچکے مژدۂ تشریف مصطفےٰ
ہمراہِ یارِ غار نبیؐ بھی پھر آ گئے

لیکن تھا دل میں دھیان نبیؐ کا لگا ہُوا
پہنچا یا جب ۔ تو شاد ہر اک باوفا ہُوا
یہ پہنچ گئے قریش کو صدمہ بڑا ہُوا

یثرب میں بھی وہ آتے رہے بد ارادہ سے
لیکن عمرؓ کے دم سے دم ان کا فنا ہُوا

(ازل)

مکہ سے یثرب کو ہجرت نبوی

مکہ کے جن خوش نصیب اشخاص کی قسمت میں دولتِ اسلام مقدر تھی وہ اس سے مالا مال ہو گئے مگر باقی اپنی ضد پر برابر قائم رہے۔ افسوس مکہ کی پہاڑیوں میں بسنے والے سنگدلوں نے اپنے گوہرِ بے بہا کی قدر نہ پہچانی یہ دولت خوش نصیب اہل یثرب کی قسمت تھی۔

جب حضور علیہ السلام اہل مکہ و طائف سے ایک گونہ مایوس ہو چکے تو آپ نے اُن قبائل میں تبلیغ شروع کی جو حج کے موقع پر مکہ آیا کرتے تھے یثرب سے آئے ہوئے چھ اشخاص پہلے پہل سلہ نبوی میں مشرف باسلام ہو کر واپس لوٹے۔ انکی درخواست پر حضورؐ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو تبلیغ کے لئے ساتھ کر دیا۔ جنکی کوشش سے یثرب سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ بھی ایمان لے آئے اور اسعد بن زرارہ بھی جو رئیس یثرب تھے اگلے سال یعنی ۱۲ سنہ نبوی میں بہتر اشخاص یثرب سے حج کے زمانہ میں آئے اور بمقام منیٰ (عقبہ) حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت ہو چکنے کے بعد ان میں سے ایک شخص ابو الہیثم نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ اس بیعت کے بعد ہمارے تعلقات یہود یثرب سے منقطع ہو جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو اقتدار حاصل ہو جائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنے وطن (مکہ) چلے جائیں"۔ آپ نے تبسم فرما یا ایسا نہیں ہو گا۔ تمہارا خون میرا خون ہے تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں

یہ سنکر انصار خوش ہوگئے۔ حضورؐ نے اُن میں سے بارہ رئیس القبائل نقیب (قبیلہ خزرج میں سے نو اور اوس میں سے تین) مقرر کیئے۔ انکا تبلیغ اسلام کے لئے مقرر ہونا تمام انصار کے مشرف باسلام ہونے کی دلیل تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب یثرب اسلام کی پناہ میں آگیا تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کو وہاں ہجرت کر جانے کی اجازت عطا فرمائی۔ قریش اس میں بھی مزاحم ہوئے۔ مگر صحابہؓ موقع پاکر نکلتے اور وہاں پہنچتے رہے۔ حتیٰ کہ صرف حضور علیہ السلام۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی المرتضیٰ باقی رہگئے۔

یہ حالت دیکھکر مشرکین مکہ نے آپ کو باغوائے شیطان جو ایک بوڑھے نجدی کی شکل میں دار الندوہ میں حاضر ہوا (جب سے ہی شیطان کا نام شیخ نجد پڑا) ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی لیکر قتل کر ڈالنے کی تجویز پاس کی جس سے آپ کو خدائے پاک نے مطلع کر دیا اور آپ دشمنوں کے نرغے میں سے سورہ یٰس فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ تک تلاوت فرماتے اور اعدا کے سر اور منہ پر خاک ڈالتے ہوئے اپنے مکان سے جہاں کہ آپ نے حضرت علی رضؓ کو اپنی چادر اُڑھا کر لٹا دیا تھا روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو اُن کے گھر سے ہمراہ لیا اور غارِ حرا میں تین رات قیام فرما کر یارِ غارؓ کے اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ منورہ پہنچگئے۔ جناب امیرؓ بعد ازاں امانتیں واپس دیکر یثرب پہنچے۔

وطن سے رخصت ہوتے وقت حضور علیہ السلام کے دل کی جو کیفیت تھی وہ حضورؐ کے اُس کلام سے آشکار ہے جو حضور نے وقتِ رخصت کعبہ کو مخاطب کرکے فرمایا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ اَحَبُّ بِلَادِ اللّٰهِ اِلَیَّ وَاَنَّكَ اَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَنَّكَ خَیْرُ بُقْعَةٍ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ وَاَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی لَوْلَا اَنَّ الْمُشْرِکُوْنَ اَخْرَجُوْنِیْ مِنْكَ مَا خَرَجْتُ قَطُّ۔

یعنی اے کعبہ تو میرے علم میں اللہ کے محبوب ترین بلاد سے ہے اور تو خدائے عزّوجل کے نزدیک محبوب ترین اللہ کی زمین ہے اور تو روئے زمین پر اللہ تعالیٰ

نزدیک خیر اور احب بلغ ہے۔ اگر مشرکین مجھے تجھ میں سے نہ نکالتے تو میں کبھی نہ جاتا۔
حضورؐ عمر کے باون سال پورے کرکے جبکہ بعثت کا تیرھواں سال تھا مکہ مکرمہ
سے مدینہ منورہ (۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو) تشریف لے گئے۔ اور اسی وقت سے حضرت
عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلامی سال کا آغاز فرمایا۔ کمزور مرد۔ عورتیں اور
بچے فوراً ہجرت نہ کرسکے۔ خدا نے جب انکی دعاؤں کو درجہ اجابت بخشا تو وہ بعد از
اپنے ہادیؐ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوگئے۔
ہجرت اور اسکے بعد کے واقعات ہم نے تاریخ مدینہ منورہ میں درج کردئے
ہیں اسلئے انکا اعادہ بیان تحصیل حاصل ہے اور یوں بھی تاریخ مکہ مکرمہ اس
بیان کے لئے موزون نہیں۔ ہاں وہ واقعات ضرور درج کردئے جائینگے
جنکا تعلق اس تاریخ سے ہے۔

حضور علیہ السلام کی رضا سے کعبہ کا قبلہ مقرر ہونا

جس شہر کو احمدؐ کی ولادت سے شرف ہے
مقبول عبادت ہے جو منہ اسکی طرف ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مبعوث برسالت ہوئے تو قبلہ بیت المقدس تھا
آپ مکہ میں نماز اُسی طرف رخ کرکے پڑھتے رہے اور مدینہ میں ہجرت کے بعد بھی قبلہ
بیت المقدس ہی رہا۔ ایک دن ۲ھ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آرزو کی
کہ قبلہ وہ ہونا چاہیئے جسے حضور کے جد حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بحکم خداوندی
طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ یعنی طواف کرنے والوں اور
نماز پڑھنے والوں کے لئے پاک کیا ہوا ہے۔ گو اس میں آجکل سینکڑوں بت رکھے
ہیں۔ یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ جھٹ جبریل امین جبکہ حضور مسجد بنی سلمہ میں جو شہر مدینہ
سے جانب شمال مغرب بفاصلہ تین میل واقع ہے نماز پڑھ رہے تھے یہ منظوری
لیکر حاضر ہوئے۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً

تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُمَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ۔ یعنی اے میرے حبیب۔ ہم تیرے چہرے کی گردش آسمان کیطرف دیکھتے ہیں پس ہم تیرا روئے اقدس اس قبلہ کیطرف پھیرتے ہیں جسکو تو پسند کرتا ہے۔ پس اب مسجد الحرام کیطرف رخ کرلو۔ اور تم جہاں بھی ہو اپنا منہ اسی طرف کرو۔

مقبول ہیں ابرو کے اشارہ پہ دعائیں	کیوں تیر کماندار نبوت کا خطا ہو

یہ مسجد اب مسجدِ قبلتین کے نام سے موسوم ہے۔ یعنی دو قبلوں والی مسجد۔ حضور کی دعا سے کعبہ مسلمانوں کا ایسا مرکز بنگیا جس سے وہ اپنے مضبوط دین کے رشتہ اتحاد کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور ان کے دل میں اسکا اسقدر احترام ہو گیا کہ وہ جہاں بھی ہوں اسیطرف رخ کرکے خدا کی بارگاہ میں سرِ نیاز خم کرینگے اور کبھی گوارا نہیں کرینگے کہ جسکو انکے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے قبلہ بنایا ہے۔ کوئی اسکی طرف پاؤں پھیلائے۔ تھوکے یا پیشاب کرے۔ یہ وہی کعبہ ہے جس میں ہبل کی پرستش ہوتی تھی جس میں تین سو ساٹھ بت خدا بنے پڑے تھے لوگ اسکا ننگے پاؤں طواف کرتے تھے اور اسکی حرمت بالکل زائل ہو چکی تھی۔ مگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکو پھر قبلہ بنا دیا اور نہ صرف شرک وکفر کی نجاست سے پاک کر دیا بلکہ ان لوگوں کو جنکے منحوس وجود کی شامت سے کبھی شرک عود کر آنے کا امکان ہو سکتا تھا انکو جزیرۃ العرب سے ہی پرے نکلوا دیا اور رومِ وصال فرما دیا کہ اب مسلمانوں کے شرک کرنے کا خطرہ ہمیشہ کے لئے نابود ہو چکا ہے۔

حیف ہے نجدی وہابیوں پر جو بات بات میں پرستارانِ توحید پر خلاف فرمانِ نبوی شرک کا فتوے لگاتے ہیں۔ خدا اور رسول سے نہیں ڈرتے حالانکہ مسلمان کبھی مشرک نہیں ہو سکتا۔

مشرکین مکہ کی مدینہ منورہ کی طرف یلغاریں

حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام نے اپنے وطن مالوف کو چھوڑ دیا مگر مشرکین مکہ کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ وہ سینکڑوں میل دور بیٹھکر بھی خدائے واحد کی پرستش کریں۔ وہ ڈیڑھ سال تیاری کرتے رہے اور آخر رمضان سنہ ۲ھ کو ایک ہزار کی جمعیت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دار الہجرت پر چڑھائی کر دی۔ آپ کو اسکا پہلے ہی علم ہو چکا تھا۔ لہذا آپ انکی روک تھام کے لئے تین سو تیرہ (۳۱۳) جان نثاروں کو ساتھ لیکر آگے بڑھے اور بدر پر (جو مدینہ منورہ سے قریبًا اسّی میل کے فاصلہ پر اُس نقطہ پر واقعہ ہے جہاں شام سے مدینہ جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ہو کر گزرتا ہے) قیام فرمایا۔ دشمن نے حملہ کیا مگر اللہ کی نصرت قلیل التعداد مسلمانوں کے شامل حال ہوئی۔ (ملاحظہ ہو آیہ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ الآیۃ) اور مخالفین ایک سو چالیس (۱۴۰) کشتے اور اسیر چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اور حضور علیہ السلام بمعہ صحابہ مظفر و منصور مدینہ منورہ کو مراجعت فرما ہوئے۔ الحمد للہ۔

اسی سال کے ذوالحجہ میں ابو سفیان رئیس مکہ بمعہ دو صد شتر سوار مقتولین بدر کا بدلہ لینے کی قسم پوری کرنے کے لئے تا مقام عریض جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے بڑھے چلے آئے۔ ایک انصاری سعد بن عمر کو قتل کر کے اور چند مکانات اور گھاس کے انبار جلا کے سوگند کو پورا کیا۔ جب مسلمان آئے تو حملہ آور سراسیمگی کی حالت میں سویق (ستو) کی بوریاں جو وہ بطور زادِ سفر ہمراہ لائے تھے پھینک کر بھاگ گئے۔ اسلئے اس لڑائی کو غزوۂ سویق کہتے ہیں۔

چونکہ غزوۂ بدر میں بڑے بڑے سرداران مشرکین مثل ابو جہل اور عتبہ وغیرہ فی النار ہو چکے تھے اور مکہ میں گھر گھر ماتم کی صفیں بچھ گئی تھیں۔ اس لئے مقتولین کے متعلقین نے تہیہ کر لیا کہ اب مکمل تیاری سے مدینہ منورہ پر حملہ کیا جائے

اور مسلمانوں کو بالکل مٹا دیا جائے۔ چنانچہ وہ ایک سال کے بعد پہلے سے کئی گنی زیادہ جمعیت کے ساتھ جوش بڑھانے کے لئے عورتوں کو بھی ساتھ لئے ہوئے مکہ سے روانہ ہوئے اور ۶ شوال ۳ھ کو بمقام اُحد جو مدینہ کے پاس ہی ہے سات سو اللہ والوں سے جا ٹکرائے اور منہ کی کھائی۔ اسلامی تیر انداز مشرکین کو منہزم دیکھکر حضور علیہ السلام کا حکم فراموش کر کے اپنے مورچہ سے باہر آگئے۔ یہ دیکھکر بھاگے ہوئے دشمن خالد بن ولید کی قیادت میں (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو بمعہ حضور علیہ السلام چشم زخم پہنچا مگر آخر بے نیل مرام مکہ واپس چلے گئے

اُحد پر ناکام حملہ کے بعد مشرکین مکہ پھر جنگی تیاری میں سرگرم رہے اور پہلے سے بارہ گنا (بارہ ہزار) مردان جنگی لیکر بڑے آن بان کے احزاب سے مدینہ کے قریب آ گئے۔ حضور علیہ السلام نے مدافعت کے لئے مدینہ کے گرد خندق کھدوائی اسلئے اسے غزوۂ خندق کہتے ہیں۔ اور چونکہ قبائل عرب نے مجتمع ہو کر یہ حملہ کیا تھا اسلئے اسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔ اسلامی بہادروں کی تعداد مشرکین سے چوتھائی (۳ ہزار) تھی۔ مشرکین کا بڑا مایہ ناز ابن عبدود حضرت علی رض کے ہاتھ سے مارا گیا خدا نے دشمنوں پر ملائکہ اور آسمانی بلائیں نازل کیں اور وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلے قرآن حکیم اس پر شاہد ہے ملاحظہ ہو آیۂ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (احزاب)۔

الغرض کئی بار مشرکین مکہ اور انکے حلیفوں نے ہزاروں کی تعداد میں مٹھی بھر مسلمانوں کو کچلنے کی کوششیں کیں مگر ہمیشہ نامراد رہے کیونکہ حق اور تائید الٰہی مسلمانوں کے شامل حال تھی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

مکہ میں ایک عاشق رسولؐ قربانگاہ عشق پر

حضور علیہ السلام کو ہجرت کئے چوتھا سال ہے سعید روحیں جوق جوق دین ہدیٰ میں داخل ہو رہی ہیں تاہم۔ اُحد کے غزوات میں مخالفین منہ کی کھا چکے

ہیں۔ اب وہ مکروفریب سے مسلمانوں کی بیخکنی کے درپے ہیں عضل اور قارہ دو مشہور قبیلوں کے چند آدمی مدینہ حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ ہمنے اسلام قبول کر لیا ہے چند آدمی ہماری تعلیم کے لیئے بھیجئے۔ دس آدمی عاصم بن ثابت کی سرداری میں روانہ کر دئیے جاتے ہیں۔ مقام رجیع پر (مابین عسفان و مکہ) قبیلہ بنو لحیان اشارہ پاکر دوسو مسلح آدمیوں کے ساتھ انکو آگھیرتا ہے۔ آٹھ مردانہ مقابلہ کرتے ہیں جن میں سردار معلبین بھی ہے اور شہید ہو جاتے ہیں شہد کی مکھیاں پڑا ڈالکر حضرت عاصمؓ کی نعش کو بے حرمتی سے بچا لیتی ہیں۔ باقی دو (خبیب اور زید) مخالفوں کے وعدہ امن پر اعتماد کر کے پہاڑ سے نیچے اتر آتے ہیں اور بدعہد انکی مشکیں کس لیتے ہیں اور مکہ میں لاکر بیچ دیتے ہیں۔ حارث بن عامر کے فرزند حضرت خبیب کو اور صفوان ابن امیہ حضرت زید بن ثنیہ کو قتل کرنے کے لیئے خرید لیتا ہے۔ حضرت خبیبؓ اب دشمنان خونخوار کے گھر میں ہیں۔ پاس چھری پڑی ہے۔ بچہ کھیل رہا ہے۔ یہ دیکھ کر بچہ کی ماں سہم جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ یہ تم غلط سمجھیں کہ میں اسکو قتل کر دوں گا۔ مسلمان کا یہ کام نہیں۔ قتل کے لیئے ایک دن مقرر کیا جاتا ہے۔ رؤسا مکہ تماشا دیکھنے آتے ہیں۔ مظلوم سے پوچھا جاتا ہے کہ بتاؤ تمہیں کسطرح قتل کریں۔ آپ جواب دیتے ہیں کہ "جب میں اسلام کے لیئے قتل کیا جارہا ہوں تو مجھکو اسکی پروا نہیں کہ کس پہلو پر قتل کیا جاؤں۔ یہ جو کچھ ہے خدا کے لئے ہے۔ اگر وہ چاہیگا تو میرے جسم کے پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکت نازل کریگا۔ اگر میری کوئی تمنا ہے تو یہ کہ مرنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر لوں"۔ نماز کی اجازت ملجاتی ہے اور وہ اس سے جلد فارغ ہو جاتے ہیں تاکہ مشرکین یہ نہ سمجھیں کہ موت میں توقف ڈالنے کے لیئے نماز کو طول دے رہا ہے۔

دشمن ان کے قتل کے لیئے نیزہ برداروں کو مامور کر دیتے ہیں کہ ان کے جرکوں سے نیزہ پار کر مارو۔ ایک ظالم نیزہ سے آپکا جگر چھید ڈالتا ہے اور پوچھتا ہے کہ "سچ کہنا اگر اسوقت تمہارے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کئے جاتے

تو کیا تم اسکو اپنی خوش قسمتی نہ سمجھتے"۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ "خدا کی قسم میں تو یہ بھی نہیں پسند کرتا کہ میری جان بچانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں ایک کانٹا کی نوک بھی چبھے"۔ الغرض حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ عاشق صادق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہایت عذاب سے شہید کر ڈالا جاتا ہے ؎

بجرم عشق تو ام میکشند و غوغائے است
تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائے است

بخدا جسقدر جان نثار صحابہ حضور علیہ السلام کو ملے اور کسی نبی علی نبینا و علیہ السلام کی قسمت نہیں ہوئے اور یہ انہی کے خلوص و محبت کا اثر تھا کہ یہ مٹھی بھر جان نثاران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیر التعداد دشمنوں پر غالب آ گئے اور حضور علیہ السلام تائید ایزدی الٰہی کی مدد سے مظفر و منصور ہوئے۔

مکّہ کے پاس بیعت رضوان اور صلح حُدَیبیَہ

عرب میں نہ صرف اولاد ابراہیم بلکہ دیگر قبائل بھی کعبہ کو اپنا قبلہ تصور کرتے تھے مسلمان گو مکّہ سے ہجرت کر گئے مگر وہ اپنے اَبّ بزرگوار جسکی وہ ملت تھے مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ کے بنا کردہ بیت اللہ کی زیارت کرنا اپنا مذہبی فرض اور آبائی حق سمجھتے تھے اور اپنے وطن (مکّہ) کی یاد انہیں ہر وقت بے قرار رکھتی تھی۔ عرب میں ہر وقت خانہ جنگی کا بازار گرم رہتا تھا مگر وہ چار مہینے جو اشہر حُرُم کہلاتے تھے لڑائی موقوف کر کے مکّہ میں جمع ہو کر اپنے اپنے طریق پر مذہبی مراسم ادا کرتے تھے اسی آبائی حق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضور علیہ السلام مع چودہ سو (۱۴۰۰) صحابہ کرامؓ کے ۶ھ میں مدینہ سے عازم مکہ معظمہ ہوئے۔ قریش مکّہ کے رفع اشتباہ کے لئے کوئی ہتھیار ساتھ نہ لیا۔ صرف عرب کے سفر کا ضروری آلہ تلوار پاس تھی وہ بھی نیام میں۔ قربانی کے اونٹ ساتھ تھے۔ اور کوئی ایسا سامان نہ تھا جس سے لڑائی کی نیت کا گمان ہی ہو سکے حضور کا مقصود صرف عمرہ کرنا تھا مگر قریش نے کہلا بھیجا

کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں نہ آنے دینگے۔ حضور نے جواب دیا کہ "ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں لڑائی کرنے نہیں آئے۔ قریش لڑائیوں سے پہلے ہی خستہ ہو چکے ہیں ہمیں ایک مدت کے لئے صلح کر لینا چاہیئے۔ ملکی مجھے عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اگر وہ اسپر بھی راضی نہیں تو اس خدا کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے میں یہانتک لڑونگا کہ میری گردن الگ ہو جائے اور خدا کو جو فیصلہ کرنا ہو کر دے"۔ مکہ کے جوان تو یہ پیغام بھی سُننے کو تیار نہ تھے مگر ایک بوڑھے (عروہ بن مسعود ثقفی) نے انکو سمجھایا اور اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ انکا نمائندہ بنکر جائے اور گفتگو سے صلح کرے۔ چنانچہ وہ حاضر خدمت نبوی ہوا۔ اور کہا "محمد فرض کرو کہ تمنے قریش کا استیصال کر دیا تو کیا اسکی اور بھی کوئی مثال ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود برباد کر دیا ہو۔ اسکے سوا اگر لڑائی کا رخ بدلا تو تمہارے ساتھ یہ جو بھیڑ ہے گرد کی طرح اُڑ جائے گی"۔ حضرت ابوبکرؓ کو یہ سنکر غصہ آیا اور درشتی آمیز لہجہ میں کہا کہ کیا تمہیں بد گمانی ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر بھاگ جائینگے"

چونکہ عروہ پر صدیق اکبرؓ کا احسان تھا اسلیئے وہ سخت جواب سنکر بھی خاموش رہا۔ عروہ نے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ اور ایک دو دفعہ اس نے عرب کے عام دستور تکلم کے مطابق اپنا ہاتھ حضور کی ریش مبارک کو لگایا۔ مغیرہ بن شعبہؓ حضور کی پشت پر ہتھیار لگائے کھڑے تھے اس جرأت کو گوارا نہ کر سکے اور کہنے لگے "عروہ اپنا ہاتھ ہٹالے ورنہ یہ ہاتھ بڑھ کر واپس نہ جائیگا"۔ یعنی میں اسے تلوار سے قلم کر دوں گا۔

صحابہؓ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ حیرت انگیز منظر عقیدت عروہ کو ازحد مؤثر ہوا۔ اور اس نے قریش سے جاکر کہا کہ میںنے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں یہ عقیدت اور وارفتگی کہیں نہیں دیکھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے۔ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ اُنکے وضو سے گرتے ہوئے پانی پر خلقت ٹوٹ پڑتی ہے۔ اُن کے

تھوک کو عقیدت کیش ہاتھوں ہاتھ لینے اور چہرہ اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔ شیعوں کو صحابۂ کرام سے جو بغض ہے اُسکی کس کو خبر نہیں۔ مگر حقیقت چھپائے نہیں چھپ سکتی چنانچہ مصنف حملۂ حیدری ہمارے مضمون بالا کو بزبان عروہ یوں بیان کرتا ہے ؎

کہ من آنچہ دیدم زیارانِ او	ازاں سر بکف جاں نثارانِ او
در ایران و در روم و در زنگبار	ندیدم زنیک و بدِ آن دیار
کہ دارند پاسِ شہ خود چنیں	بسا بندہ بر نقش پالیش جبیں
محمد گر اندازد آب دہن	براں آب خوں میکنند انجمن
کہ گیرند آں آب ومالند رُو	وزاں آب تازہ کنند آبرو
دگر ہر کرا بینی از مہتراں	کنند کفشش او پاک چوں کہتراں
بر آب وضوئش نزاعے کنند	کہ خواہند سرہائے خود بشکنند

قریش عروہ کی تقریر پر نہ پسیجے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کی سواری کے اونٹ کو جسپر آپنے اپنے ایک قاصد کو خبر لانیکے لئے بھیجا تھا مار ڈالا۔ اور سوار (خراش) پر بھی ہاتھ بڑھایا۔ مگر وہ جان بچا کر واپس آگیا۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ایک دستہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جو مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہوا۔ اور حضورؐ نے بکمالِ عفو اُسے رہا کر دیا۔ اسکے بعد پھر آپنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیجا مگر قریش نے اُنہیں قید کر لیا مشہور یہ ہوا کہ وہ قتل کر دئے گئے حضورؐ نے قصاص لینے کے لئے صحابہ سے جان نثاری کی بیعت لی کہ رسولِ رسولِ خدا کا بدلہ لینے میں اپنی جانوں کو قربان کر دینگے۔ یہ بیعت بیعت الرضوان کے نام سے مشہور اور قرآن کی سورۂ فتح میں مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو (لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الآیۃ) اس بیعت کی خبر نے قلوب قریش پر اثر کیا اور وہ گفتگوئے صلح کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ انکی طرف سے سہیل بن عمرو نے آکر صلح کی اسکی رو سے مسلمانوں کا مکہ میں داخلہ سالِ آئندہ پر موقوف رہا۔ یہ بھی قرار پایا کہ قریش مکہ

بس محصور مسلمانوں کو واپس نہ کریں مگر مسلمان انکے آدمیوں کو جو مدینہ میں جائیں واپس کردیں۔ نیز قبائل کے ساتھ معاہدہ کرنے میں فریقین کو آزادی دیگئی۔ ان شرائط کو تسلیم کرنے میں ہر مسلمان کو تامل تھا وہ اسے اپنی بڑی ہتک تصور کرتے تھے مگر رسول خدا کے حکم کے سامنے وہ دم نہ مار سکے اور دل پر جبر کرکے واپس لوٹے۔ واقعات نے ثابت کردیا کہ یہ بظاہر سنگین شرائط اسلام کے لئے بہت مفید تھیں۔ لڑائی ختم ہونے سے قریش کو دین اللہ پر غور کرنیکا موقع ملا مسلمانوں کا مکہ میں قیام اشاعتِ اسلام کا موجب بنا اور اہل مکہ جو مدینہ سے واپس آئے وہ اخلاق محمدی کا خوشگوار اثر لیکر آئے۔ یہ بھی دین اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ ہوا۔ چنانچہ اس عرصۂ صلح میں بہت سے جلیل القدر قریش (خالد بن ولید فاتح شام اور عمر بن عاص فاتح مصر وغیرہ) مشرف باسلام ہوئے آخر متعصب قریش کو خود ہی ان شرائط سے دست بردار ہونا پڑا۔ اور انہوں نے مکہ میں روکے ہوئے مسلمانوں کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

فتح مکہ بدستِ رسول اللہ علیہ افضل التحیہ

معاہدۂ صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب جسکے چاہیں حلیف بنجائیں کوئی تعرض نہ کریگا یعنی وہ آزاد ہیں کہ قریش سے ملیں یا مسلمانوں سے اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ جسکا کوئی حلیف ہو اسکا شریکِ رنج وراحت ہونا۔ اور مدد کرنا دوسرے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ قریش نے معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی یوں کی کہ انہوں نے اپنے حلیف قبیلہ بنو بکر کو حضور علیہ السلام کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کرنے میں ہتھیاروں سے مدد دی۔ یہ لوگ بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ گزیں ہوئے اور خدا کا واسطہ دیکر طالب امان ہوئے مگر نہایت بے رحمی سے انکو قتل کردیا گیا۔ اور واسطہ کو یہ کہکر ٹھکرا دیا کہ لا الٰہ الیوم (آج کوئی خدا نہیں) ان مظلوموں میں سے چند آدمی کسی طرح جان بچا کر حضور علیہ السلام کے پاس تظلم کو آئے

اپنی مظلومیت کی داد چاہی اور اپنی داستانِ درد کو نظم میں بیان کیا جسکا آخری مصرعہ تھا " فَقَتَلُوْنَا رُکَّعًا وَّ سُجَّدًا " یعنی ہمیں رکوع و سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا گیا۔

یہ دردناک واقعہ سنکر حضور علیہ السلام نے دس ہزار قدوسیوں کے لشکر کے ساتھ مکہ معظمہ کا رخ کیا اور بغیر کسی قابل ذکر خونریزی کے رمضان ۸ھ میں فتح حاصل کر لی۔ صرف اس پُرجوش دستہ کا جو ۸ھ کے مشرف باسلام شدہ حضرت خالد بن ولید کی سرداری میں تھا قریش سے مقابلہ ہوا جس میں بارہ کفار مقتول اور دو مسلمان شہید ہوئے۔

مکّہ معظمہ میں حضور علیہ السلام کی شانِ رحیمی

تمام اہل مکّہ طوعًا و کرہًا اسلامی لشکر کے سامنے سپر افگن ہو گئے اب وہ بالکل حضور علیہ السلام کے رحم پر تھے۔ انکی حد سے بڑھی ہوئی ایذا رسانی اور پرلے درجہ کی دشمنی کی سزا تو یہ ہونا چاہئے تھی کہ ان میں سے ہر ایک پر فردِ جرم قائم کی جاتی۔ اور سب قصاص میں کیفر کردار کو پہنچائے جاتے۔ مگر جب وہ بارگاہِ رسالت میں ان الفاظ میں طالب عفو ہوئے جنکا نقشہ بوستانِ سعدی میں موجود ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فرما کر سب کے گناہوں پر خطِ عفو کھینچ دیا ؎

نہ یوسف کہ چندیں بلا دید و بند	چو حکمش رواں گشت و قدرش بلند
گنہ عفو کرد آلِ یعقوب را	کہ معنی بود صورتِ خوب را
بضاعاتِ مزجاتِ شاں رد نہ کرد	بکردارِ بد شاں مقید نہ کرد
ز تو ہم چنیں چشم داریم نیز	بدیں بے بضاعت ببخش اے عزیز

مجمل! مقصر بکار آمدیم
گنہگار و امید وار آمدیم

غور کریں تو حضور علیہ السلام کی شانِ رحیمی حضرت یوسف علی نبینا و علیہ السلام سے بہت بڑھی ہوئی نظر آئے گی۔ برادرانِ یوسف نے اس سے بڑھکر اور کچھ نہیں کیا کہ از چاہ برآمدہ بھائی کو دام لیکر بیچدیا۔ جان لینے کے درپے تو نہ ہوئے۔ مگر برادران و اعمام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دقیقہ جان ستانی اور تکلیف دہی کا فروگذاشت نہ کیا۔ حضور علیہ السلام اور آپ کے متبعین کو وطن میں برسوں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور کئی بار جان لینے کی ناکام کوشش کی۔ آخر مجبور ہوکر انہیں ترکِ وطن کر کے یثرب کو اپنا مدینہ بنانا پڑا۔ وہاں بھی دشمنوں نے چین نہ لینے دیا۔ اور پے در پے حملے کئے کہ خدائے واحد کے پرستاروں کو مٹا دیا جائے۔ مدافعت میں حضور علیہ السلام کے کئی جان نثار اصحاب و اقارب کی جانیں گئیں اور حضور خود بھی زخمی ہوئے مگر اس سراپا رحمت رؤف و رحیم نے ظالموں اور قاتلوں کے تمام جرائم قتل و غارتگری کو نظر انداز کر دیا اور کچھ باز پرس نہ کی۔

ان مکیوں میں وحشی بھی تھا جس نے چھپکر حضور علیہ السلام کے رضاعی بھائی اور پیارے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حربہ چلا کر شہید کر ڈالا تھا۔ ہندہ بھی تھی جس نے احد میں شہید کا کلیجہ نکال کر چبا لیا تھا۔ اور شہداء کے ناک کان کاٹ کر اور ان کو سلک میں پرو کر ہار بنایا تھا۔ ابو سفیان بن حارث ابو سفیان بن حرب عکرمہ بن ابو جہل بھی تھے جنہوں نے مخالفت میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ ہبار بھی تھا جس نے حضور علیہ السلام کی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے نیزہ مار کر هودج سے گرا دیا تھا۔ جسکے صدمہ سے وہ باسقاط حمل فوت ہو گئی تھیں۔ مگر جب ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا جو حضور علیہ السلام کا مقصد بعثت تھا تو حضور نے ان کے تمام گزشتہ جرموں کو معاف کر دیا۔ اس عفو فرمانی کا یہ اثر ہوا کہ وہی لوگ جو اسلام کے سخت ترین دشمن تھے خالص و مخلص خدام دین بنگئے اور انہوں نے اعدائے دین کے استیصال میں جو کام کئے وہ تاریخ اسلام میں سنہری حروف میں منقوش ہیں۔

اہلِ مکہ کی بیعت اور شرائطِ بیعت

جب حضور علیہ السلام بخیر و خوبی رونق افزائے مکہ معظمہ ہو گئے تو اسکا اہل مکہ اور اسکے گردو کے قبائل پر خوشگوار اثر پڑا اور وہ جوق جوق مشرف باسلام ہونے لگے۔ ان میں ابھی تک ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے چالیس ہزار کے لشکر اصحاب فیل کو ابابیل کے سنگریزوں کی مار سے نیست و نابود ہوتے دیکھا تھا۔ ان کی قوی روایات اس امر کی شاہد تھیں کہ کوئی شخص جو اللہ کی نصرت سے منصور نہ ہو مکہ فتح نہیں کر سکتا۔ پس وہ آ آ کر حضور علیہ السلام کی بیعت کرنے لگے۔ حضور علیہ السلام اُن سے ان شرائط پر بیعت لیتے تھے (۱) شرک نہیں کرینگے (۲) چوری اور لوٹ مار کے مرتکب نہیں ہوں گے (۳) زنا کے پاس بھی نہ جائیں گے (۴) ناحق خون نہیں کریں گے (۵) لڑکیوں کو نہیں مارینگے (۶) کسی پر بہتان نہیں لگائیں گے (۷) حضور علیہ السلام کی اطاعت کرینگے۔ عورتوں سے یہ مزید اقرار لیا جاتا تھا کہ وہ کسی کے سوگ میں (۱) منہ نہیں نوچیں گی (۲) طمانچوں سے چہرہ نہیں پیٹیں گی (۳) سر کے بال نہیں گھسوٹیں گی (۴) گریبان چاک نہیں کریں گی (۵) سیاہ کپڑے نہیں پہنیں گی (۶) قبروں پر سوگواری میں نہیں بیٹھیں گی۔

کلیدِ درِ کعبہ کی حوالگی

عثمان بن ابی طلحہ کا خاندان مدت سے خانہ کعبہ کا کنجی بردار چلا آتا تھا۔ ابتدائے نبوت میں ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے کہا تھا کہ ذرا بیت اللہ کا دروازہ کھول دو اور اس نے انکار کیا تھا۔ حضور نے فرمایا تھا کہ دیکھ لینا ایک دن اسکی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ پھر میں جسے چاہوں گا دونگا۔ عثمان نے جواب دیا تھا کہ کیا اُس روز تمام قریش ذلیل و تباہ ہو جائیں گے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ایسا نہیں ہوگا بلکہ وہ اور بھی معزز و ممتاز ہو جائیں گے۔ جب مکہ فتح ہو گیا

تو کلید کعبہ حضور علیہ السلام کے دستِ مبارک میں تھی حضرت عباس رضؓ نے اسے بنی ہاشم کو سپرد کر دینے کا مشورہ دیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْبِرِّ وَالْوَفَاءِ۔ (آج کا دن نو سلوک کرنے اور پورے عطیات دینے کا ہے) پس حضور علیہ السلام نے وہ کنجی عثمان ہی کو دی اور فرمایا کہ جو کوئی تم سے اسے چھینے گا وہ ظالم ہو گا۔ چنانچہ وہ کلید اب تک اسی خاندان میں متداول چلی آتی ہے۔ جسے نبی مختار دے اس سے کون لے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حجِ اوّل کو کیوں مکہ میں تشریف لائے؟

مسلمانوں پر حج ۹ھ میں فرض ہوا۔ مگر جو تاریخ حج کے لئے پرانی رسم کے مطابق مقرر ہو چکی تھی۔ وہ اس سال خاص ذوالحجہ کے مہینہ میں نہ تھی بلکہ قاعدہ نسی[1] کے مطابق جسکی رُو سے عرب تاریخوں کو اپنے فائدہ کے لئے بدل لیا کرتے تھے۔ ذوالقعدہ میں حج مقرر ہوا۔ نیز عام رواج کے مطابق اہل عرب (زن و مرد) خانہ کعبہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے تھے۔ اور حضور کو یہ بے حیائی کا منظر دیکھنا گوارا نہ تھا۔ اسلئے حضور نے اس سال حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت علی رضؓ کو روانہ فرمایا جیسا کہ کسی دوسری جگہ مذکور ہوا ہے کہ وہ جا کر منادی کر دیں کہ آئندہ کوئی شخص بحالت برہنگی طواف کرنے نہ پائیگا۔ چنانچہ مجمع عام میں ضروری احکام متعلق حج سنا دئے گئے اور حضور اگلے برس اس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے یہ آپکا پہلا اور آخری حج تھا اور اسطرح مسلمانوں کو ہر موسم میں سعادت حج حاصل کرنیکا موقع حاصل ہو گیا تاکہ سختی برداشت کرنی نہ پڑے۔ [illegible]

---

[1] اہل عرب شمسی اور قمری سال میں موافقت پیدا کرنیکے لئے ہر تیسرے سال ایک مہینے کو پیچھے ہٹا دیا کرتے تھے کیونکہ تین سال میں قمری سال بقدر ایک ماہ کے شمسی سال سے گھٹ جاتا ہے اس کمی کرنیکا نام اُنکی اصطلاح میں نسی تھا۔ اہل عرب کی غرض اس سے حج کے زمانہ کو ایسے موسم میں لانا تھا جس میں نہ سخت گرمی ہو نہ سردی تاکہ مال تجارت کی خرید و فروخت میں آسانی ہو۔ یہ لوگ صرف محرم اور رجب کی تاخیر میں نسی کیا کرتے تھے چنانچہ وہ محرم کو صفر اور رجب کو شعبان کر دیتے تھے۔ اس عمل سے ہر تیسویں سال حج قمری اپنے اصل مرکز پر آجاتا تھا جب حضور نے ۱۰ھ میں حج کیا تو [illegible] قدرتاً صحیح تاریخ پر تھا اسلام نے نسی کو حرام قرار دیا۔

حضرت صدیق اکبر کا امیر الحاج ہو کر مکہ معظمہ کو روانہ ہونا

حضور علیہ السلام فتح مکہ کے بعد اپنے جان نثار صحابہ کو لے کر مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے اس کے ایک ماہ بعد (یعنی شوال ۸ھ میں) غزوۂ حنین و اوطاس میں فتح و ظفر نے آپ کے قدم چومے۔ ۹ھ میں سریہ بنو طے بخیر و خوبی طے ہوا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام غزوۂ تبوک پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے بھی مظفر و منصور واپس تشریف لائے۔ اسی سال حج فرض ہوا حضور نے اپنے یارِ غار افضل البشر بعد از انبیاء یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج بنا کر مکہ معظمہ بھیجا۔ تاکہ وہ مسلمانوں کو حج کرائیں۔ ان کی روانگی کے بعد سورۂ برأت نازل ہوئی جس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح میں آیۂ غار بھی تھی۔ اور مشرکین کو بیت اللہ میں داخل ہونے کی ممانعت کے احکام بھی تھے۔ یہ آیات دے کر حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عقب میں روانہ فرمایا مکہ پہنچ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مسائل حج بتا کر مسلمانوں کو حج کرایا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دربارِ رسالت کی آیات مشتمل بر احکام[1] متعلق عہد با مشرکین و مدح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پڑھ کر سنائیں۔ جنمیں حضرتِ ابو ہریرہ نے بھی آپ کی مدد فرمائی۔ حج سے فارغ ہو کر امیر الحاج (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) بمعہ دیگر صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کو واپس تشریف لائے۔ اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فریضۂ حج اول کی بجا آوری کے لیے اپنا قائم مقام بنا کر مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

حضور علیہ السلام کا مکہ میں آخری حج اور خطبہ

۱۰ھ کے حج کیلئے حضور علیہ السلام بنفس نفیس تشریف فرمائے مکہ معظمہ ہوئے۔ اس

[1] وہ احکام یہ تھے (۱) آئندہ سے مکہ خالص خدا پرستوں کا شہر ہے۔ کسی بت پرست کو یہاں آنے کی اجازت نہ ہوگی (۲)، کوئی شخص حسب دستور جاہلیت ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کر سکے گا۔ (۳) جن لوگوں سے کوئی خاص عہد و پیمان رکھتے ہیں۔ وہ وقتِ مقررہ تک اسی حالت میں رہیں گے باقی لوگ چار مہینے کے اندر اپنے ملکوں کو چلے جائیں۔ پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا

وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار امتی فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے آپ کے ساتھ تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کو مخاطب کر کے یہ خطبہ[ا] سراپا ہدایت ارشاد فرمایا۔

"مسلمانو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی اس شہر کی اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔"

"مسلمانو! میں تمہیں تمہارے غلاموں کے متعلق توجہ دلاتا ہوں کہ جو خود کھاؤ۔ وہی ان کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔"

"مسلمانو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔"

"مسلمانو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو اپنے خاندان کا ہے۔ یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا۔ اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا۔ میں چھوڑتا ہوں جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیامیٹ کر دیا۔ پہلا سود اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں۔ وہ عباس بن مطلب کا سود ہے۔ وہ سب کا سب چھوڑ دیا گیا۔"

"مسلمانو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے انھیں بیویاں بنایا۔ اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال کیا تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ غیر کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں کہ اس کا آنا تم کو ناگوار ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو تکلیف دہ نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ۔ اچھی طرح پہناؤ۔ عورت کو اپنے شوہر کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں۔ قرض ادا کیا جائے۔ عاریت واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹایا جائے۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔"

"مسلمانو! مذہب میں مبالغہ اور غلو سے بچو۔ کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئیں۔"

"مسلمانو! مجرم اپنے جرم کا آپ کا ذمہ دار ہے۔ بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کا جوابدہ باپ نہیں۔"

[ا] جو خطبہ تاریخ مدینہ میں درج ہے۔ یہ اس سے زیادہ مکمل ہے۔ ۱۲

"مسلمانو! اگر کوئی حبشی یعنی بریدہ غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔

"مسلمانو! میں تمہارے لیے وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ "قرآن" اللہ کی کتاب ہے۔

"مسلمانو! خدا نے ہر حقدار کو (از روئے وراثت) اس کا حق دے دیا اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔ بچہ اس کا ہے جس کے فرش پر پیدا ہو۔ زنا کار کے لیے پتھر (سنگساری) ہے اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے مولا کے سوا کسی اور طرف اپنی نسبت کرے اس پر خدا کی لعنت۔

"مسلمانو! نہ تو میرے بعد کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے اب سنو! کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور پنجگانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ دلی خوشی کے ساتھ دیا کرو۔ خانہ خدا کا حج بجا لاؤ۔ اور اپنے اولیاء کے امور و احکام کی اطاعت کرو۔ جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہو گے۔

"مسلمانو! قیامت کے دن تم سے میری بابت دریافت کیا جائے گا۔ مجھے ذرا بتا دو کہ تم کیا جواب دو گے۔ سب نے کہا "ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام پہنچا دیئے۔ آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے ہم کو کھوٹے کھرے کی بابت اچھی طرح بتا دیا۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا۔ آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے تھے اور پھر مسلمانوں کی طرف جھکاتے تھے اور فرماتے تھے۔ اے خدا سن لے تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں۔ اے خدا گواہ رہنا کہ یہ لوگ گواہی دے رہے ہیں" اے خدا شاہد رہ۔ کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں۔ اس کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط نازل ہوئی۔ جس میں تکمیلِ دینِ اسلام کا مژدہ ہے۔

حضور علیہ السلام مکہ سے ہمیشہ کے لیے رخصت

حج اور خطبہ سے فارغ ہو کر حضورؐ اپنے دار الہجرت کی طرف واپس ہوئے۔ جب

بمقام خم غدیر ۱۸ ذوالحجہ کو پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ شکایت آپ کے گوش گذار ہوئی کہ انھوں نے یمن کے مال غنیمت کی تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ جب تحقیق کیا۔ تو اس میں شکایت کنندوں کا قصورِ فہم ثابت ہوا۔ اس خبر سے جو جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق سوء ظنی پھیل چکی تھی۔ اس کے ازالہ کے لیے حضور علیہ السلام نے مقام مذکور پر تمام قافلہ والوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک اونچی جگہ پر کھڑا کر کے فرمایا کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ؛ یعنی جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے مراد اس سے یہ تھی۔ کہ میرے محب علی المرتضیٰ کے متعلق ہر قسم کی بدظنی دُور کر کے ان سے محبت و مؤدّت کے سلسلہ میں منسلک ہو جائیں۔ اس سے لوگوں کے دل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے صاف ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے مدینہ منورہ پہنچے اور چند روز کی بیماری کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو واصل بحق ہوئے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے حجرہ میں جہاں آپ کا وصال ہوا۔ چشم ظاہر بین سے نہاں ہو گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

مکہ معظمہ سے ہجرت کے بعد قریبًا گیارہ سال مدینہ منورہ آپ کا مسکن رہا۔ اور اب تک وہیں سبز گنبد میں تمام اُمتیوں سے افضل ترین رفقاء (حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے ساتھ آرام فرما ہیں۔ اور قیامت تک اس دنیا و فیہا سے برتر مقام میں تشریف رکھیں گے۔

حضور یہاں سے مدینہ منورہ پہنچے۔ اور چند روز کی بیماری کے بعد ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ کو واصل بحق ہوئے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کے حجرہ میں جہاں آپکا وصال ہوا چشم ظاہر بین سے نہاں ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

مکہ معظمہ سے ہجرت کے بعد قریباً گیارہ سال مدینہ منورہ آپ کا مسکن رہا اور ابتک وہیں سبز گنبد میں تمام آشیبوں سے افضل ترین رفقاء (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے ساتھ آرام فرما ہیں۔ اور قیامت تک اس دنیا و مافیہا سے برتر مقام میں تشریف رکھیں گے۔

کانِ مکہ کے دس تابندہ گوہر

منقوشہ محمد افضل ابن شریف
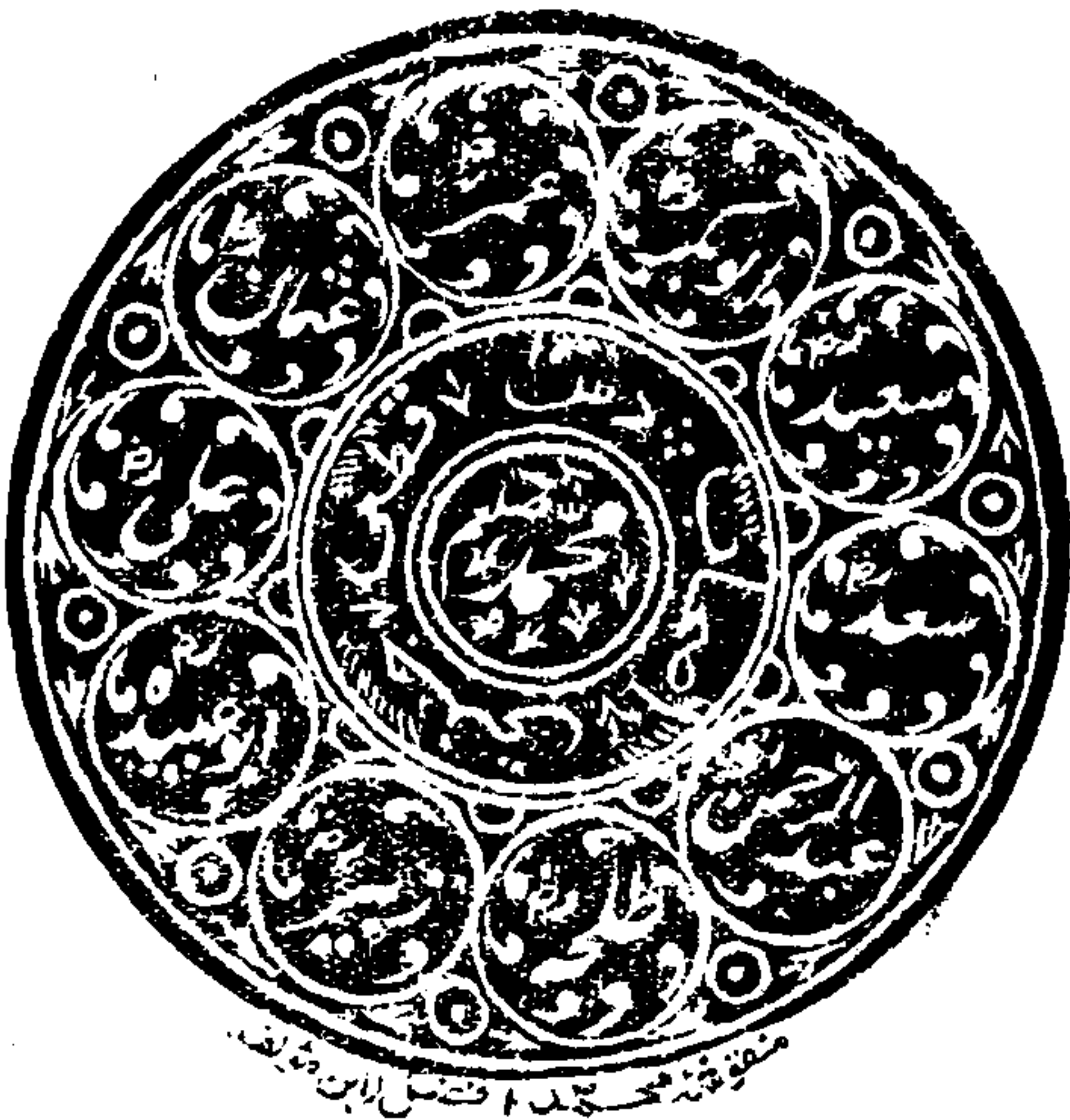
مکہ معظمہ ایک پہاڑی شہر ہے۔ اس سے ایسے نورانی لعل و گوہر نکلے جنکی چمک سے سارا جہان منور ہو گیا۔ اور یہ تابندگی آجکل ہر ذرہ انسان بنتا

نور رب العالمین حضور علیہ السلام کے طفیل حاصل ہوئی۔ یہ لعلہائے درخشاں قریش کی صلب سے تھے۔ ان کو عشرہ مبشرہ (یعنی دس جنتی) کہتے ہیں۔ ان کا مرتبہ بعد از انبیا تمام مخلوقات سے بڑھکر ہے۔ حضور علیہ السلام سے ان کے تعلقات نسبی اور خدمات دینی سننے سے پہلے ان کے اسماء مبارکہ یاد کر لو۔

دس وہ قطعی جنتی اصحاب خیر المرسلیں — خدمت دیں سے ہے جنکی گویا جنت زرخرید
ہیں وہ بوبکرؓ و عمرؓ۔ عثمانؓ و حیدرؓ اور زبیرؓ — بوعبیدہؓ سعدؓ و طلحہؓ عبد رحمنؓ و سعیدؓ

یہ سچ ہے کہ لعل کی قدر کان سے نکلکر ہی ہوتی ہے۔ مکہ کے سنگدلوں نے ان کی قدر و قیمت نہ پہچانی۔ جونہی یہ معدن مکہ سے باہر نکلے خلق خدا کے سرتاج بنگئے۔ قابل صد ستائش و مبارکباد ہے مکہ جس نے اپنی کان سے ایسے گوہر گرانمایہ اور اپنے آسمان سے ایسے نجوم درخشندہ پیدا کئے۔ اب انکا اجمالی شجرہ نسب ملاحظہ ہو۔

فہر
حارث — حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (۶)
کعب
مرہ
عدی
کلاب — یقظہ — تیم
رزاح — عویج
قصی — زہرہ
مخزوم
خطاب — عمرو
عبد مناف — عبد الدار
حضرت ابوبکر صدیق اکبر (۱) — حضرت طلحہ (۸)
زید — حضرت سعید (۱۰)
آمنہ
حضرت محمد رسول اللہ
فاطمہ — خدیجہ
عبد المطلب — ابو العاص
حضرت زبیر (۵)
عبد اللہ — ابو طالب — بیضا
حضرت علی (۴)
عفان — حضرت عثمان (۳)
سیدہ فاطمہ — سیدہ رقیہ
حضرت عبد الرحمن بن عوف (۹)
آمنہ
حضرت سعد (ابن ابی وقاص) (۷)
حضرت عمر فاروق اعظم (۲)
ام کلثوم بنت علی
زینب
عبد اللہ
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نوٹ) شجرہ کے خطوط پر جہاں ↓ نشان ہے وہاں چند پشتیں متروک ہیں۔

ان دس جنتیوں کا مختصر ذکر خیر

۱۔ **حضرت ابوبکر صدیق** رضؓ۔ مردوں میں سے سب سے پہلے ایمان لائے سفر و حضر میں صلح و جنگ میں حضور نبی علیہ السلام کے رفیق رہے۔ آپ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ حضور کی محبوب ترین بیوی تھیں حضرت بلال وغیرہ مسلمانوں کو جو کفار کی غلامی میں بوجہ مشرف باسلام ہونے کے گرفتارِ بلا تھے زرِ خطیر ادا کر کے آزاد کرایا۔ اپنا تمام مال مسلمانوں کے مفاد میں صرف کر دیا۔ رسول اللہ صلے نے فرمایا کہ ہم نے اور سب کے احسانات کا بدلہ دے دیا مگر صدیق رضؓ کے احسانات برابر ہمارے سر پر ہیں۔ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں امام جماعت بنائے گئے اور خود حضور نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس سے پہلے وہ امیر الحاج بنا کر فریضہ حج ادا کرنے کے لئے بھیجے جا چکے تھے۔ اسی دلیل پر حضور نبی ﷺ کے وصال کے بعد بلا وقت آپ کی خلافت پر اجماع امت ہو گیا اور آپ نے اپنے عہد میں یمامہ کو فتح کر کے مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کو۔ اور مقام صنعا میں اسود بن کعب العنسی کو جس نے ادعائے نبوت کیا تھا قتل کیا۔ منکرین زکوٰۃ کی سرکشی کو دور اور شام کو فتح کیا۔ جب آپ نے رحلت فرمائی تو ملک عرب اور اس کے مضافات میں مسلمانوں کا سکہ بیٹھ چکا تھا اور دنیا میں اسلامی فتوحات کے لئے مستحکم بنیاد قائم ہو گئی تھی۔ آپ کی وفات ۶۳ سال کی عمر میں ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو ہوئی اور آپ اپنے محبوب سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں قیامت تک کے لئے آرام فرما ہو گئے۔

۲۔ **حضرت عمر فاروق اعظم** رضؓ۔ جس وقت تک آپ ایمان نہ لائے تھے اسلام ظاہر نہ ہوا۔ آپ کے مشرف باسلام ہو جانے سے کفار کے حوصلے پست اور مسلمانوں کے بلند ہو گئے۔ آپ ہمیشہ باطل پر غالب رہے اور کسی مخالف کو مجال دم زدن نہ ہوئی۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ حضرت علی رضؓ کے داماد تھے۔ چونکہ حضرت صدیق رضؓ کو دنیا میں اسلام کی اشاعت منظور تھی۔ مگر اپنی قلیل مدت خلافت میں وہ اُسے کماحقہٗ تکمیل کو نہ پہنچا سکے۔ اسلئے ان کی نگاہ دوربین نے اس مقصد کے لئے حضرت عمر رضؓ کو انتخاب کیا۔

اور تاریخ نے ثابت کر دیا کہ یہ فرعہ انتخاب کیسا صحیح پڑا چنانچہ آپ نے دورانِ خلافت میں **بیت المقدس** فتح کیا۔ دمشق کو خالد بن ولید کے ہاتھوں فتح کرایا **میدان دشت میسان**۔ الوقیاد اور یرموک کے معرکے مارے۔ اہواز اور اس کے اضلاع البدم، موسی اشعری کو سرِ عسکر بنا کر فتح کئے جابیہ کی مہم سر کی۔ سنہ ۱۶ھ میں زیر سپاہ سالاری سعد بن ابی وقاص رضہ جلولا کی لڑائی جیتی۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کی سپہ داری میں **قیساریہ** کو مسخر کرایا۔ سنہ ۲۰ھ میں باب الیون کا واقعہ ہوا جس میں عمرو بن العاص سردار لشکر تھے سنہ ۲۱ھ میں نہاوند کی جنگ ہوئی جس کے سپہ سالار نعمان بن مقرن المزنی تھے۔ سنہ ۲۲ھ میں مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھوں آزربائیجان مسخر ہوا سنہ ۲۳ھ میں اصطخر اور ہمدان کی تسخیر ہوئی۔ الغرض قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کا مالک مسلمانوں کو بنا دیا جس سے اعدائے اسلام کے دل پاش پاش ہو گئے اور انہوں نے اسوقت جبکہ آپ دسویں حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کو واپس آئے سازش کر کے ایک مجوسی کو آمادہ کیا جس نے آپ کو ہنگام نماز مسجد میں چھپکر ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ کو جبکہ آپ کی عمر ۵۵ سال کی تھی شہید کر دیا اور یکم محرم کو آپ اپنے ہر دو پیشروؤں کے پاس جا لیٹے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا عدل انصاف مسلمانوں پر شفقت اور کفار پر رعب و داب زبان زد عوام ہے اور آج تک آپ مخالفین اسلام کے محسود بنے ہوئے ہیں اور لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ کی تصدیق ہو رہی ہے ۔

کی ہے حکومت آپ نے کس دھوم دھام سے	ایران سے خراج لیا اور شام سے
شوکت بھی تھرتھراتی ہے حضرت کے نام سے	گر تشنہ ہو تو پوچھ لو تم خاص و عام سے

طہران اور عراق میں سکہ بٹھا دیا
گبروں کا نام ملک عجم سے مٹا دیا

۳۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضہ۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے اور دوسرے داماد ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت رقیہ رضہ کو لیکر حبشہ کو ہجرت کی اور پھر دوسری ہجرت مدینہ منورہ کیطرف فرمائی۔ مسلمانوں کو بیر رومہ کا بہودی مالک پانی بقیمت دیتا تھا پس آپ نے حضرت رسول اللہ کی خوشنودی اور مسلمانوں کی بہبودی کیلئے لیا

وہ کنواں ۲۰ ہزار کو خرید کر مسلمانوں کے لیئے وقف کر دیا۔ اور حسب بشارت نبی ؐ مستحق جنت بنگئے۔ زمین خرید کر مسجد نبوی کو وسعت دی۔ نوسو پچاس اونٹ اور گھوڑوں سے جیش العسرت کی درستی کی اور غزوہ تبوک کے لیئے ۱۰۰۰ اونٹ معہ ساز و سامان جبکہ رسول ؐ نے فرمایا کہ اب عثمان رضؓ کو کوئی خوف حساب نہیں جو چاہے سو کرے نذر کئے بنت رسول اللہ ؐ سیدہ رقیہ رضؓ کی تیمارداری کے سبب وہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے۔ رسول اللہ ؐ نے ان کو مال غنیمت میں برابر شریک رکھا بیعت الرضوان کے وقت وہ رسول اللہ ؐ کی طرف سے سفیر بنا کر مکہ بھیجے گئے تھے اور خود رسول اللہ ؐ نے انکی طرف سے بیعت کی تھی اور اپنے ہاتھ کو عثمان رضؓ کا ہاتھ فرمایا تھا۔ جنگ احد میں آپ بھی منتہزمین میں شامل تھے مگر خدا نے وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ کے فرمان سے سب کی یہ خطا معاف کر دی۔ والحمد للہ علی ذالک۔ حضرت عمر رضؓ کے بعد یکم محرم کو ۶۹ سال کی عمر میں آپ بالاجماع خلیفہ مقرر ہوئے اور آپ کے عہد میں سے اسکندریہ۔ نیشاپور۔ افریقہ۔ قبرس۔ طبرستان۔ کرمان۔ سجستان اور مرو وغیرہ داخل سلطنت اسلامی ہوئے۔ جب آپ نہایت کامیابی سے ۱۲ برس زینت خلافت رہ چکے تو مصر کے باغیوں نے آپ پر خروج کیا۔ آپ ۴۰ روز سے زیادہ عرصہ تک گھر میں محصور ہو کر بیٹھے رہے اور مسلمانوں میں خانہ جنگی گوارا نہ کی اور بحالت قرآن مجید پڑھتے پڑھتے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو شہید اور حسن کوکب میں قریب بقیع دفن ہوئے۔ عثمان رضؓ کا خون بیگناہی بعد میں خوب رنگ لایا اور مسلمانوں کو انکی بیقدری کی کما حقہ سزا ملی اور وہ اپنے ہاتھوں خود ہی ہزاروں کی تعداد میں کٹ مرے۔ اور وہ تلوار جو کفار کی سر اندازی میں مشغول تھی انکے اپنے سروں پر قضا سے مبرم بنکر کھیلنے لگی۔

۴۔ **حضرت علی** کرم اللّٰہ وجہہٗ۔ لڑکوں میں سب سے پہلے آپ بعمر کم از دہ سال ایمان لائے۔ ہجرت نبی ؐ کے وقت آپ حضور ؐ کے بستر پر سو رہے تا کہ کفار جنکا ارادہ صبح اٹھکر شہید کرنیکا تھا یہ سمجھیں کہ حضور موجود ہیں اور اسطرح ہجرت کا موقع ملجائے۔ چنانچہ یہ تدبیر کارگر ہوئی اور جب صبح انہوں نے بجائے نبی ؐ کے علی رضؓ کو دیکھا تو اپنی ناکامی پر ہاتھ ملتے

روئے۔ یہ ایک پہلی سپاہیانہ خدمت تھی جو حضرت علی رضؓ نے سرانجام دی۔ آپ بڑے بہادر تھے کسی سے نہیں دبے جو حریف انکے مقابل آیا اُسے مار گرایا۔ اصحاب ثلاثہ رضؓ کے عہد میں چونکہ مبارز طلب کر کے لڑنے کا موقع نہ تھا اور لڑائیاں بڑے وسیع پیمانے پر ہوتی تھیں۔ اسلئے آپ نے وزارت کا عہدہ قبول کئے رکھا۔ اور مفید مشوروں سے کبھی دریغ نہیں فرمایا۔ حضرت عثمان رضؓ کے بعد آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور اسی شرعیت پر عملدرآمد رکھا جو اصحاب ثلاثہ کا دستور العمل تھی۔ خون عثمان رضؓ پر جھگڑا برپا ہوا نظم و نسق درہم برہم ہوگیا اور پہلوں کے مفتوحہ و مقبوضہ ممالک بھی آپ کے قبضہ سے نکل گئے۔ مخالفین اسلام کی شرارت سے آپ کی حضرت زبیر رضؓ حضرت طلحہ رضؓ اور ام المؤمنین رضؓ سے جنکی تعریف سورۂ نور میں مرقوم ہے لڑائی ہوئی۔ مگر پھر امر حق ثابت ہونے پر صفائی ہوگئی۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضؓ سے مقابلہ ہوا اور جانبین سے بے شمار مسلمان خاک و خون میں تڑپتے نظر آئے۔ انہی مکروہات کے سبب آپنے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو جسے حضرت عمر رضؓ نے آباد کیا تھا اپنا دار الخلافت بنایا اور حضرت معاویہ رضؓ کو نصف مملکت کا سلطان تسلیم کر کے صلح کرلی۔ اور ۱۲ رمضان ۴۰ھ عبدالرحمن ابن ملجم خارجی کے ہاتھ سے زخمی ہوکر بعمر صدیق رضؓ جام شہادت نوش فرمایا اور بالائے کوہ نجف مدفون ہوئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

۵۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ۔ حضرت زبیر رضؓ کے والد کی پھوپھی نبی علیہ السلام کی والدہ کی نانی تھیں۔ آپ ام المؤمنین خدیجہ رضؓ کے بھتیجے اور نبی ﷺ و علی رضؓ کے پھوپھی زاد بھائی اور جناب ختم الرسل ﷺ کے ہم زلف تھے۔ اور آپ کی دادی ہالہ بی بی آمنہ کی بہن تھیں۔ آپ ابوبکر صدیق رضؓ کی تلقین سے والدہ سمیت ابتدائے اسلام میں حضرت عثمان رضؓ کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں سرگرم خدمت رہے۔ پہلے حبشہ کو اور بعد ازاں مدینہ کو ہجرت کی اور تمام غزوات میں جناب مصطفوی میں حاضر رہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر ایک نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر رضؓ ہے ایک دفعہ ایک کام پر خوش ہوکر آپنے انہیں "فداک ابی و امّی" فرمایا (میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں)

حضور علیہ السلام کے وصال پر آپ حضرت علی رض کی بیعت پر رضامند تھے مگر اجماع امت دیکھکر آپ نے بھی حضرت صدیق رض کی بیعت کرلی۔ حضرت عمر رض نے رحلت کے وقت آپ کو بھی خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔ مگر آپ نے اپنا حق حضرت علی رض کو دیدیا۔ جب حضرت عثمان رض کے مکان کا بلوائیوں نے محاصرہ کرلیا تو آپ نے بھی حضرت علی رض اور حضرت طلحہ رض کی طرح اپنے بیٹوں کو پہرہ دار بنا کر بھیجا۔ مگر جب وہ شہید کردئے گئے تو آپ کو بڑا صدمہ پہنچا اور قصاص کے لئے حضرت عائشہ رض اور حضرت طلحہ رض کے ساتھ جنگ جمل میں موافقت کی۔ مگر حضرت علی رض سے ملتے ہی اخوت نے جوش مارا اور حجاز کو مراجعت فرما ہوئے۔ راہ میں جبکہ آپ نماز میں سربسجود تھے ایک شقی ابن جرموز نے ۳۶ھ میں آپکو شہید کردیا اور آپ کی تلوار حضرت علی رض کے سامنے لا رکھی۔ اور مبارک دی آپ نے فرمایا کہ تجھے اس کے بدلے آتش دوزخ کی بشارت ہو۔ آپ بڑے بہادر تھے۔ ۲۰ھ میں مصر کا قلعہ فسطاط آپ نے بکمال شجاعت فتح کیا اور اسکندریہ کی فتح میں بھی آپکا بڑا حصہ تھا۔

۶۔ **حضرت ابوعبیدہ رض بن جراح۔** آپ کا سلسلہ نسب فہر پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب سے جا ملتا ہے۔ آپ بھی حضرت ابوبکر رض کی ترغیب سے ابتدا ہی میں داخل اسلام ہوگئے اور دونوں ہجرتوں میں شامل تھے۔ ہر غزوہ میں شریک رہے۔ احد میں نبی اللہ کی جبین مبارک سے تیر کا پھل نکالتے ہوئے آپکے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔ اور پیشتر ازیں غزوۂ بدر میں جب کہ آپکا باپ عبداللہ کفار کی طرف سے حملہ کرنے کو بڑھا۔ تو آپ نے مقابلہ کرکے اسے ہلاک کردیا۔ حضور علیہ السلام نے چار بار آپ کو مہموں کے سر کرنے کے لئے فوج دیکر بھیجا اور آپ ہمیشہ کامیاب واپس آتے رہے۔ وصال رسول خدا کے بعد حضرت صدیق رض نے حضرت عمر رض کے ساتھ آپکا نام بھی خلافت کے لئے تجویز کیا تھا۔ مگر آپ نے حضرت ابوبکر رض کو افضل جان کر بیعت کرلی۔ عہد صدیق رض میں آپ تسخیر حمص پر مامور ہوئے اور فتح دمشق کے بعد حضرت عمر رض نے آپ کو شام کے عساکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ یرموک حلب اور انطاکیہ کے معرکے

آپ ہی نے سر کیئے اور تسخیر بیت المقدس کے لیئے آپ نے ہی حضرت فاروق اعظم رضؓ کو بلایا تھا۔ ۱۷ھ کو قیصر روم کو آپ ہی نے شکست دی تھی۔ ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں مبتلا ہو کر بمقام اردن شہید ہوئے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح رضؓ ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے اپنی وفات سے پیشتر فرمایا کہ اگر آپ زندہ ہوتے تو میں انہی کو اپنا جانشین بناجاتا۔ اسلیئے چھ آدمیوں کو نامزد کر دیا۔ کہ اتفاق رائے سے ان میں سے خلیفہ انتخاب کرلیا جائے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضؓ کا تقرر عمل میں آیا۔

۷۔ **حضرت سعد بن ابی وقاص** رضؓ۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ننہال میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ حضرت معاویہ رضؓ کے دادا کے بھائی کی بیٹی تھی۔ رسول اللہ آپ کی نسبت کہا کرتے تھے کہ "یہ میرے ماموں ہیں کوئی ایسا ماموں تو لائے"۔ آپ بڑے مستجاب الدعوات اور قادرانداز تھے۔ آپ سب جہادوں میں شریک رہے ہیں آپ کا ہر تیر دشمنوں کے لئے پیغام موت تھا۔ غزوۂ احد میں حضور آپ کو بدست خود تیر دے کر فرماتے جاتے کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تیر پھینکے جا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور آخر راہ فرار اختیار کی۔ حضرت عمر رضؓ نے ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا اور یزدجرد شاہ ایران کو بمقام قادسیہ وغیرہ شکست دیکر اس کے پایۂ تخت پر قبضہ کرنے کا سہرا بھی آپ کے سر باندھا تھا۔ جلولا کا معرکہ مار کر فتح عراق کی تکمیل بھی آپ ہی کے ہاتھ سے ہوئی۔ حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ میں بھی آپ ہی دوبارہ کوفہ کے گورنر ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد جو حضرت علی رضؓ و معاویہ رضؓ میں جھگڑا ہوا۔ اس میں آپ غیر جانبدار رہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے سب کے بعد آپ نے ۵۵ھ میں بعمر بیش از ہفتاد سال وفات پائی اور مقام عتیق سے جو دس میل کے فاصلہ پر تھا۔ آپکا جنازہ کندھوں پر لاکر آپ کو مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا۔

آپکے بھائی عمیر رضؓ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ آپکا بھتیجا ہاشم بن عتبہ جنگ صفین میں حضرت علی رضؓ کے ساتھ شریک تھا۔ مگر افسوس آپ کا بیٹا عمر بن سعد کربلا میں

امام حسین رضؓ کے خلاف لڑا اور بعد از اں قصاص میں اپنے بیٹے حفص سمیت قتل کر دیا گیا۔ محمد بن سعد کو حجاج نے قید کر کے قتل کیا تھا۔

۸۔ **ابو محمد حضرت طلحہ** رضی اللہ عنہ۔ آپ حضرت ابو بکر رضؓ کے دادا (عامر) کے بھائی (عثمان) کے پوتے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی کے داماد اور خود حضور علیہ السلام کے ہمزلف ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے آنحضرت ؐ نے انکا بھائی چارہ کرایا تھا۔ انکی ایک بیوی اُمّ کلثوم بنت ابی بکر رضؓ تھیں۔ جو امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ کے بھتیجے عبداللہ (جد محمد عامل مکہ) کی ساس تھیں آپ چھٹے وہ شخص ہیں جنکو جنت کی بشارت دیگئی تھی۔ غزوۂ اُحد میں حضرت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اسی دن آپنے حضور کی حفاظت کرتے ہوئے جسم پر ۲۴ زخم کھائے اور آپکا ایک ہاتھ بھی کٹ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "طلحہ کے لئے جنت واجب ہوگئی"۔ جنگ جمل میں مروان کے تیر کے زخم سے آپ ۲۰ جمادی الآخر ۳۶ھ کو شہید ہوئے۔ مزار بصرے میں ہے آپکے دو بیٹے حضور علیہ السلام کے چچازاد بھائیوں (ابنان عباس رضؓ) کے داماد تھے ایک لڑکی حضرت علی رضؓ کی اور دوسری عبدالرحمن بن ابوبکر رضؓ کی بہو تھی جس سے بعد ازاں ایک لاکھ درہم مہر پر مصعب بن زبیر رضؓ نے نکاح کیا۔

۹۔ **ابو محمد حضرت عبدالرحمن بن عوف** رضؓ۔ آپ اُسی گھرانے (بنو زہرہ) میں سے ہیں جس سے حضور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ سیدہ آمنہ تھیں۔ آپ کی ماں شفاء رضؓ کو حضورؐ کی والدہ سے بڑی اُلفت تھی۔ آپنے دو دفعہ حبشہ کو ادر پھر مدینہ کو ہجرت کی۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے نویں مومن ہیں۔ تمام غزوات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ اُحد میں ایک ٹانگ میں زخم آجانے کی وجہ سے لنگڑے سے ہوگئے تھے اور بیس زخم علاوہ ازیں کھائے تھے۔ حضورؐ کی دعا سے آپ اتنے مالدار ہوئے کہ غزوۂ تبوک میں جسے جیش العسرت کہتے ہیں آپنے مسلمانوں کی امداد کے لئے ۴۰ ہزار دینار پانچسو گھوڑے اور اتنے ہی اونٹ سازو

سامان سمیت دے ڈالے۔ اسی غزوے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکے پیچھے نماز ادا کی جو ایسی خصوصیت ہے جو کسی کو حضور کی صحبت میں نصیب نہیں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ نے اُمہات المؤمنین رض کے اخراجات اپنے ذمے لئے اور ایک موقعہ پر اپنے مال کی کثرت پر نظر کر کے ۳۰ غلام خرید کر آزاد کئے اور بوجو والوقت ۴۰ بدری صحابیوں کو ۴۰ ہزار دینار تقسیم فرمائے مگر خدا نے آپکے مال تجارت میں اس قدر برکت ڈالی ہوئی تھی کہ جب آپ نے وفات پائی تو آپ کا ترکہ سولہ حصوں پر تقسیم ہوا۔ اور ہر ایک بیٹی کو اسّی ہزار درہم ملے آپ بعمر ۷۲ سال ۳۲ھ میں فوت اور بقیع میں دفن ہوئے۔ شفیع روز محشر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے عبدالرحمٰن تمہارے دنیاوی کام تو خدائے تعالیٰ نے تمہاری خواہش کے مطابق سب نکال دئے رہی آخرت سو اُسکا میں ذمہ وار ہوں۔
آپکے بیٹے ابراہیم نے حضرت سکینہ رض بنت حسین رض سے عقد کیا مگر بعدازاں خلع کرالیا۔ پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رض کی دختر سے نکاح کیا جس سے سعد پیدا ہوئے جو ہشام کے زمانہ میں مدینہ کے قاضی تھے مصعب بن عبدالرحمٰن بڑے بہادر تھے اور عبداللہ بن زبیر رض کے ساتھ حجاج کے مقابلہ میں شہید ہوئے۔

۱۰۔ **حضرت سعید بن زید رض**۔ آپ حضرت عمر رض کے چچا عمرو کے پوتے ہیں۔ فاروق اعظم رض کی بہن فاطمہ رض آپکے نکاح میں تھیں آپکے والد بھی اسلام لائے تھے اور حضور نے فرمایا تھا کہ وہ قیامت کو اکیلے ایک امت کے برابر ہونگے۔ آپ کی بہن عاتکہ پہلے عبداللہ بن ابی بکر رض کے عقد میں تھیں پھر عمر رض بن خطاب سے بیاہی گئیں اور بعدازاں زبیر رض سے۔ حضرت سعید اُن دس شخصوں میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دیگئی تھی۔ آپ حضرت عمر رض سے پہلے ایمان لائے تھے اور آپ ہی کو زدوکوب کرنے کے بعد اور کلام الٰہی سنکر فاروق اعظم رض مشرف باسلام ہوئے تھے۔ آپ مہاجرین اولین میں سے ہیں تمام غزووں میں شریک رہے۔ غنیمت بدر میں آپ کو اور حضرت طلحہ رض دونوں کو حصہ ملا تھا۔ آپ نے ہمیشہ امارت پر جہاد کو ترجیح دی اور کئی بار اسکے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور برابر شام کی لڑائیوں میں شریک اور داد مردانگی دیتے رہے۔ آپنے بھی اصحاب ثلاثہ کے بعد کی خانہ جنگیوں

میں حصہ نہیں لیا اور خانہ نشینی اختیار کئے رکھی ۔ ۵۵ھ میں بعمر ۷۰ سال فوت ہو اور بقیع میں دفن ہوئے ۔ آپ کی ایک بیٹی حضرت حسن مثنیٰ کے عقد میں تھی ۔ دوسری منذر بن زبیرؓ کے اور تیسری عاصم بن منذر کے حبالہ نکاح میں ۔ آپ کے پوتے محمد بن عبداللہ نے یزید کی ہجو کہی تھی ۔

امام حسینؓ مکہ سے کربلا میں

امام حسینؓ ہجرت کے چوتھے سال ماہ شعبان میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور اپنے بچپن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دس سالہ خلافت میں آپ نے شباب میں قدم رکھا غالباً اپنے عہد شباب کا زیادہ عہد عثمانی میں و بعضہ حج ادا کیا ہوگا ۔ اسکے بعد یعنی اپنے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بچپن والے عہد میں جو کوفہ میں تمام ہوگیا آپ کا مکہ کو تشریف لانا کہیں مذکور نہیں اور وہ زمانہ بھی بڑی پریشانی کا تھا جو باہمی جنگ و جدل میں منقضی ہوا ۔ جب حضرت علیؓ نے رمضان ۴۰ھ میں اپنے دارالخلافہ کوفہ میں ایک خارجی شیعہ کے ہاتھوں شہادت پائی تو چھ ماہ کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بڑی دور اندیشی سے حضرت معاویہؓ سے ایک لاکھ وظیفہ پر صلح کر کے مدینہ واپس آ گئے اور زندگی کے باقی سال انہی کی خلافت و اطاعت میں بسر کئے ۔ آپ کی وفات ۵۰ھ کے بعد امام حسین رضؓ نے بھی مدینہ میں دس سال بڑے آرام و اطمینان سے گذارے ۔ جب خال المؤمنین حضرت معاویہؓ چالیس برس شام میں والی امر رہکر رجب ۶۰ھ میں واصل بحق ہوئے تو سلطنت پدر کا وارث یزید اسی اصول پر قرار پایا جو اس سے پہلے حضرت علیؓ کے بعد امام حسنؓ کے جانشین ہونے سے قائم ہو چکا تھا ۔ بیعت کا فرمان مدینہ منورہ میں بھی پہنچا ۔ امام حسین رضؓ نے یہ حکم سنکر وعدہ فردا کیا مگر صبح ہی (۴ شعبان ۶۰ھ) کو وہاں سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں جا مکین ہوئے ۔ غالباً اس وجہ سے کہ حرم میں اُن سے تعرض نہیں کیا جائیگا ۔ یہ خیال درست ثابت ہوا ۔ وہاں آپ ساڑھے تین مہینے مقیم رہے

حضرت اسماء بڑی جنگجو اور دلیر تھیں خاص کر جنگ یرموک میں تو وہ اپنے شوہر کے دوش بدوش ہو کر لڑیں اور کفار پر حضرت زبیرؓ کے ساتھ برابر وار کرتی رہیں۔ ان کی شجاعت کو دیکھ کر مردانِ شمشیر زن رشک کھانے اور بڑھ بڑھ کر کفار کو فی النار کرنے لگے۔

اسماءؓ اُس کوہ وقار باپ کی بیٹی ہیں جسے زمامِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی لاکھوں کی جمعیت رکھنے والے جھوٹے نبیوں مرتدوں اور ایک رکن اسلام (زکوٰۃ) کے منکروں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ بڑے بڑے دلیروں کے حوصلے یہ طوفانِ بے تمیزی دیکھ کر پست ہوئے جاتے تھے مگر یہ اسماءؓ ہی کے والد ماجد (صدیق اکبرؓ) کا دل گردہ تھا کہ ایسے ابتلا کے وقت ان کے پائے ثبات میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی اور حق و استقلال کے طفیل سب مصائب پر غالب آئے۔

حضرت اسماءؓ کے سامنے خلافت راشدہ کا سی سالہ دور ۴۱ھ میں تمام ہوا۔ حضرت معاویہؓ کی پُرسطوت سلطنت کے بیس سال بھی ۶۰ھ میں بخیر و خوبی سرانجام پذیر ہو گئے جن میں حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ نے وظیفہ لیکر مدینہ میں عیش و آرام سے زندگی بسر کی۔ یزید کا زمانہ بھی گذر گیا جس میں سبطِ اصغرؓ بمعہ متعلقین حرمین شریفین سے نکل کر محرم ۶۱ھ میں مبتلائے کرب و بلا ہوئے۔ اور جو عین اُس وقت جبکہ ربیع الاول ۶۴ھ میں مکہ کا محاصرہ شروع تھا دمشق میں مر گیا۔ اب ۷۳ھ ہے۔ اسماءؓ کے لخت جگر عبداللہ حجاز، یمن، خراسان اور عراق پر نو سال سے حکمران ہیں۔ بنی امیہ کے سلاطین میں سے عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج بن یوسف چالیس ہزار فوج سے مکہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ سات ماہ کی محصوری سے تنگ آ کر دوست اور عزیز ابن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ کر غنیم سے ملتے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ دو فرزند (حبیب اور حمزہ) بھی نکل جاتے ہیں۔ اب عبداللہ بالکل تنہا ہیں۔ صرف ایک بیٹا زبیرؓ پاس ہے اور ایک صدیق اکبرؓ کے صدق و وفا کی یادگار۔ وہی اسماءؓ جس کا دل شیروں سے زیادہ مضبوط ہے۔ جس کی بصارت گو

زائل ہو چکی ہے مگر جنکی بصیرت سے روشن ضمیران جہان اکتساب نور کرتے ہیں۔
عبداللہ جو عبادت۔ شجاعت اور ہمت میں یکتا ہیں اپنی مادر مشفقہ (اسماءؓ) کے پاس آتے ہیں اور اپنی بے کسی اور بے بسی کا حال بیان کرکے عرض کرتے ہیں کہ اگر اجازت ہو تو میں حجاج کی اطاعت کر لوں۔ آپ دریافت کرتی ہیں کہ بیٹا! بتاؤ تم نے مقابلہ اپنے آپ کو برحق سمجھکر شروع کیا تھا یا باطل پر۔ اگر تم حق پر نہ تھے تو تم نے بڑا ظلم کیا اور ناحق لوگوں کو مصیبت میں ڈالا۔ اگر تمہیں حق پر ہونے کا یقین ہے تو تم کو ثابت قدم رہنا چاہیئے تاکہ شہادت پاؤ۔

شہادت در رہ آں جانِ جان آہ	بجز از جاں سپردن نیست باللہ
اگر کشتہ شوی برحق تو امروز	بہ بینش حق روی منصور و فیروز
اگر مردی ز مردن رو نتابی	دہی یک جان و صد جاں بازیابی (مراد)

اپنے آپ کو تنہا سمجھکر جان بچانے کے لئے اطاعت کر لینا شریفوں کا کام نہیں۔ کبتک زندہ رہوگے۔ جب ایک دن مرنا ضرور ہے تو یہی بہتر ہے کہ نیکنامی سے مرو۔
عبداللہ نے جواب دیا۔ ماں! میں مرنے سے نہیں ڈرتا۔ مجھے ڈر ہے تو یہ کہ شامی مجھے قتل کرکے میرے جسم سے برا سلوک کریں گے۔ یہ سنکر اسماء بولیں اے فرزند! جب بکری ایک دفعہ ذبح ہو چکے تو پھر اسکی کھال کھینچیں یا اس کے گوشت کا قیمہ کریں اسے کوئی اذیت نہیں پہنچتی۔ یہ سنکر عبداللہ آمنا وصدقنا کہتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں کہ میری یہ لڑائی محض حق کے لئے ہے اور میں آج بخوشی شہید ہوں گا۔ اسماء فرماتی ہیں کہ بیٹا! میرا صبر تیرے حق میں صبر جمیل ہوگا۔ اگر تو میرے سامنے شہید ہوا تو میرے اجر کا باعث ہوگا۔ اور اگر غالب ہوا تو مجھے مسرت ہوگی۔ بسم اللہ آگے بڑھو اور آؤ ماں سے گلے مل لو۔
عبداللہ اپنی مادر مشفقہ سے ملنے آگے بڑھتے ہیں۔ ماں جو ہاتھ پھیرتی ہیں تو بیٹے کے بدن پر زرہ محسوس ہوتی ہے۔ فوراً ہاتھ کھینچ لیتی ہیں اور کہتی ہیں بیٹا! جانِ شہادت کے لیے اور اختیار کرنا ایسے سامان حفاظت!! مجھے پسند نہیں۔

عبداللہ عرض کرتے ہیں کہ یہ بینے محض آپ کے اطمینان کے لئے پہن لی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میرے لئے زرہ وجوشن موجب طمانیت نہیں۔ بلکہ تمہارا حق پر لڑکر مرجانا موجب تسلی ہوگا۔ بیٹا جاؤ! مردانہ وار حملہ آور ہو اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کرکے ماں کو مطمئن کرو۔

عبداللہ برقِ طپاں کی طرح حرم سے نکلتے ہیں اور رعد کی طرح گرجتے ہوئے صفِ اعداء پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور داد شجاعت دیکر جان بحق تسلیم ہو جاتے ہیں۔ دشمن انکی نعش کو تین دن سولی پر چڑھائے رکھتا ہے۔ بوڑھی والدہ کو جب معلوم ہوتا ہے تو فرماتی ہیں کہ کیا ہی اچھا سوار ہے اور کیا ہی اچھی سواری پائی ہے۔

حجاج حضرت اسماء کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور پوچھتا ہے کہ آپ نے مجھے عبداللہ کے معاملہ میں کیسا پایا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ تو نے اُسکی دنیا خراب کی اور اپنی عاقبت برباد کرلی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ بنی ثقیف (حجاج کے قبیلہ کا نام ہے) میں سے ایک دروغگو اور غارت گر پیدا ہوگا سو تو وُہی دروغگو اور غارت گر ہے ؎

دوران بقا چو بادِ صحرا بگذشت	تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ جفا بر من کرد	بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

الغرض۔ یہ شیر دل خاتون جس پر مکہ ہمیشہ ناز کرے گا اپنے لختِ جگر کی شہادت کے تھوڑے ہی دنوں بعد واصل بحق ہو گئیں ؎

اے صبا اے پیکِ دور افتادگاں	اشکِ ما بر خاکِ پاکِ او رساں

(اقبال)

مکہ کو وطن بنا لینے کا مسئلہ

حضور علیہ السلام کے عشاق کے لئے تو حضور ہی کی مثال کافی ہے کہ حضور نے باوجود مکہ اصل وطن ہونے کے قوت حاصل ہونے پر بھی اسے وطن نہیں بنایا۔ صحابہ کرام نے بھی حضور ہی کی تقلید کی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے اصحاب

داولیار کی بہت کم قبریں مکہ میں ہیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو ہر سال برابر حج کو مدینہ منورہ سے مکہ کو تشریف لاتے رہے) حج ہو چکنے کے بعد درّہ لیکر کہتے پھرتے تھے کہ عراق والو جاؤ اپنے عراق کو۔ اے اہل شام! لوٹ جاؤ شام کی طرف۔ اے یمنیو! واپس ہو جاؤ یمن کو۔ کیونکہ تمہارا اپنے اپنے گھروں کو مراجعت کرجانا تمہارے دلوں میں بیت اللہ کی حرمت اور بزرگی کو قائم رکھے گا۔ اسی لئے حضرت امام اعظم اور بعض اصحاب شافعی اور ایک جماعت نے مکہ میں قیام مکروہ یعنی ناپسندیدہ جانا ہے۔ ہاں انکے شاگرد (امام محمد و ابو یوسف) کہتے ہیں کہ اقامتِ مکہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مکاناتِ مکہ کے بیچنے اور کرایہ پر دینے کا مسئلہ

جس طرح علما میں اقامتِ مکہ کا مسئلہ اختلافی ہے اسی طرح مسئلہ مندرجہ عنوان بھی مختلف فیہ ہے۔ بعض علماء کرام مثل حضرت امام اعظم امام مالک اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم مکہ کے مکانات کی بیع اور انہیں کرایہ پر دینے کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک حضور علیہ السلام نے مکہ کو بزور قوت فتح کیا تھا۔ لہذا وہ مال غنیمت ہوا۔ مگر چونکہ حضور علیہ السلام نے اسے تقسیم نہیں کیا بلکہ اپنی حالت پر بحال رکھا لہذا ان کے نزدیک بیع و کرایہ جائز نہ ہوا۔ مگر امام محمد و ابو یوسف شافعی و احمد علیہم الرحمۃ فتح مکہ از روئے صلح سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اسی بالصلح فتح کا نتیجہ تھا کہ حضور علیہ السلام نے مکہ کے مکانات کو انہی کے تصرف میں رہنے دیا جنکے ہاتھوں میں وہ بوقت فتح تھے اسلئے بیع وغیرہ جائز ہوا۔

شبیہ بیرونی غلاف خانۂ کعبہ تیار کردہ مصر

جامۂ کعبہ را کہ مے بوسند	نہ کہ از کرم پیلہ نامی شد
باعزیزے نشست روزے چند	لاجرم ہمچو او گرامی شد

(سعدیؒ)

میرے رشتہ دار حجاج خانہ کعبہ کے بیرونی غلاف کے چار ٹکڑے چوالیس روپیہ کو لائے تھے۔ یہ ایک ہی شکل اور ایک ہی ناپ کے ہیں اور سب پر یکساں حروف بافتہ ہیں۔ ہر ٹکڑا ۲ فٹ لمبا اور ۱ انٹ چوڑا ہے یعنی ۴ مربع فٹ غلاف کے آٹھ پردوں میں سے ایک کی پیمائش ۵۰ × ۱۷ یعنی ۸۵۰ مربع فٹ ہے پس آٹھوں پر دے ۴ مربع فٹ پیمائش کے سترہ سو ٹکڑوں کا مجموعہ ہوئے۔

اس غلاف کے دیدار سے ناظرین تاریخ ہذا کی آنکھیں منور کرانے کے لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ایک ٹکڑے پر جس خط میں کلمہ توحید۔ اللہ اور جل جلالہ سیدھا اور الٹا لکھا ہے اسکی ہو بہو نقل کرائی جائے۔ فرزندم محمد افضل انگریور کی صنعت نقشہ کشی نے میرے شوق کو پورا کیا اور اس نے بڑی احتیاط سے اصل سے سولھویں حصہ کے پیمانہ پر غلاف پر بنے ہوئے پاک کلمات کا ۲۷ صفر ۱۳۵۲ھ کو بعینہ نقشہ اتار دیا ہے۔ امید ہے ناظرین اس کے دیدار سے مسرور و خورسند ہوں گے۔

(نقشہ کیلئے ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ یعنی ۱۲۹)

سلام مولانا جامیؒ

متعلق سے

السلام اے قیمتی تر گوہر دریائے جود
السلام اے آنکہ تاز جبہہ آدم نتافت
السلام اے آنکہ زنگ ظلمت کفر و نفاق
السلام اے آنکہ نامد در ہمہ کون و مکان
السلام اے آنکہ بہر فرش راحت بافت دہر
السلام اے آنکہ ابواب قناعت روز حشر
السلام اے آنکہ تا بود م دریں محنت سرائے

السلام اے تازہ تر گلبرگ صحرائے وجود
نور پاکت کس بنردا زقدسیاں اور اسجود
صیقل تیغ نواز آئینہ گیستی زدود
تیز بیناں را بجز نور تو در چشم شہود
اطلسے رانکش زشب کردند تارازروز پود
جز کلید لطف تو بر خلق نتواند کشود
در سرم سودا و در جانم تمنائے تو بود

صد سلامت می فرستم ہر دم اے فخر کرام
بوکہ آید یک علیکم در جواب صد سلام

تاریخ غلافِ کعبہ

ہجرت سے دو سو بتیس سال قبل سے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کا رواج چلا آتا ہے۔ پہلے تبع ابوکرب اسعد شاہ حمیر نے زرتار چادروں کا غلاف چڑھایا اور کعبہ کے لئے ایک دروازہ اور کنجی بھی بنوائی۔ یہ رسم اسکے جانشینوں میں جاری رہی جو چمڑے اور قباطی (مصری کپڑا) کا غلاف چڑھاتے رہے۔ پھر اور لوگ بھی غلاف کے لئے کپڑے بھیجنے لگے۔ قصیؔ نے غلاف کے لئے قبائل پر سالانہ زر اعانت مقرر کر دیا۔ خلفاء اسلام سے پہلے یہ رواج رہا کہ ابو ربیعہ بن مغیرہ ایک سال اور قبائل قریش دوسرے سال غلاف چڑھاتے تھے۔

حضور علیہ السلام نے خود یمنی کپڑوں کے غلاف سے کعبہ کو زینت دی۔ آپکے بعد حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک بن مروان نے حضور کی تقلید کی۔ خلیفہ مہدی عباسی نے ۱۶۰ھ میں حج کیا تو خانہ کعبہ پر تو بر تو غلافوں کو چڑھے دیکھا۔ خدام کعبہ نے شکایت کی کہ اگر یہی حال رہا تو ان کے بار سے چھت کو نقصان پہنچیگا۔ چنانچہ اسکے حکم سے صرف ایک غلاف باقی رہا۔ اور اب تک یہی رسم جاری ہے کہ ہر سال نیا غلاف بقرعید کی صبح کو چڑھانے وقت پرانا غلاف اُتار لیتے ہیں۔ پرانے غلاف میں جو غلاف زرتار ہوتا ہے وہ عموماً شریف کی خدمت میں روانہ کر دیا جاتا، اور اگر حج جمعہ کے دن ہوتا تو سلطان المعظم کی خدمت میں قسطنطنیہ بھیجدیا جاتا۔ اور باقی غیر زرتار غلاف کو شیخ شیبی کلید بردار کعبہ لے لیتے اور حاجیوں کے ہاتھ فروخت کر دیتے۔ چنانچہ باب السلام کے متصل اسکی مخصوص دوکانیں ہیں۔ سات سے پندرہ روپیہ فی گز کے حساب سے یہ ہدیہ ہوتا ہے۔ خلفاء عباسیہ نہایت اہتمام سے سیاہ حریر کا غلاف مصر کے شہر تنیس جو قیمتی کپڑوں کے بُننے میں خاص شہرت رکھتا تھا تیار کراتے تھے۔ یہ اہتمام عباسیوں کے عروج تک قائم رہا۔ انکے زوال پر غلاف کبھی سلاطین یمن اور کبھی سلاطین مصر کی جانب سے بھیجا جانے لگا لیکن

رفتہ رفتہ یہ خدمت سلاطین مصر سے متعلق ہو گئی۔ چنانچہ ملک الصالح ابن ملک الناصر بن قلادون نے دو گاؤں باسوس اور سندبیس اسکے لئے وقف کر دئیے اور سیاہ غلاف سالانہ مصر سے روانہ ہونے لگا اور وہ ابتک مصری محمل کے ساتھ نہایت شان و شوکت سے روانہ کیا جاتا ہے۔ اسکے لئے خزانۂ مصر سے ۵۴۰ سو پچاس مصری گنی (پاؤنڈ) سالانہ مقرر ہیں۔ یہ غلاف آٹھ پردوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر پردہ ۱۵ میٹر (قریباً پچاس فٹ) لمبا اور پانچ سے زیادہ میٹر (یعنی سترہ فٹ) چوڑا ہوتا ہے۔ ہر دیوار کے ساتھ دو پردے چھت کے آہنی حلقوں سے باندھکر لٹکا دئیے جاتے ہیں پھر ان کو آپس میں ٹکموں سے پیوست کر دیا جاتا ہے غلاف یوں دکھائی دیتا ہے کہ کعبہ شریف نے ایک سیاہ قمیص پہن رکھا ہے۔ اس غلاف کے اوپر کے ثلث حصے سے نیچے محیط خانہ کعبہ پر ایک کمر بند جسکو رنک کہتے ہیں اور جو سنہرے تخیش کے چار ٹکڑوں سے مرکب ہوتا ہے لگا دیا جاتا ہے۔ رنک کے ہر ٹکڑے پر عمدہ خطِ نسخ میں قرآن مجید کی آیات بیت اللہ کے متعلق لکھی ہوتی ہیں۔

خانہ کعبہ کے اندرونی طرف سب سے پہلے دیبا کا غلاف حضرت عباس بن عبدالمطلب کی والدہ نے چڑھایا جو انہوں نے حضرت عباس کے بچپن میں گم ہونے پر بطور نذر مانا تھا جب کوئی بادشاہ مسند آرائے حکومت مصر ہوتا تھا تو وہ اندرون کعبہ کے لئے سرخ حریر کا اور حجرۂ نبویہ کے لئے حریر سبز کا غلاف تیار کر کے بھیجتا تھا۔ لیکن جب مصر پر سلطنت عثمانیہ کا قبضہ ہو گیا تو حجرۂ شریفہ نبویہ اور خانہ کعبہ کے اندرونی غلاف کا بھیجنا اسکے لئے مخصوص ہو گیا۔ اور مصر کے حصے میں صرف خانہ کعبہ کا بیرونی غلاف آیا۔ مصر سے علاوہ غلاف کے خانہ کعبہ کے بیرونی دروازہ کا پردہ جسکو برقع کہتے ہیں اندرونی جانب باب التوبہ کا پردہ۔ بیت اللہ کی کنجیوں کی تھیلی۔ مقام ابراہیم کا غلاف اور منبر حرم شریف کے دروازہ کا پردہ بھی جو اطلس کا ہوتا ہے اور اسپر سونے اور چاندی کے تخیش کا کام بنا ہوا ہوتا ہے روانہ کیا جاتا ہے۔ ماسوا اسکے غسل کعبہ کے لئے گلاب خالص بھی وہیں سے آتا ہے۔

محمل مصری

محمل اُس اونٹ کو کہتے ہیں جو مکہ مکرمہ کو ہدایا لیکر جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے بھی خانہ کعبہ کے لئے ہدایا دیکر محمل روانہ فرمایا تھا۔ اسی کی تقلید میں مسلمان بادشاہ شام، عراق، یمن اور مصر وغیرہ سے محمل ہدیوں سمیت روانہ کرتے رہے ہیں۔ نظام حیدر آباد کا محمل بھی دکن کے حاجیوں کے ساتھ ہدایا لیکر حرمین شریفین کو جاتا ہے۔ بعض مورخین کے نزدیک محمل اُس ہودج کا نام ہے جسپر ملکہ مصر شجرۃ الدر نے ۶۴۵ھ میں بیٹھکر حج کیا تھا۔ اسکے بعد وہ ہودج ہر سال قافلۂ حجاج کے امام کے ساتھ خالی جانے لگا۔ کیونکہ بادشاہوں کے سوا کوئی شخص انکی جگہ پر نہیں بیٹھ سکتا۔ اسکے بعد سلاطین مصر محمل کی زیب و زینت میں اضافے کرنے لگے۔ یہانتک کہ محمل کا غلاف اس قدر وزنی ہو گیا کہ ایک اونٹ اسکے سوا اور کسی غلاف کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ اسکا وزن معہ چوبی ہیکل کے چودہ قنطار[۵۱] ہوتا ہے۔

سلطنت ایوبیہ کے زمانہ سے یہ رسم قائم ہو گئی ہے کہ محمل مصر سے ایک عظیم الشان جلوس کے ساتھ روانہ کیا جاتا ہے اس میں سوار اور پیدل فوج کے آدمی ہوتے ہیں۔ امیر الحج ایک فوجی پاشا ہوتا ہے جسکے ہاتھ میں محمل کے اونٹ کی مہار خود خدیو المعظم دیتا ہے۔ یہ محمل قافلہ قاہرہ سے چلکر براہِ سویز جہاز پر جدہ پہنچتا ہے اور وہاں سے خشکی کے راستہ مکہ معظمہ۔ محمل کے دو غلاف ہوتے ہیں روزانہ استعمال کے لئے سبز کپڑے کا دوسرا زر تار کا۔ جو سرکاری جلوسوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مکہ میں وہ باب النبی اور باب السلام کے درمیان اپنے روزانہ غلاف میں رکھا جاتا ہے۔ یہاں سے وہ مدینہ منورہ کو عموماً جدہ سے جہاز پر سوار ہو کر ینبوع جاتا ہے اور وہاں سے خشکی کی راہ سے منزل مقصود تک جا پہنچتا ہے۔ جب حجاز ریلوے چلتی تھی تو وہ ینبوع سے وجہ اور وہاں سے اسٹیشن علا کو جاتا تھا اور وہاں سے ریل میں مدینہ منورہ پہنچتا تھا۔ کیونکہ اس راہ سے بدوؤں سے امن میں رہتے تھے۔

---

[۵۱] قنطار ۱۲۰ رطل کا۔ اور رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے ۱۲ کما فی اللغۃ الکشوری۔

محمل دیارِ حبیبؐ میں۔ جب مکہ سے محمل مدینہ پہنچتا تھا تو اسکے لئے اکیس ضرب توپ کی سلامی ہوتی تھی۔ باب مصری پر تمام شرکاءِ جلوس تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پاپیادہ ہوجاتے۔ باب السلام پر شیخ حرم خود اونٹ کی مہار تھام لیتے اور اونٹ کو بٹھا کر محمل اُترواتے اور منبر شریف کے غربی جانب حرم میں اُسے رکھوا دیتے۔ اب امیر الحاج اور انکے تمام ہمراہی حجرۂ مقدسہ نبویہ کے ملازمین کا لباس (عمامہ اور سفید لبادہ جس پر سفید پٹکا بندھا ہوتا ہے) پہن لیتے اور محمل کو اُٹھا کر باب شامی کے راستے سے حجرۂ شریفہ میں داخل کرتے اور مقام سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صحن کے ایک کنارے چھوڑ دیتے یہانتک کہ مدینہ منورہ سے روانگی کا دن نہ آتا۔

محمل کی واپسی مصر میں۔ یہ محمل جب مصر میں واپس آتا ہے تو سرکاری طور پر اسکے خیر مقدم کے لئے عظیم الشان جلوس نکلتا ہے جس میں خود خدیو المعظم شریک ہوتے ہیں۔ جب خدیو مہارِ شتر محمل امیر الحاج سے لیتے اور مہتمم غلاف کے سپرد کرتے ہیں تو توپیں چلتی ہیں۔ مصر اپنی خوش قسمتی سے پھولا نہیں سماتا کہ اُنکا محمل بیت اللہ اور بیت النبی کا قرب حاصل کرکے اُنکے ملک میں واپس آیا ہے۔ اس غلاف پر جو ہر سال بدلا جاتا ہے۔ ڈیڑھ ہزار گنی یعنی بائیس ہزار سے زیادہ روپیہ صرف ہوتا ہے۔ محمل کا سبز غلاف واپسی پر ہر سال سید یونس اسعدی کی قبر پر چڑھا دیا جاتا ہے۔

محمل کی روانگی اور مکہ و مدینہ میں وظائف کی ادائگی اور حرمین کی روشنی پر خزانۂ مصر سے ہر سال پچاس ہزار گنی یعنی ساڑھے سات لاکھ روپیہ خرچ کیا جاتا رہا جو خدیو کے حج سے واپسی کے بعد اور بھی بڑھا دیا گیا۔

نجدی اور محمل۔ پہلے بھی جب نجدیوں کا تسلط ارض حجاز پر ہوا تھا تو انہوں نے محمل مصری کو ۱۲۲۱ھ میں جلا دیا تھا اور محمل شامی کو واپس کر دیا تھا۔ قبضۂ حال میں بھی اُنہوں نے ۱۳۴۴ھ میں محمل مصری کی بے ادبی کی۔ مگر امیر الحاج نے غیرت و حمیت اسلامی سے کام لیا اور ایک باڑھ مار کر نجدیوں کو ڈھیر کر دیا جس سے ان کے کان ہوگئے اور انھوں نے بار دیگر محمل کیطرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

سچ ہے لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ نجدیوں کی وحشت اور بربریت کی وجہ سے حرمین شریفین کے سکان مورد مصائب و آلام ہیں اور وہ اُن وظائف و ہدایا سے بھی محروم ہو گئے ہیں جو انکے لئے محمل کے ساتھ آتے تھے۔

محمل شامی

گو سلامت محمل شامی کی ہمراہی میں ہے
عشق کی لذت مگر خطروں کی جانکاہی میں ہے
(اقبال)

یہ محمل بڑی شان و شوکت سے مدینہ و مکہ کو آتا تھا۔ اسکے ساتھ حرمین شریفین کا سالانہ خرچ معہ تحائف و ہدایا قسطنطنیہ سے سلطان المعظم خاص اہتمام سے روانہ کرتے تھے مُہروں بھری تھیلیوں پر سواہیر سلطانی ثبت کی جاتی تھیں۔ ان تمام چیزوں کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ بمعیتِ معتمد سلطانی جہاز پر سوار کیا جاتا تھا جہاز کا بیروت میں بڑے جوش سے استقبال ہوتا۔ پھر بذریعہ ریل دمشق پہنچتے۔ وہاں سے سال بھر کے خرچ کے لئے موم بتیاں اور روغن زیتون بار کرتے۔ علاوہ ازیں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے دروازوں کے لئے سبز زر دوزپردے اور قبروں کے لئے غلاف فوج کے جلو میں روانہ کرتے۔ جب یہ محمل مدینہ منورہ آتا تو سلطانی سپاہ متعینہ مدینہ بڑے خلوص اور شان سے سلامی کی توپیں سر کر کے اسکا خیر مقدم کرتی۔ مدینہ کے متعلق اشیاء سپرد کر کے یہ محمل پھر مکہ کیطرف دو توپیں لئے ہوئے روانہ ہوتا۔ اسلئے ہمراہ اور بھی قافلے شامل ہو جاتے۔ اس قافلہ میں کم از کم دس ہزار اونٹ ہوا کرتے تھے۔ یہ عظیم الشان قافلہ جب مکہ معظمہ پہنچتا تو یہاں کی فوج بھی گرمجوشی سے استقبال کرتی۔ محمل شامی اور مصری کی موجودگی مکہ میں حج کی شان و شوکت کو دوبالا کر دیتی تھی۔ منیٰ اور عرفات میں انکی توپیں چھوٹ کر پہاڑوں سے حق حق کی صدائیں پیہم بلند کرانی رہتی تھیں۔ افسوس نجدیوں کی ویرانہ پسندی نے نہ صرف اس اسلامی شان و شوکت کو اُڑا دیا بلکہ اُس آب زر سے بھی حرمین الشریفین کو محروم کر دیا جسکی رو

شام و مصر سے بہکر حجاز کے تشنہ کامانِ دولت کو سیراب کیا کرتی تھی۔ خدا ہی ہے جو ویرانہ پسند نجدیوں کے قدوم نحوست لزوم سے سرزمین حجاز کو پاک کرے اور یہ پاک خطہ پھر خوشحالی اور فارغ البالی کی نعمت سے مالا مال نظر آئے۔

شہر مکہ اور حرم کا محلِ وقوع

نقشۂ عالم پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جائیگا کہ مکہ دنیا کے وسط میں واقع ہے تاکہ کرۂ ارض پر بسنے والی اسلامی آبادی چاروں طرف اسکے گرد سجدہ کرتی نظر آئے۔ جسطرح حرم میں کعبہ وسط میں قائم ہے اور اسکے گرد چاروں طرف مسلمان رکعًا سجدًا دکھائی دیتے ہیں۔ اسیطرح تمام دنیا کے پرستارانِ توحید اسی مرکز کی طرف سر بسجود نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستانی مشرق کی طرف سے۔ مصری مغرب کی جانب سے۔ رومی شمالی طرف سے اور زنجباری وغیرہ جنوب کی طرف سے اسی مرکز کی جانب نماز پڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر کوئی ہوائی جہاز نافِ زمین سے اوپر اڑ کر ساری دنیا کو دیکھ سکے تو اُسے نظر آئیگا کہ ہزاروں میل تک بسنے والوں کی گردنیں اگر کسی وسطی مرکز کی طرف جھکی ہوئی ہیں تو وہ مرکز یہی بیت اللہ ہے۔

بیت اللہ حرم شریف شہر مکہ کے قریبًا وسط میں واقع ہے۔ اسکی سطح شہر سے بہت نیچی ہے۔ باہر سے کئی زینے چڑھکر اور پھر اتر کر صحن حرم میں داخل ہوتے ہیں۔ حرم شریف کو چار دیواری محیط ہے جو مستطیل کی شکل میں ہے۔ طول شرقاً غرباً ۴۵۰ فٹ اور عرض شمالاً جنوباً ۳۵۴ فٹ ہے۔

خانہ کعبہ قریب قریب مربع شکل میں ہے اور نیلگوں ٹھوس پتھر سے تعمیر ہوا ہے وہ ۱۵ میٹر یعنی قریبًا پچاس فٹ بلند ہے۔ جس دیوار میں میزاب رحمت ہے اور جو دیوار اسکے مقابل ہے وہ ۱۰ ½ میٹر (یعنی قریبًا ۳۳ فٹ) عریض ہے اور درِ خانہ کعبہ والی اور اسکے سامنے کی دیوار کا طول ۱۲ میٹر (یعنی قریبًا ۳۹ فٹ) ہے۔ خانہ کعبہ کا دروازہ زمین سے ۲ میٹر (یعنی ½۶ فٹ) بلند ہے۔ اندر زینہ

کے ذریعہ داخل ہوتے ہیں۔

باب کعبہ کے بائیں جانب کے گوشہ میں سنگ اسود زمین سے ۱½ میٹر (یعنی قریباً ۵ فٹ) کی بلندی پر نصب ہے۔

مسجد الحرام میں قابل زیارت مقامات

مسجد الحرام کے سب سے بڑے دروازہ باب الصفا سے داخل ہوں تو سب سے اول بیر زمزم یعنی وہ مقدس کنواں ملتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی پیاس بجھانے کے لئے جاری فرمایا تھا۔ اور جو ہزارہا سال سے اس ذبیح اللہ کی خاکِ پاک کے طفیل کروڑوں بندگانِ خدا کی تشنگی کو تسکین دے چکا ہے ؎

از و فخر در دودۂ آدم است
کہ خاکِ کفِ پائے او زمزم است
(دبیجا)

یہ مسقف ہے، اور اسکے اوپر مصلے شافعی ہے۔ اس سے بائیں طرف مصلے حنبلی ایک مختصر سا مسقف مقام ہے۔ ان دونوں مصلوں کے درمیان سے آگے بڑھیں تو خانہ کعبہ کا وہ زاویہ ہے جو عین مشرق کی طرف ہے اور جس میں متبرک حجرِ اسود جڑا ہے۔ اسی مقام سے طواف خانہ کعبہ شروع کرتے ہیں۔ اور ساتوں پھیروں میں سے ہر پھیرے پر اس پتھر کو بوسہ دیتے ہیں۔ رکن حجر اسود سے رکن عراقی کی طرف جو شمال کو ہے بڑھیں تو پہلے دروازہ خانہ کعبہ ملتا ہے جو آدمی کے قد سے اونچا ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے ایک خوبصورت لکڑی کی سیڑھی ہے (جس پر چاندی کے پترے جڑے ہیں اور جو ہندوستان کے کسی رئیس نے نذر کی ہوئی ہے) حجر اسود اور درِ خانہ کعبہ کی درمیانی جگہ کو ملتزم کہتے ہیں جو قبولیت دعا کے مقامات میں سے ایک مقام ہے۔ درِ خانہ کعبہ کے نیچے جانبِ شمال ایک گڑھا سا ہے جہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے لئے مٹی لی تھی۔ اسے حفرہ۔ قلزم اور معجنہ بھی کہتے ہیں۔ ایک روایت میں اسکا نام مقام جبریل اسواسطے ہے کہ

یہاں حضور علیہ السّلام کے ساتھ جبریلؑ نے نماز پڑھی تھی۔ یہاں چار آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ زینہ مذکور زمزم سے دائیں ہاتھ باب بنی شیبہ کے سامنے مقام جبریل سے مشرق کی طرف رکھا رہتا ہے اور صرف خاص تقریبات پر اسے دروازہ بیت اللہ سے لگایا جاتا ہے۔ دروازۂ خانۂ کعبہ سے دائیں ہاتھ بیت اللہ کی مشرقی دیوار کے سامنے مطاف سے باہر مقام ابراہیم ہے یہ ایک گنبد دار عمارت ہے۔ اسکے پاس ہی حرم کا قدیم دروازہ باب السلام ہے بیرون حرم خواہ کسی دروازہ سے داخل ہوں مگر طواف اسی دروازہ سے داخل ہو کر شروع کیا جاتا ہے۔ مقام ابراہیم میں وہ مقدس پتھر نصب ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ کا نقش پا ثبت ہے۔ اس پتھر کی شیخ عزیز الدین صاحب مجاور نے ۱۳۵۲ھ میں پیمائش کی تھی جو یہ تھی۔ اونچائی ۱۱/۲ ۔لمبائی ۱/۲ چوڑائی ۱/۲ گز شرعی = ۲۴ انگشت ۔ اور ایک انگشت = ۶ جو طولانی۔ یہاں نماز پڑھنے کا حکم خدائی ہے۔ ملاحظہ ہو:-

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؎

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود

سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

اس سے پرے شمال کی طرف سنگِ مرمر کا عظیم الشان منبر ہے جسکے تیرہ زینے ہیں۔ خانہ کعبہ کے رکن عراقی اور رکن شامی کے درمیان جو شمالی دیوار ہے اسکے اوپر خالص سونے کا میزاب رحمت ہے جسے سلطان عبدالحمید خان غازی نے ۱۲۷۶ھ میں نصب کرایا تھا اس میزاب کا رخ عین حضور علیہ السلام کے روضۂ مقدس واقع مدینہ منورہ کیطرف ہے۔ اسی شمالی دیوار کے سامنے حطیم ہے۔ یہ ایک محراب نما عمارت ہے جسکے دونوں کنارے خانہ کعبہ کے شمالی اور مغربی کونوں کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ اس پر رخام منقوش کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ خانہ کعبہ کی دیوار اور حطیم کے درمیان جو فضا بقدر چار گز واقع ہے اس کو حجر اسمٰعیل کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کے تعمیر کردہ خانہ کعبہ میں داخل تھی اور باقی

حصہ میں حضرت ہاجرہ اور اُنکی اولاد کی بکریاں رہتی تھیں۔ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام اسی جگہ مدفون ہیں۔

قبور کی تعظیم نجدیوں کے نزدیک شرک ہے۔ مگر وہ مجبور ہیں کہ یہاں سجدہ کریں حطیم سے شمال کی طرف اور آگے بڑھیں تو مصلّٰے حنفی کی دید سے آنکھیں منوّر ہوتی ہیں۔ یہ سب مصلّوں سے زیادہ خوبصورت اور فراخ دو منزلہ سہ دری عمارت ہے۔ یہ مسلمانوں کے سوادِ اعظم کے امام کے جماعت کرانیکا مقام ہے (جہاں یہ مصلّی ہے وہاں پہلے حضور علیہ السلام کے دادا کے پڑ دادا قصیّ بن کلاب نے دارالندوۃ قریش بنایا تھا) مصلّٰے مالکی خانہ کعبہ کی اُس غربی دیوار کے سامنے ہے جو رکن شامی اور رکنِ یمنی کے درمیان ہے۔ طواف کے دائرہ کے قریب ہی (جسکا فرش ۹۶۱ھ میں سلطان سلیمان خان ولد سلطان سلیم خان نے سنگ صوان سے تیار کرایا تھا) پرسے چاروں مصلّے ہیں۔ شیعوں کے لئے پانچواں مصلّی قائم کرنیکے لئے نادر شاہ نے ۱۱۵۶ھ میں کوشش کی تھی اور شیعہ مذہب کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے ترکوں نے اسکے سامنے ایک مناظرۂ علماء بھی کرایا جس میں شیعہ مذہب شجرِ اسلام کی شاخ ثابت نہ ہوا۔ نادر شاہ سنّی ہو گیا۔ اور پانچواں مصلّے قائم نہ ہو سکا۔ دائرۃ الاصلاح (لاہور) کے رسالہ مناظرۂ نادرہ میں اس مناظرہ کی تمام کیفیت ایک عربی رسالہ سے درج کی گئی ہے۔

ان مصلّوں کے پرے چاروں طرف وسیع صحن حرم ہے جسکے پیچھے ہر چہار طرف پانچ پانچ درجہ کے پانچ پانچ گز چوڑے مسقّف دالان در دالان اور حجرے ہیں جن کی گنبد دار چھتیں بے شمار سنگِ مرمر اور دیگر عمدہ پتھر کے ستونوں پر کھڑی ہیں۔ جو پانچ پانچ یا چھ چھ گز اونچے ہیں۔

بیرِ زمزم سے مشرق کی طرف دو گنبد دار عمارتیں ہیں جن کو قبتہ الفراشین کہتے ہیں یہاں قرآن مجید۔ سامانِ روشنی حرم اور دیگر ضروری اشیاء رکھی رہتی ہیں۔ چونکہ یہ جگہ اکثر فراشین حرم کے استعمال میں رہتی ہے اسلئے انکو اس نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

مناور رواں۔ اُس عمارت کو کہتے ہیں جو بیرونی جانب سے خانہ کعبہ کو گھیرے ہوئے ہے۔ اسکی بلندی کا اوسط ۱۰ انچ اور عرض ۱۲ انچ ہے۔ یہ جگہ پہلے خانہ کعبہ میں شامل تھی مگر فرش کی تعمیر کے وقت سے باہر ہے۔

مطاف۔ یعنی طواف گاہ بیضاوی شکل کا شمال سے جنوب کو چلا گیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں وہ حدود حرم پر واقع تھا جو موجودہ حدود حرم اسقدر وسیع ہیں یہ خلفا راسلام کی ہمت کا نتیجہ ہے۔ خانہ کعبہ سے طواف گاہ کے آخری حصہ کی مسافت مغربی اور جنوبی جانب سے قریبًا بیس گز اور شمالی اور مشرقی جانب سے تیرہ گز۔ مطاف کے دائرہ کا قطر شمال سے جنوب تک تقریبًا پچپن گز اور شرق سے غرب تک چوالیس گز۔ کعبہ اسکے وسط میں واقع ہے۔ اس حساب سے ہر ایک طواف کرنے والے کو ایک چکر میں اندازًا سو گز مسافت طے کرنا پڑتی ہے۔ سات اشواط میں سات سو گز۔ پس ایک حاجی پانچ نمازوں میں ساڑھے تین ہزار گز یعنی قریبًا دو میل مسافت طے کرلیتا ہے۔ عبادت بھی ہے اور چہل قدمی بھی۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ مطاف کے گرد تینتیس ستون قندیلیں آویزاں کرنیکے لئے نصب ہیں۔ سوائے دو کے جو سفید سنگ مرمر کے ہیں۔ باقی سب ہفت جوش یعنے سات دھاتوں سے بنائے گئے ہیں۔ نجدیوں سے پہلے یہاں ایک ہزار قنادیل روشن کرنیکے لئے تھیں۔

صحن حرم۔ مطاف سے لیکر مسقف دالانوں تک چاروں طرف وسیع صحن حرم ہے اس میں چند راستے سڑک کے طور پر ڈیڑھ ڈیڑھ گز چوڑے اور ایک ایک بالشت اونچے سنگ خارا کے بنے ہوئے ہیں جو دالانوں سے مطاف تک چلے گئے ہیں۔ ان راستوں کے درمیان جو زمین ہے اس میں رنگ برنگ کی کنکریاں ڈالی ہوئی ہیں تاکہ پانی نقصان نہ کرے۔ اس سے روشوں اور کیاریوں کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔

قبۂ زمزم۔ مقام ابراہیم سے جنوب مشرق کی طرف ہے۔ اسکو ابوجعفر منصور نے ۱۴۹ھ میں بنوایا تھا۔ اسی نے اسکی زمین پر سنگ رخام بچھوائے اور

مامون نے اس کو گہرا کرایا۔ سلطان احمد عثمانی نے اسکے دہانے پر جالی لگوائی۔ آب زمزم کے لئے انہا شفاء سقم (بیماری کا علاج) حدیث نبوی وارد ہے مسلمان اسے نہایت حسن عقیدت سے پیتے ہیں۔ اس میں کپڑے بھگو کر کفن کیلئے رکھ چھوڑتے ہیں اور زمزمیوں میں بھر کر اپنے ملک کو لاتے ہیں اور بیماریوں میں استعمال کرتے ہیں۔

نقشہ صحن مسجد الحرام مکہ معظمہ

مشرق

مصلی حنفی

رکن شامی

مصلی مالکی

معرب ۱۰۶
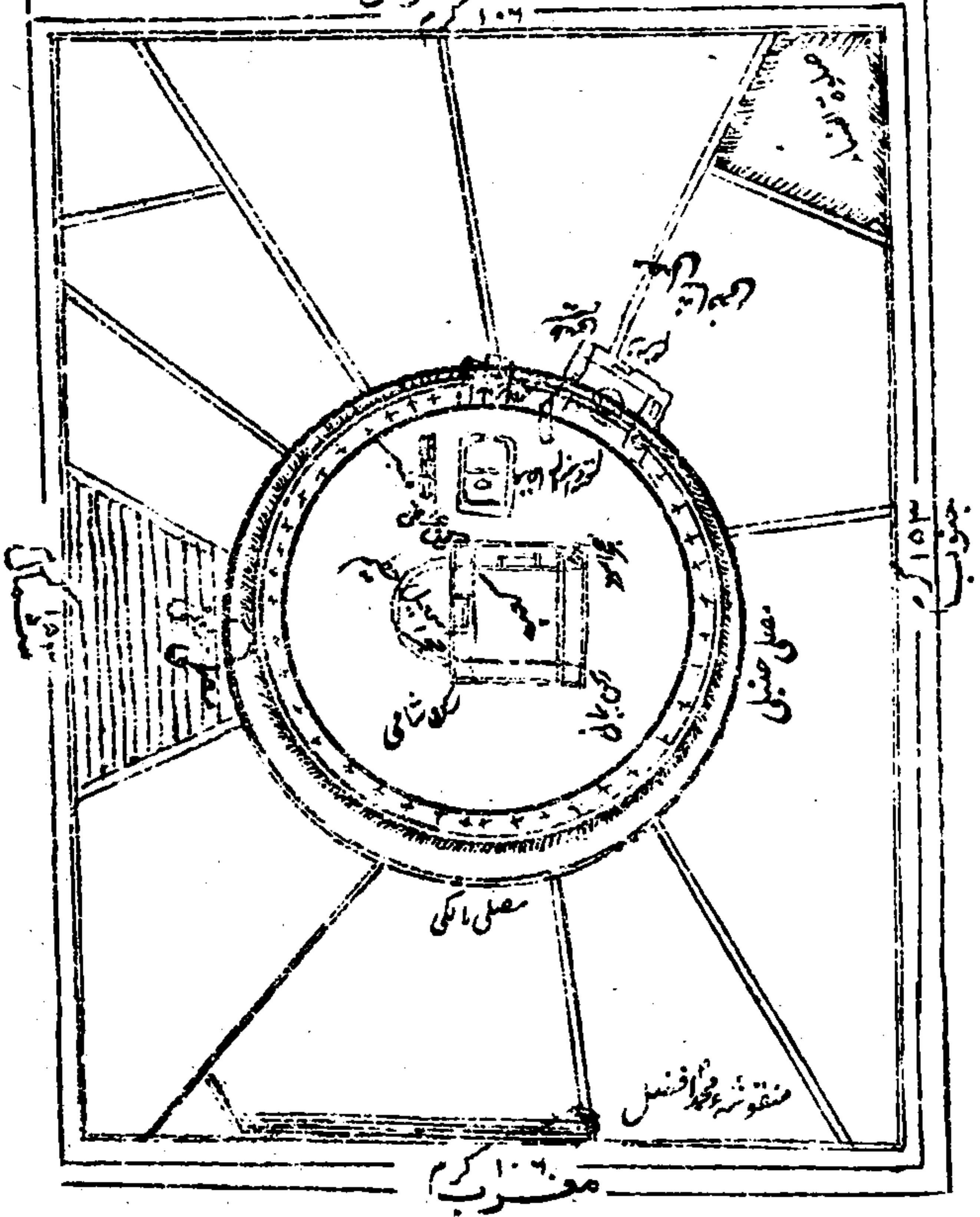
غسل بیت اللہ شریف۔ ترکوں کے عہد میں فرش بیت اللہ کو دھونے کی رسم بڑے اہتمام سے ادا کی جاتی تھی۔ اس میں شریف مکہ بنفس نفیس شریک ہوتے تھے آب زمزم اور گلاب سے اسے بتقریب حج و عید میلاد النبی غسل دیا جاتا تھا۔ آب غسل اور جھاڑو کے تنکوں کو گراں قیمت پر خریدنا لوگ اپنے لیے سرمایہ سعادت سمجھتے تھے۔ اسطرح زمزمیوں کو سینکڑوں روپیہ کی آمد ہو جاتی تھی۔

کعبہ میں داخلی۔ داخلی کعبہ میں جا کر نماز پڑھنے کا نام ہے۔ مفت داخلی صرف ۱۰ محرم۔ ۱۲۔ ۱۳ ربیع الاول اور ۲۶۔ ۲۷ رمضان المبارک کو ہوتی ہے۔ اور خاص داخلی دو تین روپیہ فیس دیکر نصیب ہوتی ہے۔ کمزور اور کمثابیت شعار لوگ داخلہ کی کشمکش میں نہیں آتے۔ اور حطیم میں نماز پڑھکر ہی داخلی کا ثواب حاصل کر لیتے ہیں۔

زمزمی۔ حرم شریف کے اندر کئی لوگ آب زمزم صراحیوں میں لئے قیمتاً پانی پلاتے ہیں۔ ان کو زمزمی کہتے ہیں۔ دو اڑھائی روپیہ لیکر ایک صراحی پر وہ اس شخص کا نام لکھ دیتے ہیں جسکو ثواب پہنچانے کے لئے آپ نے یہ صراحی خرید کر زمزمی کے حوالے کی ہو صراحی وقف کرنے والے کو کہا تو یہ جاتا ہے کہ اس میں سے غریب زائرین حرم کو مفت پانی پلایا جائیگا۔ مگر مفت شاذ و نادر ہی پلاتے ہیں اسلئے بہتر یہ ہے کہ ان دوکانداروں کو دینے کی بجائے ڈول اور رسی خرید کر چاہ زمزم کے پاس یا چند خالی صراحیاں لیکر صحن حرم میں رکھدی جائیں

مسجد الحرام کے منار

منار تعداد میں پہلے پچاس تھے اب سات ہیں۔ سہ منزلہ۔ ہر منزل پر ایک ایک گز چوڑا حلقہ بنا کر اسے آہنی جنگلہ سے محفوظ کر دیا ہوا ہے۔ ان میں قنادیل روشن کی جاتی ہیں۔ حرم شریف کی چھت پر سے ان پر جاتے ہیں۔ ۲۷ موذن سلطان کی طرف سے پانچوں وقت اذان دینے کے لئے مقرر تھے جنکی ہر پلی آوازیں مکہ مکرمہ میں دل آویز گونج پیدا کر دیتی تھیں۔ مناروں کے نام دروازوں کے اتصال

کی وجہ سے یہ ہیں۔

نام منارہ	بلندی گز و فٹ	سال تعمیر آخری	بانیوں کے نام وغیرہ
۱۔ باب العمرہ	۶۷	سنہ ۵۵۱ھ	(۱) خلیفہ منصور عباسی (۲) والی موصل جواد صفہانی پہلے رئیس المؤذنین اس میں اذان دیتا تھا۔
۲۔ باب السلام	۶۵	سنہ ۹۲۱ھ	(۱) مہدی منصور ربانی اول (۲) سلطان سلیم خان
۳۔ باب علی	۵۴		(۱) مہدی منصور عباسی (۲) سلطان سلیم خان
۴۔ باب الوداع یا منارۃ المزورہ	۵۰	سنہ ۷۷۱ھ	(۱) خلیفہ مہدی بالعہد عباسی در سنہ ۱۶۹ھ بوقت تعمیر مسجد الحرام (۲) شعبان والی موصل۔
۵۔ باب الزیادہ	۶۷	سنہ ۳۰۴ھ	خلیفہ معتضد عباسی۔
۶۔ سلطان قایتبائے	۸۰		سلطان قایتبائے
۷۔ سلطان سلیمان خان	۶۵		سلطان سلیمان خان۔

ترکوں کے عہد میں حرم شریف میں تمام رات دو ہزار قنادیل روغن زیتون سے روشن رہتی تھیں۔ اور علاوہ ان کے ماہ رجب۔ رمضان اور ذوالحجہ میں ان منار پر بھی قندیلیں لٹکا کر ان کی روشنی سے حرم کو نورٌ علیٰ نور بنا دیتے تھے۔

حرم شریف کے دروازے

حرم شریف میں داخل ہونے کے لئے چاروں طرف دروازے ہیں تاکہ زائرین باسانی داخل ہو سکیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

نام	طرف	محرابوں کی تعداد	ضروری نوٹ
۱۔ باب الدریبہ	شمال مغرب مسجد الحرام	۱	
۲۔ باب المدرسہ	//	۱	اسے باب الملوکہ بھی کہتے ہیں۔
۳۔ باب الحکمہ	//	۱	اسے باب القاضی بھی کہتے ہیں۔
۴۔ باب الزیادہ	//	۲	چونکہ آخری تعمیر میں اسطرف کو مسجد میں بطور اضافہ شامل کیا گیا اسلئے یہ نام ٹھہرا۔ باب الندوہ اسکا دوسرا نام ہے۔

نام دروازہ	طرف	محرابوں کی تعداد	ضروری نوٹ
۵۔ باب القبطی		۱	اس جگہ قبطی کا ایک مدرسہ بھی تھا قبطی تاریخ مکہ کے مؤرخ ہیں۔
۶۔ باب الباسطیہ		۱	متصل مدرسہ عبد الباسط۔
۷۔ باب الزمامیہ		۱	
۸۔ باب عمرو بن عاص		۱	اسکو باب العتیق اور باب السدہ بھی کہتے ہیں۔
۹۔ باب عمرہ	مغرب باب کی سمت کے پیچھے	۱	اسی سے نکل کر عمرہ کے لیے جاتے ہیں۔ اسے باب بنی سہم بھی کہتے ہیں۔
۱۰۔ باب ابراہیم		۱	ایک درزی کے نام پر جو اسکے متصل رہتا تھا یہ باب منسوب ہے باب ودیہ بھی شاید اسی کا نام ہے۔ ہندی کتب فروش کی دوکان اسکے پاس ہے۔
۱۱۔ باب الحزورہ		۲	زمانہ جاہلیت میں اس نام کا یہاں ایک بازار تھا۔ اسے باب الوداع بھی کہتے ہیں اور باب بنی جکیہ بھی۔
۱۲۔ باب ام ہانی	جنوب عقب حنبلی مصلے	۱	دختر ابی طالب کے نام پر موسوم ہے جنکا یہاں مکان تھا یہیں سے حضور معراج کو تشریف لیگئے تھے۔ اسکا دوسرا نام باب حمیدیہ ہے۔ اسکے پاس ہی باب تکیہ مصری ہے۔
۱۳۔ باب العجلہ	〃		اسے باب التکیہ اور باب بنی تیم بھی کہتے ہیں۔
۱۴۔ باب الرحمۃ	〃	۱	اسے باب المجاہدیہ بھی کہتے ہیں۔ اسکے پاس ہی باب شریف سعود۔
۱۵۔ باب اجیاد	〃	۲	باب السنبلہ اسکا دوسرا نام ہے۔
۱۶۔ باب الصفا	〃	۵	سب سے بڑا دروازہ ہے کوہ صفا کے سامنے۔ اسی سے سعی کیلئے نکلتے ہیں
۱۷۔ باب بنی مخزوم	〃	۲	شاید اسکا نام باب باشہ بھی ہے اس سے آگے باب بغلہ ہے جسے باب بازان بھی کہتے ہیں کہ یہ سقایۂ بازان کے قریب ہے اسی کے پاس دو سبز میلین ہیں جنکو میلین اخضرین کہتے ہیں
۱۸۔ باب بنی ہاشم	مشرق مصلے شافعی	۳	اسے باب علی بھی کہتے ہیں اسکے پاس ہی باب عباس (بوجہ باب عباس کے مقابل ہونیکے) ہے اسے باب الجنائز اسلئے کہتے ہیں کہ معلےٰ تک جنازے اسی راستہ سے جاتے ہیں۔

نام دروازہ	طرف	محرابوں کی تعداد	ضروری نوٹ
۱۹۔ باب النبی	مشرق مسعیٰ ناجی کی طرف	۳	یہ مکان حضرت خدیجہ کے متصل تھا اسلئے حضور علیہ السلام اسی سے مسجد میں داخل ہوتے تھے۔
۲۰۔ باب بنی شیبہ	〃	۲	اسکو جاہلیت میں باب بنی عبد الشمس کہتے تھے اس جگہ عہد رسالت میں مسجد کا دروازہ تھا۔
۲۱۔ باب السلام		۳	یہ نام اسلئے پڑا کہ طواف قدوم کیلئے جو مسجد حرام کا سلام ہے اسی سے داخل ہوتے ہیں۔ اسی دروازے کے مقابل اکثر کتب فروشوں کی دوکانیں ہیں۔ راہ میں مشرکین کے بتوں کے پتھر سیڑھیوں میں پڑے ہیں۔ لوگ انکو جوتیاں مار کر گزرتے ہیں۔

نوٹ۔ ان تمام دروازوں کی مجموعی تعداد بائیس ۲۲ ہے۔ چونکہ بعض دروازے دو سے لے کر پانچ محرابوں میں منقسم ہیں اس لئے دروں کی تعداد انتالیس ۳۹ ہے جن سے مسجد الحرام میں داخل ہو سکتے ہیں۔

حرم شریف میں قبے ستون اور کنگرے

حرم شریف کے ہر دالان میں چار ستون ہیں جن پر ایک قبہ ہے۔ یہ گنبد تعداد میں ۱۵۲ ہیں اور ستون ۴۶۸ جو سنگ مرمر اور صوان وغیرہ مختلف قیمتی پتھروں کے بنے ہیں۔ ان میں سے ایک سرخ رنگ کا ستون ہے جس کے پاس حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے چلہ کیا تھا۔

کنگرے ایک ہزار تین سو باون (۱۳۵۲) ہیں۔ کچھ سنگ مرمر سے بنے ہیں باقی زیادہ تعداد میں سنگ شمسی سے ہے۔

دار الحکومت اور دار القضا

حرم کے باب اُمّ ہانی کے سامنے جنوب کی طرف بازار میں دائرۂ حکومت ترکیہ تھا جہاں گورنر مکہ۔ سپاہ سالار اعظم اور پولیس کے دفاتر تھے۔ باب القضا کے پاس ہی قاضی القضاۃ کی عدالت تھی جہاں دیوانی مقدمات (وراثت۔ طلاق۔ مہر۔ بیع وشرا اور شفع وغیرہ) دائر وفیصل ہوتے تھے۔

حرم کے کبوتر

حرم مکی میں کسی جانور کو مارنے کی اجازت نہیں۔ وہاں کبوتر جو نبی ؐ وصدیق اکبر رضؓ کی چھپنے کی جگہ غار ثور کے دہانہ پر انڈے دینے والے کبوتروں کی نسل سے بتائے جاتے ہیں ہزاروں کی تعداد میں قابل رشک زندگی بسر کرتے ہیں نہ شکاری کا خوف ہے نہ صیاد کا ڈر۔ کوئی شخص ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ آزادی اور امان نے ان جنگلیوں کی وحشت دور کر کے ان کو انسانوں سے مانوس کر دیا ہے ان کی آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں کہ انسان جانور کو کس طرح مارتا ہے۔ وہ آزادی میں پیدا ہوئے اور بے فکری میں پلے ہیں۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

تو اے کبوترِ بامِ حرم چہ مے دانی
طپیدنِ دلِ مرغانِ رشتہ در پا را

میرے رشتہ دار جو حج کرنے گئے تھے ان کا تین ہفتوں کا مشاہدہ ہے کہ کبوتر نہ خانہ کعبہ کے اوپر سے اڑ کر گزرتے ہیں نہ اس پر بیٹھتے ہیں اور نہ ہی صحنِ حرم میں بیٹ کرتے ہیں (یہ بیت اللہ کا معجزہ ہے)۔ وہ صحنِ حرم میں صرف دانہ چگنے اور پانی پینے آتے ہیں۔ اور بسیرا کہیں پہاڑوں میں جا کرتے ہیں۔

حرم وغیرہ میں خطبہ کے لئے منبر

خلفاء راشدین کے عہد تک مسجد الحرام میں خطیب زمین پر دیوار کعبہ کے نیچے پانچ میں کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ایام خلافت میں جب حج کو آئے تو انہوں نے حرم میں منبر رکھا۔ ان کے بعد خلیفہ رشید نے ایک نہایت خوبصورت منبر مصر سے تیار کرایا اور اسی پر اس نے بوقت حج ۱۷۰ھ میں خطبہ پڑھا۔ جب واثق کا عہد آیا تو اس نے تین منبر بنوائے۔ ایک حرم کے لئے۔ ایک عرفہ اور ایک منیٰ کے لئے۔ اپنے زمانہ حج میں اس نے ان تینوں پر خطبہ دیا۔

پہلے خطباء حرم میں خطبہ دینے کے وقت منبر کو کعبہ کی دیوار کے متصل رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان رکھتے تھے۔ پہلے سنگ اسود کو بوسہ دیتے پھر دعا کرتے منبر پر چڑھتے اور فارغ ہونے کے بعد منبر زمزم کے پاس اپنی جگہ پر رکھ دیا جاتا۔ لیکن جب سلطان سلیمان قانونی نے سنگ رخام کا منبر بنوا کر حرم کی نذر کیا تو وہ اپنی جگہ پر قائم رہ گیا اور آج تک اسی پر خطبہ دیا جاتا ہے۔ یہ منبر مقام ابراہیم کے شمال میں رکھا ہے۔ اس کے دروازہ پر نہایت عمدہ سنہرے خط میں یہ برجستہ قرآنی آیت لکھی ہے۔

اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمَانَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملازمین حرم

ترکوں کے زمانہ میں خدام حرم کی تفصیل یوں تھی :-

(۱) خادم الحرمین - سلطان روم۔	(۲) شیخ حرم - شریف مکہ۔
(۳) نائب -	(۴) قائم مقام نائب -
(۵) مہتمم حرم -	(۶) خطیب و امام - ۱۲۲ -
(۷) مدرس - ۱۰۰ -	(۸) مؤذن - ۵۴ -
(۹) چپراسی - ۱۰ -	(۱۰) فراش - ۱۲۰ -

(۱۱) روشنی کرنے والے - ۸ - (۱۲) جھاڑو دینے والے - ۲۰ -
(۱۳) دربان - ۳۰ - (۱۴) چاہ زمزم سے پانی بھرنے والے - ۱۱ -
(۱۵) قنادیل حرم کو دھونے والے - ۱۰۸ (۱۶) اغوات حرم - ۵۱ -

تمام ملازمین کی تعداد سات سو (۷۰۰) تھی - عہدے موروثی ہوتے تھے -
صرف شیخ حرم اور مہتمم حرم کا تقرر سلطنت ترکی کی طرف سے کیا جاتا تھا - اور شیخ حرم کا
کام زیادہ تر سیاسی امور سے تعلق رکھتا تھا نہ کہ انتظامی سے -

جنت المعلیٰ اور اس میں بسنے والے بزرگان اسلام

شہر مکہ کے قریب ہی شمال کی طرف قبرستان ہے جسکا نام زیب عنوان ہے

اس میں مندرجہ ذیل بزرگان دین آرام فرما ہیں :-

(۱) سیدہ آمنہ - حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ جو ۴۸ سال
قبل ہجرت جبکہ حضور علیہ السلام چھ سال کے تھے فوت ہوئیں - مزار حضرت خدیجۃ الکبریٰ
ام المؤمنین کی قبر کے سامنے جانب جنوب ہے - اس پر جو خوبصورت قبہ تھا سے
نجدیوں نے ۱۳۴۳ھ میں بار دوم تسلط حاصل کرنے پر مسمار کیا ہے -

(۲) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض حضور علیہ السلام کی سب سے پہلی بیوی جنکے ساتھ حضور
علیہ السلام نے جوانی کے پچیس ۲۵ سال بسر کئے اور تین سال قبل ہجرت واصل بحق
ہوئیں - آپ کا قبہ مزار نجدیوں نے اپنے پہلے حملہ میں ڈھا دیا تھا - ۱۲۹۸ھ میں پھر
اس کی تجدید ہوئی اور اسکے اندر قبر پر اخروٹ کی لکڑی کا ایک مقصورہ بھی قائم
کیا گیا - نجدیوں نے اب نہ صرف یہ عمارات مسمار کی ہیں بلکہ نشان مزار کو بھی
کھود کر نیچا کر دیا ہے -

(۳) حضرت قاسم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت خدیجہ کی گود
سے صرف سات دن کی عمر پا کر جدا ہوئے - افسوس ! نجدی لخت جگر رسو خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کی بیخ کنی سے بھی نہیں چوکے - اور حضرت عبد المطلب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا اور ابوطالب چچا کے قبوں کو بھی نجدی ظالموں نے منہدم کر دیا ہے۔

(۶) حضرت عثمان۔ ابو قحافہ والد ماجد جناب صدیق اکبر جو فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے اور ۱۴ھ میں بخلافت حضرت عمرؓ ۹۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(۷) حضرت اسماء۔ بنت یار غار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام کی زوجہ محترمہ تھیں اور جو اپنے لخت جگر حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کا دلخراش واقعہ نہایت حوصلہ سے برداشت کرنے کے دس روز بعد ۷۳ھ میں بعمر صد سال جان بحق تسلیم ہوئیں۔

(۸) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جو مدینہ میں ہجرت کے پہلے سال ہی مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے والے پہلے مولود تھے جن کی ولادت کی خوشی میں اہل اسلام نے جوش مسرت سے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا تھا۔ اور جو حضرت معاویہؓ کے بعد کئی سال حجاز وغیرہ کے حاکم رہے اور آخر حجاج بن یوسف کے حملۂ مکہ میں داد شجاعت دیکر ۱۷۔ جمادی الثانی ۷۳ھ کو شہید ہوئے۔ آپ کے مزار کا قبہ شریف عون الرفیق (وہابی) نے منہدم کر دیا تھا۔

(۹) حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی تھے۔ اور جو ۵۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو پرہیز گاروں کے سردار تھے حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت کے بعد ایک حربہ کے زخم سے جو حجاج نے لگوایا۔ ۷۳ھ میں بعمر ۸۶ سال جان بحق تسلیم ہوئے۔

علاوہ ازیں ملا علی قاری۔ سید احمد رفاعی۔ ابو البرکات۔ خواجہ عثمان ہارونی۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مزارات بھی یہیں ہیں۔

سلاطین میں سے امیر المؤمنین ابو جعفر منصور۔ حرم محمد علی پاشا

والی مصر جو ۱۲۶۶ھ میں حج کو آئیں اور فوت ہوئیں۔ شریف محمد بن عون وغیرہ کی قبور بھی جنت المعلیٰ ہی میں ہیں۔

قبرستان جنت المعلیٰ کے دو حصے ہیں۔ ایک سڑک سے جانب جنوب اور ایک جانب شمال۔ جنوبی حصہ عوام الناس کا مدفن ہے۔ جگہ بہت کم ہے مگر ایک طرف سے قبریں بناتے آتے ہیں۔ جب تمام جگہ آخر تک پُر ہو جاتی ہے تو پھر اول سے شروع کر دیتے ہیں۔ دوسرا حصہ جو شمالی جانب ہے اس میں صحابہ کرام۔ اولیا، عظام۔ امرا اور رؤسا، کی قبور ہیں۔ افسوس! جو رفیع الشان عمارات اپنے آسودگانِ عالی مرتبہ کی دینی یا دنیوی شان و عظمت کا پتہ دیتی تھیں اب وحشی نجدیوں سے پامال نظر آتی اور شیخ نجد کے چیلوں کی بزرگانِ اسلام کے ساتھ دشمنی کا ہولناک منظر پیش کرتی ہیں۔

مشہور مساجد مکہ مکرمہ جو بطورِ خاص یادگاریں ہیں

مسجد ابو قبیس۔ خانہ کعبہ کے سامنے پہاڑ پر واقع ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اول یہاں اذان دی اور نماز پڑھی گئی۔

مسجد الشجرہ۔ یہ مکہ کی راہ میں ہے۔ صلح حدیبیہ سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے چودہ سو جاں نثار صحابہ سے بیعت لی جسے قرآن میں بیعت الرضوان تحت الشجرۃ کہا گیا ہے۔

مسجد الجن۔ جانب جنت المعلیٰ۔ یہاں جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور قرآن شریف کو غور سے سنا۔

مسجد الاجابہ۔ مکہ معظمہ سے باہر منٰی کی طرف ایک گھاٹی کے اندر واقع ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں نماز پڑھی تھی۔

مسجد العقبٰی۔ جمرۃ العقبٰی کے قریب ہے۔ اصحاب انصار اس جگہ مشرف باسلام ہوئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی تھی۔

مسجد الرایۃ۔ متصل چاہ جبیر بن مطعم واقع ہے۔ فتح مکہ کے روز اس جگہ رایت اسلامی

(اسلامی جھنڈا) کھول کر سربلند کیا گیا تھا۔

مسجد جیاد۔ محلہ جیاد میں ہے۔

مسجد ذی طویٰ۔ وادی طویٰ۔ شام کی راہ میں۔

مسجد جعرانہ۔ مکہ معظمہ سے باہر کسیقدر فاصلہ پر ہے۔

تنعیم یا مسجد عائشہؓ۔ مکہ سے ۳ میل۔ عمرہ کا احرام باندھنے کے مقام پر۔

مسجد مختبیٰ۔ قریب مولد النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ یعنی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے اسکے قریب۔

مسجد خیف۔ منیٰ میں ہے۔ یہاں ستر نبیوں نے ملکر نماز پڑھی تھی۔

مسجد منحر النبی۔ منیٰ کے بازار میں واقع ہے سورہ کوثر یہیں نازل ہوئی تھی۔

مسجد الکبش۔ منیٰ میں ہے۔ یہاں حضرت اسمٰعیل کی بجائے بدست حضرت ابراہیم مینڈھا حلال ہوا تھا۔

مسجد نمرہ۔ عرفات میں ہے۔ یہاں عرفہ کے دن ظہر و عصر کی نمازیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جمع کرکے پڑھیں۔

مسجد ابراہیم۔ جبل عرفات پر واقع ہے۔ یہاں عرفہ کے دن نوافل دوگانہ علیحدہ علیحدہ پڑھے گئے۔ لہٰذا مسلمان بھی اب تک پڑھتے چلے آتے ہیں۔

مسجد مشعر الحرام۔ مزدلفہ میں ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپس آکر یہاں رات ٹھہرے تھے۔ اور یاد الٰہی میں مصروف رہے تھے۔

مسجد خوا وبہ۔ مسجد جن کے قریب ہے۔ دونوں کے درمیان راہ تنگ ہے۔

مسجد سوق الصغیر۔ دائیں سنر ہبل کے پاس کوچہ مذبح کے سامنے۔ یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز مغرب ادا کی تھی۔

دار الہجرت یا مسجد ابوبکر۔ مغرب کی جانب نشیبی جگہ میں ہے۔

مسجد باب العجلہ۔ قریب باب العجلہ۔ یہاں حضرت جعفر طیار برادر حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یہاں تشریف فرما ہوئے تھے۔

مسجد البیعۃ۔ منٰی اور عقبہ کے درمیان ہے۔ یہاں حضرت عباس عمِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی تھی۔ یہیں حضرت اسمٰعیل کا فدیہ دنبہ اُترا تھا۔

مسجد انشقاق القمر۔ یہاں حضور علیہ السلام کے اشارہ سے آسمان پر شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا تھا۔

مسجد عمر۔

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے جہاں قدم آئے وہاں خدا کی عبادت کرنا اور جگہوں سے زیادہ ثواب کا کام سمجھا گیا۔ کعبہ کے گرد نماز پڑھنا کیوں افضل اور زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ اسلئے کہ حضرات ابراہیم کا بنا کردہ بیت اللہ بہت سے پیغمبروں کی ابدی آرام گاہیں (قبور) اپنے جوار میں رکھتا ہے۔ جن پر سجود و قیام دوسری مسجدوں میں سجود و قیام سے لاکھ درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ افسوس حضرتِ آدمؑ اور اولادِ آدمؑ کے حاسدِ اوّل شیخ نجد اور اُسکی ذریات (نجدیانِ حسد کیش) کو ایسی مساجد کا نظارہ بھی تیر ہو کر سینہ میں لگا جو بزرگانِ دین کی یادگار میں خدا کی عبادت کے لئے تعمیر کی گئی تھیں۔ لہٰذا اُنہوں نے ازروئے حسد ان کو بھی برباد کر دیا۔ حالانکہ ایسی مسجدوں کا قیام زمانہ نبویؐ سے ثابت ہے۔ فتح مکہ کے لئے آتے ہوئے جہاں جہاں حضورؐ نے قیام فرمایا حضورؐ کے امتیوں نے اُن میں سے کئی مقامات پر مساجد تعمیر کر دیں اور جب پھر حجۃ الوداع کے لئے تشریف لائے تو انہی مساجد میں نماز ادا کرتے چلے آئے (جیسا کہ مرحوم شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں بیان کیا ہے) مگر وحشیانِ نجد کو ایسی مساجد کا قیام بُرا لگا اور اُنکے انہدام پر کمربستہ ہو گئے۔ آخر مساجد کو گرا کر ہی دم لیا۔ خدا اِن دشمنانِ مساجد سے سمجھے۔

مکہ معظمہ کی مشہور زیارت گاہیں

مولد النبیؐ۔ یہ جگہ شعب بنی عامر یا شعب مولد میں جو مسجد الحرام سے مشرق کی طرف ہے راستہ سے اندازاً دو گز نیچے ہے۔ پتھر کے زینوں سے اُتر کر جانا ہوتا ہے،

یہ مقام حضور علیہ السلام کی ولادت گاہ ہے۔ حضور نے اسے عقیل بن ابی طالب پر ہبہ فرما دیا تھا۔ ان کی اولاد نے محمد بن یوسف ثقفی کے پاس فروخت کر دیا۔ اس نے اپنا ایک مکان پاس بنوا کر اس کو اس میں شامل کر لیا۔ اسکے بعد خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے اسے خرید کر پھر اصل شکل میں تبدیل کر کے اسے مسجد قرار دیا یہ جگہ جب سے زیارت گاہ مسلمین چلی آتی تھی۔ اسپر ایک خوبصورت قبہ بنا ہوا تھا جسے شیخ نجدی کی ذریات نے از روئے حسد گذشتہ سے پیوستہ سال منہدم کر دیا ہے۔

مولد صدیق رضہ۔ یہ محلہ مسفلہ میں واقع وہ گنبد دار مکان تھا جہاں حضرت صدیق اکبر اور ان کی لاڈلی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم بھی پیدا ہوئی تھیں۔ وحشیان نجد نے اسے بھی ڈھا دیا ہے۔

مقام عمر فاروق رضہ۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عمر رضہ نے مشرف باسلام ہو کر چالیس مومنین کو ساتھ لئے پہلی اذان پکار کر کہی تھی۔ یہ مقام بیت اللہ شریف سے جانب غرب محلہ مسفلہ اور مضدرلیسہ کے درمیان جبل عمر میں واقع ہے۔ حضرت عمر یہاں عبادت بھی کرتے رہے ہیں۔

مولد علی رضہ۔ مولد النبی سے جنوب کی طرف مولد علی رضہ ہے۔ دونوں کی ہیئت یکساں ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ یہ اس سے چھوٹا ہے۔ جب حضرت علی رضہ یہاں پیدا ہوئے تھے تو شیعوں کا کعبہ ولادت والا دعوے باطل ثابت ہوا نجدیوں نے اسے بھی گرا دیا ہے۔

مولد فاطمہ رضہ۔ مولد علی رضہ سے جنوب کی طرف ہے۔ اس مقام کو درب الحجر کہتے ہیں۔ یہ حضرت خدیجہ رضہ کا مکان تھا۔ یہیں حضور علیہ السلام کی تمام اولاد از بطن خدیجۃ الکبرٰے ہوئی۔ اسی مقدس مکان میں حضور علیہ السلام نے اپنے قیام مکہ کا تیئیس سال سے زیادہ عرصہ کا بہت سا حصہ بسر کیا۔ پس جس قدر اس مکان کو حضور علیہ السلام کا حیات ظاہری شرف سکونت حاصل ہے اور کسی کو نہیں۔ جب آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو آپ کے چچازاد بھائی عقیل رضہ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ ان سے حضرت معاویہ

نے خرید کر اسے مسجد بنادیا۔ خلیفہ ناصر عباسی نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ اور یہ سنگ مرمر کی ایک تختی سے جو وہاں سنہ ۶۰۴ھ کی نصب ہے واضح ہے۔ اسکے بعد اشرف شعبان شاہ مصر اور پھر ملک مظفر شاہ یمن نے اسکی تجدید کی۔ ان سب کے بعد سلطان سلیمان نے سنہ ۹۳۵ھ میں اسے تعمیر کیا۔ افسوس ایسے مقدس مقام کو نجدی وحشیوں نے مسمار کر دیا ہے۔ خدا کا غضب اور قہر ہو اُن پر۔

دار الخیزران۔ ایک گلی میں واقع ہے۔ جو کوہ صفا پر چڑھنے والوں کے بائیں طرف پڑتی ہے۔ یہ ارقم مخزومی کا وہ مکان تھا جس میں حضور علیہ السلام اپنے متبعین کے ساتھ مخفی طور پر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کرنے کو نکلے تھے تو یہیں آکر اُنہوں نے کلمہ شہادت پڑھا تھا جس سے مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی اور وہ علانیہ نماز ادا کرنے لگے۔ پہلے پہل خلیفہ رشید کی والدہ خیزران نے اسے لیکر تعمیر و وقف کیا۔ پھر اس کی تجدید کا حکم ابن الملک مصلح نے دیا اس کے بعد جمال الدین شرف الاسلام ابو جعفر محمد بن علی بن ابی منصور اصفہانی وزیر شام و موصل نے سنہ ۵۵۵ھ میں اسکی تعمیر و تجدید کی۔ نجدیوں نے اس مسجد کو بھی برباد کر دیا ہے۔

غارِ حرا۔ یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں حضور علیہ السلام ابتدا میں بغرض عبادت تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اسی میں سب سے پہلے جبریل امین آیات اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ الخ لائے تھے۔ یہ غار جبل ثور کی چوٹی پر مکہ سے دو میل منیٰ کی راہ بائیں جانب واقع ہے۔ یہ دس فٹ لمبی اور ۱½ فٹ چوڑی ہے۔

غار ثور۔ مکہ سے جانب جنوب مشرق ہے۔ سفلہ سے دو گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے۔ رقبہ دو میٹر مربع۔ یہیں مکہ سے ہجرت کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے یار غار صدیق اکبرؓ سمیت جاگزین ہوئے تھے۔ شریف عون الرفیق نے جو وہابیہ خیال کا تھا اسکے مدخل کو گرانا چاہا تھا لیکن اپنے ارادہ میں بوجہ مخالفت بن نفس جانے کے ناکام رہا۔

جواز بنائے قبہ و تعظیم مآثر

بزرگانِ دین کی اسلامی خدمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے عقیدتمند مسلمانوں نے اُن کے مزارات وغیرہ پر بطور یادگار عمارتیں بنائیں تاکہ وہ انہدام سے محفوظ رہیں۔ حرمین شریفین میں مٹی اور پتھر کو یہ سربلندی پاک لوگوں کی ہمسائگی کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
(سعدیؒ)

مگر بایں ہمہ عظمت جو ان عماراتِ متبرکہ کو بزرگانِ دین کی طرف منسوب کرنے سے حاصل ہے کوئی شخص ان کی پرستش کرنے کے لئے نہیں جاتا۔ بلکہ اُس جگہ کی زیارت مقصود ہوتی ہے جس پر عمارت قائم ہو۔

دلِ ما را کہ شائق ایں چنیں کرد — نہ شوقِ آں مکاں عشقِ مکیں کرد (مراد)

شیخ نجد نے ایک کتاب الہدیۃ السنیہ چھپوائی ہے اُسکا اردو ترجمہ اسلامی سلطنت (فغانستان) سے ملک بدر کئے ہوئے گھرانے کے ایک فرد اسماعیل نامی نے جسے بباعث بیکاری گذشتہ دنوں تحریک خلافت میں طفلانہ دوڑ دھوپ سے حصولِ شہرت کا ایک نادر موقعہ ہاتھ لگ گیا تھا) امرتسر سے بنام تحفہ وہابیہ شائع کیا ہے۔ الناس علیٰ دین ملوکھم کی صداقت دیکھو کہ ہندوستان کے وہابی جو پہلے وہابی کہنے سے چڑتے تھے اب بڑے فخر سے کتاب کا نام تحفہ وہابیہ رکھتے ہیں۔ نجدی حجاز میں آئے تو ہندی اہلحدیث کیلئے خطاب وہابی طرۂ اعزاز بنگیا۔ حالانکہ اس سے پہلے انکے لئے لفظ وہابی دشنام تھا تحفہ وہابیہ کے صفحہ ۹۰ میں لکھا ہے کہ "صالحین کے قبور پر جو گنبد اور قبے بنائے گئے ہیں وہ بھی بطور ایک بت کے بنے ہیں لوگ ان سے مرادیں مانگتے ہیں اسلئے ہمنے منہدم کرا دیئے"

بتوں کو قرآن مجید میں (فاجتنبوا الرجس من الاوثان) نجس بتلایا گیا ہے۔ نجدیوں کا بزرگانِ دین کے مزارات کو جنکی زیارت واجب ہے بتوں سے تشبیہ دیکر نجس بنانا بہت بڑی شوخ چشمی یا کورباطنی اور بے ادبی ہے۔

"مائیں گھٹنا پھوٹے آنکھ" اسی کو کہتے ہیں۔

ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کوئی شخص قبروں سے مرادیں مانگتا ہو اور اُن کو حاجت روا سمجھتا ہو۔ اجی واجب التعظیم تو وہ برگزیدۂ خدا ہستی ہے جو قبر یا قبہ کے اندر ہے۔ قبہ یا قبر گرا دینے سے خدا کے پیاروں کی عظمت دلوں سے نہیں مٹ سکتی۔ اب رہا قبروں کو عمارت سے محفوظ کرنے کا مسئلہ۔ سو یہ زمانۂ نبوی و صحابہؓ سے ثابت ہے۔

(۱) حضور علیہ السلام مکانِ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی میں بعد از وصال مکین ہوئے

(۲) حضرت صدیق اکبر رضی افضل البشر بعد از انبیا کا مزار بھی مسقف مکان کے اندر رہنا۔

(۳) حضرت فاروق اعظم رضی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ناطق بالحق والصواب تھے۔ جب فوت ہونے لگے تو وصیت کی کہ مجھے بھی نبیؐ و صدیقؓ کے پاس ہی حجرہ میں دفن کرنا۔

(۴) حضرت میمونہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ۳۸ھ اسی گھر میں بمقام سرف جو مکہ سے دس میل ہے دفن ہوئیں۔ جہاں حضور علیہ السلام نے شب زفاف آرام فرمایا تھا۔ (ترمذی شریف جلد اول ص۱۱۰ باب تزویج المحرم) یہ واقعہ حضرت علی رضی کی خلافت کا ہے جنکے متعلق نجدی مشہور کر رہے ہیں کہ انہیں اونچی قبریں ڈھا دینے کا حکم تھا۔ حالانکہ وہ حکم مشرکین کی قبور کے متعلق تھا۔ اور کوئی شہادت اس امر کی نہیں کہ انہوں نے کسی مسلمان کی قبر برابر کی ہو (جوہر النقی ص۲۶۵)۔

بلکہ بخاری سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے بہت بڑا پتھر رکھکر حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کو بلند کیا تاکہ حضور کے دیگر متعلقین کی قبور اس کے پاس بنیں۔ افسوس ان تمام قبور کو بھی نجدیوں نے جنت البقیع مدینہ میں منہدم کر دیا ہے۔

پہلے قبور کے گرد عمارتیں معمولی اینٹوں کی تھیں۔ جوں جوں مسلمانوں کو خدا نے دولتمندی عطا کی اُنہوں نے مسجدیں پختہ اور منقش بنائیں اور بزرگانِ دین کی مضاجع (خوابگاہوں) کو بھی انکی شان کے مطابق عظیم الشان بنایا اور اسیر آخ تک کسی

عالم دین نے اعتراض نہیں کیا۔ ہندوستان سے بھی جو وہابی ملا حج کو جاتے تھے اُنہوں نے بھی واپس آکر کبھی ان عمارات کو ناجائز بتا کر ان کو منہدم کرنے کا فتوے نہیں دیا۔ بلکہ جب نجدیوں نے مکہ معظمہ پر قبضہ کیا تو ان کے فطرت شناسوں کا ماتھا ٹھنکا تھا کہ یہ ضرور اظہار حسد کرینگے اور بزرگوں کی عظمت گھٹانے کے لیے ان کے مزارات و مآثر کا انہدام عمل میں لائیں گے۔ مگر ہندی اہل حدیث نے پُر زور الفاظ میں اسکی تردید کی کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ لیکن جب ذریت شیخ نجد نے اپنی حاسدانہ سپرٹ کا اظہار کر دیا تو مساجد و مقابر و مآثر شکنی کے جواز میں ان لوگوں کی طرف سے مضامین کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور جب ان کی تردید کی گئی (ملاحظہ ہو کتاب قبہ مؤلفہ مشفقی سید مظہر حسین صاحب لاہوری) تو کوئی جواب بن نہ آیا۔ ان کا اصول ہے کہ اپنی کہے جاؤ اور کسی کی نہ سنو۔ بلکہ شیخ نجد کی تائید کئے جاؤ۔

مآثر کی تعظیم کے جواز کے لئے مندرجہ ذیل حوالے کافی ہیں:۔

۱۔ حضور علیہ السلام جب فتح مکہ کے لئے مدینہ سے تشریف لائے تو جہاں جہاں آپ نے نماز پڑھی مسلمانوں نے اسکو مسجد بنا لیا یہ مسجدیں آپنے دوسری بار حجۃ الوداع کے موقعہ پر ملاحظہ کیں اور اعتراض نہ کیا۔ (سیرت النبی)

۲۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ کو اُن مقامات کا راستہ تلاش کرتے اور نماز پڑھتے دیکھا جہاں کہ انکے والد بزرگوار نے نماز پڑھی۔ وہ بیان کرتے تھے کہ میرے والد ماجد یہاں اس لئے نماز پڑھتے تھے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقامات پر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ (بخاری ج ۱ ص)

۳۔ جبل احد کی نسبت حضور علیہ السلام نے فرمایا هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔ یہ پہاڑ ہمیں دوست رکھتا ہے اور ہم اسے دوست رکھتے ہیں۔ جبل احد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام نے رحلت فرمائی اور وہیں دفن کئے گئے (شرح سیرت ابن ہشام سہیلی۔ ج ۲ ص)

۴۔ نجدیوں نے بزرگوں کے مزارات یا مآثر کے پاس جو مسجدیں تھیں ان کو بھی گرا دیا

حالانکہ قرآن مجید میں جو لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا آیا ہے اسکا یہی مطلب ہے، کہ نیک آدمی کے مزار کے پاس مسجد ہونی چاہئیے (تفسیر علامہ خفاجی)۔

۵۔ اگر کوئی کسی نیک آدمی کی قبر کے قرب وجوار میں مسجد بنائے یا گورستان میں نماز پڑھے بدیں نیت کہ کسی ولی کی روح سے فیض حاصل کرے یا اسکی عبادت کی اُس کو برکت پہنچے تو توجہ اور تعظیم قبر مقصود نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے حالانکہ اس جگہ نماز پڑھنی بہتر ہے (یعنی وہاں ایک نماز کا لاکھ نمازوں جتنا ثواب ہے)۔ (مجمع البحار جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)۔

۶۔ جب حضور علیہ السلام معراج کو تشریف لے گئے تو حضور نے (طور سینا) پر نماز پڑھی جہاں حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے تھے اور نیز وہاں (بیت اللحم) جہاں حضرت عیسےٰ کا مولد (مقام ولادت) تھا۔ علامہ سندھی حنفی شارح نسائی اسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ نیک لوگوں کے آثر تلاش کرنے اور اُن سے تبرک حاصل کرنے اور ان میں عبادت کرنے کے متعلق یہ حدیث بمنزلہ ایک قانون اور سبیل الرشاد کے ہے (نسائی مجتبائی دہلی صفحہ ۸۰)۔ حیف ہے نجدیو تم پر کہ حضور علیہ السلام تو مولد عیسےٰ پر نماز پڑھیں اور تم حضرت رحمۃ للعالمین سرور انبیاء و افضل الرسل کے مولد کو گرا کر اسکی توہین کرو۔ افسوس!! ع "آسماں را مے سزد گر خوں ببارد بر زمیں"۔

مکہ کے مقدس پہاڑ

جبل ابو قبیس مکہ معظمہ کے گرد پہاڑ حلقہ کئے کھڑے ہیں بلکہ یہ شہر پہاڑوں ہی پر واقع ہے۔ ابو قبیس دوسرے پہاڑوں سے قریب تر جانب جنوب مشرق حجر اسود کے مقابل واقع ہے۔ اس کی چوٹی حرم شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ کہتے ہیں یہ سب سے پرانا پہاڑ ہے طوفانِ نوح کے موقع پر حجر اسود کو اسی پر امانت رکھا گیا تھا۔ اسی جگہ پر سے حضرت ابراہیم نے حج کی منادی کی تھی یہیں حضور علیہ السلام سے معجزہ شق القمر ظاہر ہوا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسی پر

پہلے اذان کہی تھی۔ ابن نمیر اور پھر حجاج بن یوسف نے اسی پر منجنیقیں لگا کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر جو حرم میں محصور بیٹھے تھے سنگ باری کی تھی۔ جبل ابوقبیس و جبل اخزل جسکا دوسرا نام جبل احمر ہے کو اخشبان مکہ کہتے ہیں۔

جبل عمر جانب مغرب ہے۔ اسی پر مقام عمرہ ہے جہاں حضرت فاروق اعظم رضی دار ارقم سے مشرف باسلام ہو کر چالیس مسلمانوں کے ساتھ آئے تھے اور فرمایا تھا

نامِ خدا و نامِ نبیؐ لو پکار کے	اب تم کو کس کا ڈر ہے اذاں دو پکار کے

کیا ہی خوب کہا ہے کسی نے ؎

ہوئی پہلی اذاں مکہ میں انکی دینداری سے	عمرؓ کا مرتبہ اللہ اکبر کتنا اعظم ہے۔

جبل قیقعان ۔جس طرح جبل ابوقبیس صفا پر مشرف ہے۔ اسی طرح جبل قیقعان جبل عمر اور خانہائے عبداللہ بن زبیر سے مشرف ہے۔ اسکا رخ ابوقبیس کی طرف ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان مسجد الحرام واقع ہے

جبل نور ۔ منیٰ کو جاتے ہوئے راستہ کے دائیں طرف یہ مقدس پہاڑ ہے۔ حرم سے اسکا دامن ۲½ میل پر ہے۔ اور چوٹی ایک میل اور اوپر۔ مکہ سے دامن تک ایک گھنٹہ میں اور چوٹی تک دوسرے گھنٹہ میں پہنچ سکتے ہیں۔ یہ کوہ مکہ سے صاف دکھائی دیتا ہے اسی پر حضور کا شق صدر ہوا تھا۔ اس مقام پر ایک قبہ نما سفید مینار تعمیر کیا گیا تھا جو نجدیوں نے گرا دیا۔ اسی کے ایک جانب غارِ حرا ہے جہاں حضور علیہ السلام یاد الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے اور جہاں حضور کو تمغہ نبوت عطا ہوا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی سے یہ جگہ ۱۸۰ گز ہے۔

جبل ثور ۔ یہ پہاڑ یمن کے راستہ میں مکہ سے جنوب کی طرف تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اسی میں غار ثور ہے جہاں حضور علیہ السلام بمعہ اپنے یار غار یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی مکہ سے ہجرت کر کے مقیم ہوئے تھے۔ دامن ثور حرم سے دو میل پڑ جاتا ہے۔ یہاں سے سوا گھنٹہ کی چڑھائی ہے۔ پھر کچھ دور اتر کر دوسرے پہاڑ پر چڑھنے سے ثور کی چڑھائی ملتی ہے جو سخت ہے۔ اس دشوار گذار جگہ پر

حضرت صدیق اکبرؓ حبیب خداؐ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر غار ثور میں لے گئے اور غار ثور میں تین دن رات قیام کر کے یکم ربیع الاول (مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) بمعیت عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط جانب مدینہ منورہ روانہ ہوئے تھے یہیں حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ ہر روز کھانا لیکر آتی رہیں۔

جبل رحمت } یہ دو علیحدہ علیحدہ پہاڑ ہیں۔ جبل رحمت کوہ عرفات کے دامن
جبل عرفات } میں ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے۔ اول الذکر کی اونچائی زمین سے تین سو اور سطح سمندر سے تین ہزار فٹ ہے۔ جبل عرفات اس سے دو ہزار فٹ بلند ہے۔ جبل رحمت حرم شریف کے باب السلام سے سولہ میل اور مزدلفہ سے ۹ میل انگریزی ہے۔ راہ میں ڈیڑھ میل کا ایک درہ پڑتا ہے جس سے اونٹوں کی دو قطاریں بمشکل گزر سکتی ہیں۔ یہاں سے پار ہو کر یہ پہاڑ دکھائی دینے لگ جاتے ہیں۔ اور میدان عرفات میں پہنچ جاتے ہیں جس کا رقبہ قریباً دس میل مربع ہوگا۔ اس میں بیس لاکھ تک آدمی قیام کر سکتے ہیں۔ اسی جگہ ظہر سے شام تک وقوف کا نام حج ہے۔ جبل عرفات کا سلسلہ جانب مشرق جبل قزح اور جبل محرم اور جانب غرب جبل منیٰ اور جبل ثور تک مسلسل چلا گیا ہے۔ ان میں ہزاروں بدو قبائل آباد ہیں جن کا راس المال اونٹ۔ دنبے اور بکرے ہیں جنکو وہ سال میں ایک دفعہ منیٰ میں لا کر فروخت کرتے ہیں۔

صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں۔ جن پر اب شہر مکہ کے بہت سے مکانات ہیں صرف وہ جگہ خالی ہے جہاں حضرت ہاجرہ نے سات چکر لگائے تھے اور جو سعی کے لئے چھوڑی ہوئی ہے۔

مکہ معظمہ کے عام حالات

سطح سمندر سے بلندی ۳۳۰ میٹر = ۱۰۹۷ فٹ۔ عرض بلد ۲۱ درجہ ۳۰ دقیقہ طول بلد ۴۰ درجہ ۹ دقیقہ۔ آبادی در ۱۳۲۵ھ ڈیڑھ لاکھ۔

حدود اربعہ۔ مکہ سے مشرق کی طرف طائف۔ مغرب کو جدہ۔ شمال کی جانب مدینہ منورہ

... رقبہ جس طرف ملک عسیر اور اس سے پرے یمن ہے۔ مکہ حجاز کا دارالخلافہ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے پہلے پہل کعبہ کے گرد آبادی قائم کی جو خیموں میں تھی۔ حضور علیہ السلام کے اجداد میں سے قصیؔ بن کلاب نے مکانات بنوائے جو دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ عباس حلمی پاشا ثانی خدیو مصر کے سفرنامہ میں گھروں کی تعداد سات ہزار دی ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں قرارہ میں ہیں جو حرم شریف سے شمال کی طرف ہے۔ صحن حرف امرا کے گھروں میں ہوتے ہیں۔ مکہ کا بہترین حصہ شعب جیاد ہے۔ جو بلند مقام پر واقع ہے۔ اسکے راستے اور مکانات کشادہ ہیں۔ اس میں بکثرت ترکی وضع کے مکانات ہیں۔ بڑے بڑے مکانات شریف عبدالمطلب۔ سید محمد شعاف اور شریف ناصر پاشا کے تعمیر کردہ ہیں۔

انہی مکانات کے درمیان حضرت ابن عباسؓ کا قدیم مکان بھی ہے جو مروہ کو جاتے ہوئے دائیں ہاتھ پڑتا ہے۔ حضرت ابو سفیان بن حرب کا مکان حرم کے شمال مشرق کو ہے۔ یہ گھر جاہلیت میں بوجہ رئیس مکہ کا مکان ہونے کے شہرت رکھتا تھا۔ اسکی شہرت کو حضور علیہ السلام نے حرم بنا کر چار چاند لگا دیئے۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ جو شخص ابو سفیان کے مکان میں پناہ لے اُسے بھی امن ہے۔ خدیو مصر کے سفرنامہ میں بلدیہ مکہ کی توجہ اسکی تنگ سنگی کی طرف مبذول کر کے اسکی مرمت اور بحالی کی سفارش کی گئی ہے۔ خدا جانے اسکا کیا اثر ہوا۔ نجدی جو مساجد کو کسی کیطرف منسوب پا کر سلامت نہیں چھوڑتے اُن سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ تاریخی یادگاروں کو مٹنے نہ دینگے۔

انہی مکانات کے درمیان حرم شریف ہے جو کوہ ابو قبیس کے متصل کسی قدر جنوب کی طرف مڑا ہوا ہے۔ اسی طرف دار ارقم تھا دار خیزران بھی ہے، اسی کے متصل مشرقی جانب شعب بنی ہاشم ہے جہاں مشرکین مکہ نے بنی ہاشم کو کئی سال محصور رکھا تھا۔ اس کو شعب علی بھی کہتے ہیں۔ پھر اسکے بعد

بہ ترتیب شعب مولد اور شعب بنو عامر زمانۂ جاہلیت میں بنو عبد المطلب کے مکان بھی اسی طرف تھے۔ بہت سے شرفا اب بھی آباد ہیں۔ باقی قریش حرم کی دوسری اطراف بالخصوص شمالی جانب میں آباد تھے۔ اسکے بعد دیگر اہل مکہ کی آبادی تھی۔ شہر کی آبادی طولاً مشرق سے مغرب تک ۹/۲ ۱ (یعنی قریباً دو میل) اور عرضاً شمال سے جنوب تک اس سے نصف یعنی قریباً ایک میل تک پھیلی ہوئی ہے شہر سلسلہ ہائے کوہ پر واقع ہے۔ مکہ کے پہاڑوں کا شمالی سلسلہ مغربی جانب میں بہ ترتیب جبال خلج۔ قیقعان۔ ہندی۔ لعلع اور رکدامہ سے جو مکہ کے بالائی حصہ میں واقع ہے مرکب ہے۔ حضور علیہ السلام فتح مکہ کے زمانہ میں اسی راہ سے شہر میں داخل ہوئے تھے۔ جنوبی سلسلہ کی مغربی جانب بہ ترتیب جبل ابی حدیدہ اور جبل کدی سے جو جنوب کی طرف مڑا ہوا ہے۔ پھر جبل ابو قبیس ہے جو ان دونوں کی مشرقی جانب واقع ہے۔ پھر جبل خندلہ سے مرکب ہے۔ ان تمام پہاڑوں کی چوٹیاں حرم کی طرف سکانات سے لبریز ہیں جو قلب وادی تک چلے گئے ہیں۔

ترکوں کے عہد میں انتظام حکومت۔ مکہ حجاز کا دار الخلافہ تھا حکومت کے دو حصے تھے (۱) انتظامی جسکو سید الجمیع کہتے تھے اور جو شریف مکہ کے ہاتھ میں تھی۔ اسکی رو سے وہ اہم امور کا فیصلہ کرتا تھا اور اس میں شہریوں اور بدوؤں کے نظامات مخصوصہ کا لحاظ رکھتا تھا (۲) مالی اور فوجی جو والی مکہ کے ہاتھ میں تھی۔ والی عموماً ترک ہوا کرتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے مقدمات کے تصفیہ کے لئے قاضی ہوا کرتا تھا۔ جو سلطان روم کی طرف سے مقرر ہوتا تھا۔

شریف کی عدالت عالیہ قلعہ شاہی کے شرقی کونے پر تھی جو آخری عدالت اپیل تھی والی مکہ یعنی ترکی پاشا کا مکان عدالت بیرون باب شریف وجیاد حرم شریف کے واقع تھا اور قاضی خانہ باب محکمہ قاضی اور باب الزیادہ کے اندر حلقہ حرم شریف کے حجروں پر تھا۔

مکہ معظمہ کے بازار

۱۔ سوق الکبیر۔ باب الصفا سے مروہ تک۔ یہیں شریف مکہ کے رشتہ داروں کے مکانات ہیں۔ بساطیوں کی دوکانیں اور انگریزی دوا خانہ بھی ہے۔

۲۔ بازار سویقہ۔ مروہ سے باب الزیادہ تک۔ اسی میں شامی بازار ہے۔ جس میں اعلیٰ پیمانہ پر جز بدر فروخت ہوتی ہے۔ یہاں رفیق الحجاج کے مؤلف نے ہندوستان کے مسلمان بندہ شیخ محمد یوسف مشتاق احمد صاحبان دہلوی مہاجر کی دوکان دیکھی جس میں ہر قسم کی تسبیحیں مل سکتی ہیں۔

۳۔ باب دریبہ۔ یہاں حبشی و سوڈانی غلام اور کنیزک فروخت ہوتے تھے۔ مگر یہ بازار حسب بیان رحلۃ الحجازیہ اب بالکل ٹوٹ چکا ہے۔

۴۔ سوق اللیل۔ شعب بنی ہاشم میں واقع ہے مسجد کے مشرقی جانب۔ جب حضور علیہ السلام کو مع متعلقین مشرکین مکہ نے شعب میں محصور کر دیا تھا تو ہاشمی بجائے دن کے رات کو سودا سلف خریدتے تھے اسی وجہ سے اس بازار کا نام سوق اللیل پڑا۔ اب تک یہاں رات کو بڑی رونق ہوتی ہے اس میں حاجیوں کی ضروریات کی تمام چیزیں مل جاتی ہیں۔

۵۔ سوق الصغیر۔ باب ابراہیم کے سامنے ہے۔ اس میں روٹی۔ گوشت خشک و تر ترکاریاں فروخت ہوتی ہیں۔ جدہ سے آئی ہوئی بھنی ہوئی مچھلیوں کی بھی دوکانیں یہیں ہیں۔ مگر یہ مچھلیاں یہاں پہنچنے تک مضر صحت بن جاتی ہیں۔ مکہ کے بازار مسقف ہوتے ہیں خدا کی قدرت دیکھو کہ مکہ میں خود کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی مگر دنیا جہان کی سب اشیاء یہاں موجود ہیں کہتے ہیں جو چیزیں ہندوستان میں بھی نہیں ملتیں

نوٹ۔ ریاض الحرمین کے مؤلف حاجی نور الہٰی صاحب قصوری بازاروں کے یہ نام بتاتے ہیں (۱) بازار ششہر (۲) بازار شامی (۳) بازار رنفاقی و جنت المعلیٰ (۴) بازار مولد النبی و مکان شریف (۵) بازار حرم (۶) بازار صفا و مروہ (۷) بازار ہندی (۸) بازار عمرہ۔ یہ نام ہندیوں کے رکھے ہوئے ہیں۔ ۱۲

یہاں دستیاب ہو سکتی ہیں۔

شہر مکہ معظمہ کے محلے

نمبر	نام محلہ	مشہور مقامات واقع در محلہ
۱	جرول	مکانات بنگالی و ہندی مہاجرین۔ مزار شیخ محمود بن ابراہیم ادہم۔ محل سلطانی جس میں فوجی کوارٹر یا شفاخانہ تھا۔ ایک کنواں جہاں حضور علیہ السلام نے غسل فرمایا تھا۔
۲	حارث الباب	مکانات ترک و عرب۔ مکانات مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی۔ صنعتی سکول۔ مدرسہ صولتیہ اور بورڈنگ ہوس۔
۳	شبیکہ	قبرستان جس کی زمین حضور علیہ السلام نے خرید فرمائی تھی۔
۴	جبل عمر	مکانات معلمین و مطوفین حجاج پنجاب۔ رباط نواب صاحب بہاولپور۔
۵	مصفلا	مولد سیدنا امیر حمزہ۔ مولد سیدنا حضرت صدیق اکبر رض۔ وقف شدہ رباطیں مع ایک رباط برائے مستورات جسے ریاست بہاولپور نے وقف کیا ہوا ہے۔
۶	جیاد	آبادی بنگالی مہاجرین۔ اسی محلہ میں ترکی ملٹری گیریزن تھا
۷	جبل ابوقبیس	مقام شق القمر۔ رباط نواب محمود علی خاں صاحب مرحوم رئیس چھتاری ضلع بلند شہر۔
۸	سوق اللیل و کوشا شبیکہ یا شعب بنی ہاشم	مولد النبیؐ مولد علیؓ مکان جلیسۂ کشتی جناب پیر دستگیرؒ۔ دار خیزران جہاں حضرت عمرؓ مشرف باسلام ہوئے تھے۔ حجر متکلم و حجر متکا جو اب یہاں غائب ہیں۔ مولد و مکان حضرت فاطمہؓ۔ شریف عون الرفیق کے عالیشان محلات مکان شیبی کلید بردار خانہ کعبہ۔ مزار حضرت عثمان ہارونی پیر حضرت خواجہ معین الدین اجمیری علیہما الرحمۃ۔

نمبر	نام محلہ	مشہور مقامات واقع در محلہ
۹	فناک	چھوٹا سا قلعہ و مکان رہائشی ترکان
۱۰	شامیان	سب سے پُر رونق محلہ ہے۔ ہندیوں کی رباطیں اور شاہی مہمانوں کے مکانات۔
۱۱	جبل ہندی	مکانات مہاجرین ہندی۔ نواب محمود علی کی رباطیں۔ رباط برہما برلٹے حجاج برہما و رنگون۔
۱۲	معابدہ	متصل سوق اللیل۔ ایوان شریف عبد المطلب۔ راہ سوئے عرفات۔
۱۳	حجون	آبادی عرب۔ قبرستان جنۃ المعلی۔ مسجد الجن۔ سواری کے گھوڑوں و گدھوں کا اڈا۔

مکہ معظمہ میں رباطیں یا سرائیں

یہ شہر دنیا کے مسلمانوں کا مرجع ہے۔ یہاں حجاج کے آرام کے لئے مخیر اہل اسلام نے رباطیں تیار کی ہیں۔ ان کی تعداد اکاون ہے۔ ۴ سلطانی ۱۲ اہل عرب کی۔ ۳۵ ہندوستانیوں کی۔ ان میں نواب بھاولپور۔ نظام حیدرآباد دکن۔ نواب محمود خان اور بیگم صاحبہ بھوپال کی بہت مشہور ہیں۔

مکہ معظمہ کے قہوہ خانے

محلہ جیاد میں بہترین قہوہ خانے ہیں۔ گرمیوں میں بیرون شہر قہوہ خانوں میں رونق ہوتی ہے۔ حج کے دنوں میں راستوں میں بھی دوکانیں لگا لیتے ہیں یہی جگہیں یہاں تفریح کے مقامات ہیں۔ قہوہ شیشہ کی چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں جنہیں فنجان کہتے ہیں پلاتے ہیں۔ عموماً قیمت ایک ہللیہ (دو پیسہ) فی فنجان ہوتی ہے۔

خانقاہیں۔ ہندوستان میں عوام الناس خانقاہ مقبرہ کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ صحیح طور پر خانقاہ اُس تکیہ یا زاویہ کو کہتے ہیں جہاں کسی بزرگ نے مقام کیا ہو۔ یا جہاں رفاہ عام کے لئے کوئی لنگر جاری ہو۔ اس قسم کی خانقاہیں مکہ میں تین ہیں جن میں سب سے عمدہ اور وسیع مصری خانقاہ ہے۔ اس کی عمارت نہایت عظیم الشان ہے۔ اس کو محمد علی پاشا نے دارالسعادۃ یعنے بنو زبید کے دار الحکومت کی جگہ تعمیر کیا تھا۔ اس میں پانچسو مسافروں کو ہر روز اور پندرہ سو کو ایامِ حج میں کھانا ملتا تھا۔

برکات۔ ۔۔ ۔۔ مکہ سے یہ اشیا بطور تبرک لاتے ہیں :-

(۱) آب زمزم (۲) آب غسل بیت اللہ و میزاب رحمت جو ملنا دشوار ہے۔ (۳) وہ جاروب جس سے بیت اللہ کو دھویا جاتا ہے یا اسکے تنکے (۴) غلافِ کعبہ کے ٹکڑے (۵) سرمہ (۶) مختلف قسم کی تسبیحیں جو عموماً باہر سے بنکر یہاں فروخت ہوتی ہیں۔ تاہم انہیں مکہ میں بکنے کا امتیاز حاصل ہے (۷) مصر اور استنبول کے طبع شدہ قرآن شریف (۸) سنا مکی۔

مکانات۔ شہر مکہ کے مکانات پختہ بنے ہیں۔ اور کئی منزل کے ہوتے ہیں۔ ان میں پتھر تراش کر لگائے جاتے ہیں اور لکڑی زیادہ استعمال کی جاتی ہے اس لئے جو مکان جل جائے اس کی مرمت مشکل ہو جاتی ہے۔ اور اُسے از سرِ نو تعمیر کرنا پڑتا ہے۔

انتظام صفائی۔ تمام حجاز میں مسلمانوں کے سوا اور کسی مذہب کا کوئی آدمی آباد نہیں۔ غلاظت کون اُٹھائے۔ اسلئے مکہ و مدینہ کے ہر مکان میں رفع حاجت کے لئے ایک عمیق گڑھا ہوتا ہے یعنی غرقی جس میں بول و براز غرق ہوتا جاتا ہے۔ نہ بدبو سے دماغ پھٹتا ہے نہ کناسوں (بھنگیوں) کی منت اُٹھانی پڑتی ہے۔

ایامِ حج میں جب مکہ سے عرفات کی طرف چلتے ہیں تو راہ میں جائے قیام

کے آس پاس گڑھا سا کھود کر بعد از رفع حاجت اُسے بلّی کی طرح ریت سے پاٹ دیتے ہیں۔ کوڑا کرکٹ اٹھانے اور مردہ جانوروں کو ٹھکانے لگانے کے لئے بد۔ یہ ملّہ کی طرف سے بھی کچھ آدمی مقرر ہیں۔

پانی کے حوض۔ جہاں مکّہ کے ہر گھر میں غزتی کا ہونا لازمی ہے وہاں ایک حوض کا قیام بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔ اس میں حج کے زمانہ کے لئے برسات یا نہر زبیدہ کا پانی بھر دیا جاتا ہے اور اسے اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب نہر بند ہو جائے یا حج کے دنوں میں وہ حاجیوں کو پانی بہم پہنچانے کے لئے کافی نہ ہو۔ مثلاً جب نجدیوں نے اپنے ہزاروں اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے نہر زبیدہ کا پانی آگے آنے سے روک دیا تو انہی حوضوں نے حاجیوں کو پیاسا مرنے سے بچایا۔ یہ اور بات ہے کہ کنستر بھر پانی کئی روپیہ میں دستیاب ہوا۔

کتب خانے۔ مکّہ معظمہ میں جاہل نجدیوں کے عہد سے پہلے دو کتب خانے تھے

(۱) کتب خانہ سلیمانیہ۔ جو باب السلام کے پاس مدرسہ میں ہے۔ اس کو سلطان عبدالمجید خان مرحوم نے قائم کیا تھا۔ اس میں حرم کی متفرق کتابیں جمع کی تھیں۔ اور قسطنطنیہ سے بھی بہت سی متفرق کتابیں بھیجی تھیں۔

(۲) کتب خانہ شروانی زادہ محمد رشدی پاشا جو حجاز کے سابق والی تھے یہ باب ہانی میں تھا۔

ہر کتب خانہ میں ایک ایک لائبریرین مقرر تھا اور قلمی فہرست کتب بھی تھی ان میں نحو۔ فقہ۔ ادب کی کتابیں بزبانِ عربی تھیں۔ نیز بعض کتب فارسی، اردو، ترکی اور جاوی زبان میں بھی موجود تھیں۔

ان کتب خانوں سے پیشتر کتابیں الماریوں میں جو حرم کی دیواروں میں بنی ہوئی تھیں رکھی رہتی تھیں مگر ان میں سے بعض تو چوری ہو گئیں اور بعض کو سیلابوں نے خصوصاً ۱۳۲۸ھ کے سیلاب نے جو حرم کی دیواروں تک چڑھ آیا ضائع کر دیا۔

ع پلیدی کند گر بہ بر جائے پاک۔ چو زشتش نماید بپوشد بخاک

مدرسے۔ یہاں صرف دو مدرسے ہیں (۱) مدرسہ صولتیہ۔ جسے ایک ہندی مہاجر شیخ رحمت اللہ مصنف اظہار الحق نے قائم کیا تھا۔ یہ حرم سے شمال مغرب کی طرف محلہ حارث الباب میں واقع ہے۔ اس میں قرآن شریف علم تجوید اور کسی قدر عربی زبان اور حساب و ہندسہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی مستقل آمدنی نہیں صرف ہندوستانی مسلمانوں کے چندے پر گذارہ ہے خدیوی سفرنامہ میں اس مدرسہ کو مفید بنایا گیا ہے اور اس کو تنزل پذیر بتایا حکومت حجاز کی توجہ اس کو ترقی دینے کی طرف مبذول گئی ہے ۱۹۲۲ء میں ہمارے عزیزوں نے مدرسہ صولتیہ کو بھی دیکھا۔ اب سہ منزلہ عمارت نئی بنی ہے جس میں دار الاقامۃ۔ جائے درس۔ لیکچر روم۔ باہر سے آئے ہوئے علما کی رہائش کے لئے علیحدہ علیحدہ عالیشان کمرے تعمیر ہوئے ہیں۔ اور پاس ہی ایک مسجد بھی بنائی گئی ہے۔

دوسرے مدرسہ کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ مکہ کے معزز عالم شیخ یوسف محمد خیاط کے اہتمام سے چلتا ہے۔ اور اس میں کسی قدر اعلیٰ پیمانہ پر انہی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے جو مدرسہ صولتیہ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اس مدرسہ کی طرف مولانا امیر المومنین کی توجہ منعطف رہتی تھی۔

اسکے علاوہ حرم شریف میں قدیم طریقہ پر تعلیم دی جاتی تھی اور کئی سو طلبہ مصروف تعلیم رہتے تھے۔ جن میں زیادہ جاوا کے ہوتے تھے۔ یہ اپنی سلطنت کے مظالم سے بھاگ کر یہاں آجاتے اور اوقات مدرسہ کے باہر معاش کے لئے کوئی کام کرتے۔ اور پیٹ پال لیتے تھے۔ مدرسین کی تعداد تقریباً تینتیس تھی۔ ترکی حکومت ان کو سو سے لیکر پانچسو قرش تک وظیفہ دیتی تھی

مطبع۔ ترکوں کے زمانہ میں ایک مطبع حجاز نامی تھا۔ جس میں اسی نام کا ایک اخبار بزبان ترکی و عربی شائع ہوتا تھا۔ اس میں زیادہ تر سرکاری خبریں اور سرکاری اعلانات ہوا کرتے تھے۔ نجدیوں نے اب اخبار

ام البغزی جاری کر رکھا ہے۔

قلعے تین ہیں (۱) قلعہ جیاد جنوبی جانب جسکو شریف سرور نے ۱۱۹۶ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ (۲) قلعہ ہندی۔ جانب شمال جو شریف غالب کا ۱۲۲۱ھ کا تعمیر کردہ ہے (۳) قلعہ شاہی جس میں سلطانی فوج حفاظت شہر کے لئے زیر قیادت ترکی پاشا رہتی تھی۔

حمام دو ہیں (۱) عمرہ ہیں۔ جسے محمد پاشا وزیر سلطان المعظم نے ۹۸۰ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ (۲) قناشیہ ہیں جو حمام النبی کے نام سے موسوم ہے۔

تجارت و حرفت۔ اہل مکہ کا گذارہ حاجیوں کے سر پر ہے جو مطوفی اور دوسری مذہبی مراسم کے ادا کرنے پر اجرت یا انعام لیتے ہیں۔ ان میں سے بعض صرف حج کے موسم میں آتے ہیں اور باقی وقت حاجیوں کے ملکوں میں جا کر اُن سے ہدایا و تبرکات کے عوض ان کی قیمت سے کئی گنا زیادہ انعام وصول کرتے ہیں۔

مکہ کی تجارت اور حرفت عام طور پر اجنبیوں بالخصوص ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہے۔ عطر، قالین اور ریشم (ہندی و شامی) اس جگہ کا تجارتی سامان ہے یہاں پیشہ ور سنار اور لوہار ہیں۔ لوہے کے ہتھیار عمدہ بنتے ہیں صراحی اور گھڑے بنانے کا ایک کارخانہ بھی ہے۔ مگر یہ تمام چیزیں اجنبیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ خاص مکہ کی کوئی مصنوعات نہیں۔ عزیزی ظفر حسین کو بعد از تلاش بسیار ایک کاڑھا ہوا ریشمی رومال ملا جو وہاں کا تیار کردہ تھا۔ جسے پچیس روپیہ دیکر خرید لیا گیا۔ یہ چار فٹ مربع ہے۔

سکے۔ ترکوں کے عہد میں ترکی اور مصری سکے (سونے یا چاندی کے) روپیہ۔ قرش ہندی۔ شلنگو۔ ابوطرہ اور برم (جادی) کے مختلف الاشکال۔ ریال چلتے تھے۔ انگریزی۔ فرنچ اور روسی گنی (پاؤنڈ) کا بھی چلن تھا اور اب بھی ویسا ہی ہے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں ریال جادی کی قیمت دو روپیہ چھ آنہ اور فرانسیسی ڈالر کی ایک روپیہ چھ آنہ کے برابر تھی۔ انگریزی سکے (پاؤنڈ، روپیہ) اور نوٹ

وہاں بے روک چل جاتے ہیں۔ شرح تبادلہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔ حجاز کے ملکی سکے یہ ہیں:۔ ہلیلہ = ایک پیسہ۔ ہلیلتین = دو پیسہ۔ قرش = ایک آنہ۔ قرشین = دو آنہ۔ خمسہ = ۵ آنہ۔ عشرہ = ۱۰ آنہ۔ مجیدی = سوا روپیہ۔

نجدی عہد سے پہلے سوائے ہلیلہ کے جو تانبہ کا سکہ تھا باقی سب سکے مجیدی تک چاندی کے تھے۔ مگر اب سوائے مجیدی کے سب سکے سفید تانبے کے ہیں۔ ہندوستان کا جدید آنہ۔ دو آنی اور چوانی وہاں قبول نہیں کی جاتی اور ان کا چلن کامران پر ختم ہو جاتا ہے۔ شریف نے خود سر ہو کر بھی ترکی سکے قائم رکھے تھے۔ ہاں مجیدی اپنی بنائی تھی۔

باٹ اور پیمانے۔ جس طرح ہمارے ہاں دیہات میں غلہ ماپنے کے پیمانے (ورڈوپہ۔ ٹوپہ وغیرہ) مروج ہیں اسی طرح مکہ معظمہ میں بھی ہیں۔ سب سے بڑا پیمانہ مُد ہے جو لکڑی کا ہوتا ہے اور چار کیلہ کے برابر ہوتا ہے۔ ایک کیلہ میں اڑھائی سیر غلہ آتا ہے، تولنے کے لئے باٹ بھی مستعمل ہیں۔ چنانچہ ایک سو دس تولہ کا ایک باٹ ہے جسے اوگا کہتے ہیں۔ یہ پیتل کے مشابہ دھات کا ہوتا ہے۔ اس پر ترکی مُہر لگی ہوتی ہے۔

ڈاک خانہ اور تار گھر۔ مکہ میں ڈاک خانہ اور تار گھر ترکوں کے عہد سے چلا آتا ہے۔ یہ سڑک جیاد پر واقع ہے۔ ہندوستان کے خطوط پر اڑھائی آنہ کا ٹکٹ اور تار کے لئے فی لفظ تین روپیہ۔ مدینہ اور جدہ کو مکہ سے تار کے ہر لفظ پر ایک آنہ ترکوں کے عہد میں لگتا تھا۔ منی آرڈر کا رواج نہیں۔ روپیہ بذریعہ ہنڈی بنام ساہوکاران منگایا جا سکتا ہے یا نوٹوں کی شکل میں بذریعہ رجسٹری ڈاک کا جہاز جدہ ہفتہ وار آتا ہے اور وہاں سے مکہ تک روزانہ ڈاک کی آمد و رفت کا سلسلہ ہے۔

سڑکیں۔ پختہ باقاعدہ سڑکیں مفقود ہیں۔ نہ عرفات تک کوئی سڑک ہے نہ مدینہ منورہ یا جدہ تک۔ حالانکہ وہاں پتھروں سے بآسانی سڑکیں تیار ہو سکتی ہیں۔ حکومت نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ مشتاقان زیارت حرمین الشریفین کی راہ میں جسقدر مشکلات حائل ہوں خوشگوار ہیں۔ اسی لئے تو وہ طئی منازل میں آسانی

پیدا کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتی۔ اور بات یہ ہے کہ عاشقانِ دیدارِ محبوب الٰہی کو مزا بھی اسی میں آتا ہے کہ جن راستوں میں حضور علیہ السلام کے مبارک قدم سڑکوں سے بے نیاز ہو کر جادہ پیما ہوتے تھے وہ بھی اس حالت میں چلیں کہ کبھی نوکِ خار اُن کی قدم بوسی کرے اور کبھی سنگریزے پاؤں چومیں۔

غذا و لباس۔ اہل مکہ خوش پوش و خوش خوراک ہیں۔ لباس عموماً رنگین استعمال کرتے ہیں۔ سرخ۔ سبز۔ نیلا اور گلابی رنگ ان میں زیادہ مروج ہے۔ مکانات کو قیمتی سامان اور قالینوں سے آراستہ رکھتے ہیں۔ جو کوئی اُن سے ملنے آئے اُسکے سامنے چائے ضرور پیش کرتے ہیں۔ انواع و اقسام کے کھانوں پر انہیں فخر ہے۔ کسی خاص کھانے کے وہ پابند نہیں۔ عربی۔ ترکی۔ شامی۔ مصری۔ ہندی۔ الغرض ہر قسم کے کھانے سے وہ اپنے دسترخوان کو مزین کر لیتے ہیں۔ سب فرش پر دسترخوان بچھا کر کھاتے ہیں۔ اور ایک کھانے کے بعد دوسرا لاتے جاتے ہیں۔ کھانا دن میں دو بار ہوتا ہے صبح کو نو بجے اور شام کو نماز عصر کے بعد۔

مردوں کا لباس عام طور پر لمبا کرتہ جسے وہ عبا کہتے ہیں اور اس پر چھوٹا کوٹ پہنتے ہیں۔ سر پر عموماً ہلکی سی ٹوپی ہوتی ہے جس پر رومال بھی لپیٹ لیتے ہیں۔ پاجامہ تنگ اور چست ہوتا ہے۔ شرفائے حرم کے امام اور آغوات (خواجہ سرا) بندھی بندھائی پگڑیاں سفید رنگ کی پہنتے ہیں۔ جن میں رنگین ٹوپی سلی ہوتی ہے جب یہ پگڑی میلی ہو جاتی ہے تو گانٹھ کر اسے دھو دھلا کر پھر ویسی ہی تیار کر دیتے ہیں۔

عورتیں بے ضرورت باہر نہیں نکلتیں اور جو نکلتی بھی ہیں اکثر سیاہ رنگ کی چادر اوڑھ کر اور موٹا برقعہ پہن کر نکلتی ہیں۔ برقعہ میں آنکھ کے سامنے دو سوراخ ہوتے ہیں۔ وہ پاؤں میں زرد رنگ کا بڑا موزہ پہنے ہوتی ہیں۔ متمول گھرانوں کی عورتیں اگر باہر نکلیں تو ترکی برقعہ پہنے ہوئے نکلتی ہیں۔ عرب کی کوئی عورت خواہ وہ شہری ہو یا بدوی (جانگلو) کبھی کھلے منہ نہیں پھرتی۔

زیورات۔ عورتیں گلے میں کنٹھی یا گلوبند۔ کان میں صرف ایک ایک بالی یا

کانٹا۔ ہاتھوں میں کنگن اور کلائیوں میں چوڑیاں پہنتی ہیں۔ ناک چھیدنا غالباً ہندوستان ہی کی رسم ہے۔ عرب میں کوئی ناک چھدی عورت نہیں میں نوٹ مکہ زیورات ہلکے اور قیمتی پہنتی ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ باایں ہمہ دولتمندی یہ لوگ حاجیوں سے خیرات مانگنے میں تامل نہیں کرتے۔ سینکڑوں روپیہ کے زیور اور ریشمی کپڑے پہنے ہوئے بھی دستِ سوال دراز کر دیتے ہیں۔ ناچیز کے برادر زادہ برخوردار محمد اقبال کی نانی صاحبہ کا مشاہدہ ہے کہ وہ جس گھر میں فروکش ہوئی تھیں اُسکا سامان اور عورتوں کا لباس بتا رہا تھا کہ اس گھر کے رہنے والے بڑے متمول ہیں مگر ان کی خوش پوش چھوٹی بیٹی خیرات مانگنے نہیں جھجکتی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کی کھیتی باڑی۔ الغرض جو کچھ ہے یہی حاجی ہیں۔ انہی کے سر پر وہ امیر ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی اسامیوں سے نذرانہ وصول کرنے کی عادت نہیں چھوڑ سکتے۔

نوزائیدہ بچوں کی حرم میں حاضری

مکہ معظمہ میں پیدا شدہ بچوں کو بروزِ پیدائش یا دوسرے دن ایک طبق میں درِ کعبہ کے نزدیک لاتے ہیں اور دروازہ کے پاس رکھکر اسکے لئے دعائے خیر کرتے ہیں۔ بعض ان کے رخساروں پر تین خط نیز لوہے سے گرم کرکے کھینچ دیتے ہیں جو مکہ میں تولد ہونے کا پختہ نشان سمجھا جاتا ہے۔

بچوں کی تربیت

مکہ کے شرفا کا قدیم سے معمول ہے کہ وہ بچوں کو بچپن ہی میں بدوؤں بالخصوص قبیلہ عدوان میں بھیج دیتے ہیں جو طائف کے مشرقی حصہ میں آباد ہے یہیں قبیلہ سعد بھی آباد ہے جس میں حضور علیہ السلام نے بعہد شیرخوارگی پرورش پائی تھی۔ یہ بچے ان بدویانہ طریقہ پر پرورش پاتے ہیں۔ اور ان کی زبان سیکھکر اُن کے اشعار یاد کرکے اُنکے اخلاق و

عادات سے متأثر ہو کر واپس آتے ہیں۔ ان اخلاقی اوصاف میں بہترین چیز شہسواری اور قول ذکل کی آزادی ہے جو بدوؤں کا نہایت قدیم اخلاقی وصف ہے۔

مجالس شادی و غمی۔ بیاہ سادہ طریق سے سرانجام پذیر ہوتا ہے۔ مہر حیثیت کے مطابق ایک سو بیس (۱۲۰) روپیہ سے ہزار تک باندھتے ہیں اور اکثر حالتوں میں معجل ہوتا ہے اور عروس کی رخصتی سے پہلے ادا کر دیا جاتا ہے تاکہ جہیز وغیرہ خرید کر لڑکی کے حوالے کر دیا جائے۔ جو مرد خویش دا حباب مدعو ہوتے ہیں وہ گھر سے باہر بیٹھتے ہیں اور عورتیں اندر۔ عشا کے وقت ان کے لئے ایک لمبا دستر خوان بچھایا جاتا ہے۔ جس پر وہ سب کے سب (مرد و عورت علیحدہ علیحدہ) اکٹھے بیٹھکر کھانا تناول کرتے ہیں۔ خرچ دولھا کی طرف سے ہوتا ہے۔ عورتوں کے لئے نشستگاہ کے دروازہ پر ایک بڑے پیالے میں پسی ہوئی مہندی رکھی ہوتی ہے جس میں سے وہ ایک ہاتھ میں مہندی لگا کر اندر داخل ہوتی ہیں اور سلام کہکر بیٹھ جاتی ہیں۔ آدھی رات تک وہ بیاہ والے گھر میں قیام رکھتی ہیں۔ اور اکثر نغمہ شادی کا آخری کلمہ یا مختار۔ یا مصطفےٰ یا مرتضیٰ ہوتا ہے۔ دلھن کے گلے میں چنبیلی کے پھولوں یا چھوٹے چھوٹے سیب کا ہار ڈالتی اور اسے شوہر کے ہاں رخصت کر کے اسی شب اپنے اپنے گھروں کو واپس آجاتی ہیں۔ دلھن کو دولھا قبل از طلوع آفتاب بازو پکڑ کر یا پیادہ اپنے گھر لیجاتا ہے۔ جہاں وہ ایک رات رہکر میکے واپس آجاتی ہے اور ایک روز رہکر پھر واپس سسرال بھیجدی جاتی ہے۔

جب کوئی موت واقع ہو تو میت کی سب سے قریبی رشتہ دار عورت اعلان مصیبت کے لئے ایک دو دفعہ بلند آواز سے چلاتی ہے جس پر رشتہ دار یا پڑوس کی عورتیں خانہ سوگواراں میں تعزیت کے لئے آجاتی ہیں۔ یہاں بھی مہندی سے ہاتھ رنگین کر کے داخل ہوتی ہیں اور مختصر الفاظ میں افسوس

کر کے بیٹھ جاتی ہیں۔ اور مختلف قسم کی باتیں کر کے گھروں کو لوٹ آتی ہیں۔ قبرستان کو مردہ لیجانے وقت زیادہ بھیڑ نہیں ہوتی۔ صرف قریبی رشتہ دار ساتھ جاتے ہیں۔ جب دفن کر کے آتے ہیں تو لوگ تعزیت کے لئے آتے اور فاتحہ کہکر واپس چلے جاتے ہیں۔

مولود شریف وغیرہ کی مجالس مکہ میں صدہا سال سے مفصلہ ذیل مجالس متبرکہ منعقد ہوتی ہیں:۔ (۱) مجلس ختم قرآن بچوں کے قرآن مجید ختم کرنے پر۔ اس موقع پر وہ مکہ کے راستوں میں عظیم الشان جلوس بھی نکالتے ہیں (۲) حول میمونہ۔ یعنی ام المؤمنین میمونہ کی ولادت کے روز جلسہ ۱۵ صفر کو۔ یہ جلسہ آپکے مزار کے پاس جو مدینہ منورہ کے راستہ پر مکہ معظمہ سے چار کوس کے قریب مسافت (۷ کیلو میٹر) پر منعقد ہوتا ہے۔ اہل مکہ روضہ کے گرد کے صحرا میں خیمہ زن ہو کر کھلانے پلانے میں بڑا افتخار کرتے ہیں (۳) حول النبیؐ۔ یعنی میلاد النبی جو ۱۲ ربیع الاول کو بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ (۴) رجبی شریف۔ ۲۷ رجب المرجب کو مکہ میں حضور علیہ السلام کو معراج بالجسد ہوئی۔ اس تقریب پر بھی زیارتِ مدینہ کے لئے عظیم الشان جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔

تحفۂ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ نظم رتنہ پیراں کے جلسۂ عید میلاد النبی ۱۳۴۶ھ میں موزون کر کے پڑھی گئی۔ یہ جلسہ دو سال کی تعمیر شدہ عظیم الشان مسجد اشرف میں منعقد ہوا تھا۔

مبارک روز ہے یہ عید میلاد
نبی کے امتی ہیں آج دل شاد

نصیب آج آمنہ بی کے جاگے
لہو ساری خدائی ہی کے جاگے

ہوا روشن عرب نورِ نبیؐ سے
فلاطوں بنگئے جو تھے غبی سے

ضیاء اس نور سے پائی جہاں نے
عجم نے چین نے ہندوستاں نے

چمکتے ہیں جو سورج چاند تارے — منور نور احمد سے ہیں سارے

جو مسجد میں ہماری روشنی ہے — یہ سب کچھ جلوۂ نورِ نبی ہے

یہ مجلس ہے محمد ہی کے صدقے — یہ سب رونق ہے احمد ہی کے صدقے

ہماری عزت و عظمت ہے اُس سے — ہماری شان اور شوکت ہے اس سے

ہمارا دین اور ایمان ہے اُس سے — ہمارا صدق اور ایقان ہے اس سے

محمد ہی سے یہ لوح و قلم ہیں — محمد ہی سے وہ ۔ تم اور ہم ہیں

زمین و آسمان پیدا اُسی سے — ہے رازِ کن فکاں پیدا اُسی سے

وہ محبوبِ خدا وہ نورِ سرمد — محمد ہے محمد ہے محمد

رسول اللہ کا وہ سبز روضہ — ہے دنیا اور ما فیہا سے اچھا

جہاں دلدار اپنے کا مکاں ہو — دل و جاں سے نہ کیوں عاشق وہاں ہو

مگر محبوبِ ربانی جہاں ہیں — وہیں سنتے ہیں گو ہم سب یہاں ہیں

صبا ہم سے غریبوں کی ہے قاصد — سپرد اس کے ہوا ابلاغ مقاصد

صبا اے مشفقِ حالِ غریباں — تسلی بخشِ سوزِ عندلیباں

ز فیضِ تست آرائش گلاں را — کہ تسکین است جانِ بلبلاں را

پیامِ من ز روئے مہربانی — بہ محبوبِ خدا زودی رسانی

ز مہجوری بر آمد جانِ عالم — ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہ آخر رحمۃ للعالمینی — ز مہجوراں چرا فارغ نشینی

کرامت ہم گنہگاروں پہ کیجئے — عنایت ہم خطاکاروں پہ کیجئے

نہیں ہے پاس کچھ حسنِ عمل سے — نہیں محفوظ ہم نقص و خلل سے

نہ ہم کچھ عذر رکھتے ہیں نہ حیلہ — ہمارا آپ ہی ہیں بس وسیلہ

جو پوچھیں قبر میں صورت دکھا کر — تو میں کہدوں محمد ہیں یہ سرور

قیامت میں خدا سے بخشوا لیں — جگہ جنت میں پاس اپنے دلائیں

حبیب اللہ! یہی ہے عرضِ نامی
ہمارے ہوجیے محشر میں حامی

حامی کے پہلے تین شعر حضرت [illegible] فارسی [illegible] کے ہیں۔

آب وہوا - مکہ میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ اسکی فضا گرم ہے۔ شہر خشک پہاڑیوں پر واقع ہے جہاں روئیدگی کا نام نہیں۔ طائف کے بلند پہاڑوں پر جو بارشیں ہوتی ہیں ان کے سیلاب مکہ تک بھی پہنچتے ہیں۔ ان سے شہر کو بارہا نقصان پہنچا ہے۔ اس سے بچانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شمال کی طرف بہت سے بند بندھوائے تھے۔ اب سیلاب ایک تالاب برکۃ الماجین میں جمع ہو کر آبپاشی کے کام آتا ہے۔ مکہ میں ہر طرف سے ہوائیں چلتی ہیں۔ پچھوائی ہوائیں یعنی جو جنوب کی طرف سمندر کی جانب سے آتی ہیں خوشگوار ہوتی ہیں۔ اس سے کم باد شمال جو شام کی طرف سے آتی ہے خوشگوار ہے۔ پوربی (مشرقی) اور دکھنی (جنوبی) ہوائیں گرم ہوتی ہیں۔

موسم سرما میں امراض سینہ اور گرما میں چشم و جگر و معدہ کی بیماریاں لوگوں کو ستاتی ہیں۔ پانچسو میں سے ایک آدمی چیچک کا شکار ہو جاتا ہے۔ ۱۸۲۵ء سے بیشتر یہاں ہیضہ کبھی نہیں ہوا۔ اس سال ہندی حاجیوں کے ذریعہ یہ وبا داخل مکہ ہوئی۔ اب راہ میں حجاج کو قرنطینہ میں رکھکر داخل ہونے اور چیچک کا ٹیکہ لگوا کر جہاز میں گھسنے دیتے ہیں۔ اس لئے وبائی امراض سے کم تہلکہ برپا ہوتا ہے۔

شفاخانے بڑا شفاخانہ ایک ہی ہے جسکا نام خاصکیہ ہے اور جو سلطان سلیمان قانونی کے صرف خاص سے چلتا آیا ہے۔ ڈسپنسریاں (چھوٹے شفاخانے) چار ہیں۔ دو تو مسعیٰ کی راہ میں۔ ایک محلہ جیاد میں۔ اور ایک اور جگہ جیسے عطار کی معمولی دوکان لکھنا موزون ہوگا۔ یہاں لوگوں کو یقین طب یونانی پر ہے۔ عام بیماریوں کا علاج داغ دینے فصد لینے اور مشرقی ادویات کے استعمال سے کیا جاتا ہے۔ خانقاہ مصریہ میں بھی ایک شفاخانہ ہے جسکے سالانہ مصارف سات سو مصری گنی (پاؤنڈ) ہیں۔ اس سے مریضوں

حاجیوں کو قابل قدر فائدہ پہنچتا ہے۔

پانی کی بہم رسانی کے ذرائع (۱) ساکنانِ بلد الامین کے پینے کا پانی چاہِ زمزم سے مہیا ہوتا ہے۔ نیز شہر کے بیرونی چاہات مثل زاہر عسقلانی اور جعرانہ وغیرہ سے۔ نیز تالابوں کا پانی بھی استعمال کرتے ہیں جو بارش یا چشموں کے پانی سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ عین زبیدہ کا پانی بھی جو نالیوں کے ذریعے شہر میں پہنچتا ہے مختلف خزائن آب کو بھر دیتا ہے یہ حوض سڑکوں پر بنے ہوئے ہیں۔ ان سے بہشتی پانی بھر بھر کر گھروں میں پہنچاتے ہیں۔

نہر زبیدہ۔ اس نہر کے اجرا کی سعادت خلیفہ منصور کی بیٹی خلیفہ مہدی کی بہن خلیفہ رشید کی بیوی اور خلیفہ امین کی والدہ عظیم المرتبہ زبیدہ خاتون عباسی کو حاصل ہوئی۔ اس مخیر خاتون نے زمانہ حج میں ملاحظہ کیا کہ اہل مکہ پانی کی قلت کی وجہ سے تکلیف اور مصیبت میں مبتلا ہیں۔ لہذا اس نے حکم دیا کہ ایک نہر مکہ معظمہ میں لائی جائے۔ چنانچہ حنین سے جو عرفہ کے آگے شمال مشرقی جانب مکہ سے قریبًا بائیس ۲۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک عظیم الشان نہر نکالی گئی۔ عرفات کے جنوب مشرقی جانب سات کوس کے فاصلہ پر ایک سلسلہ کوہ ہے جسے جبال کرا کہتے ہیں۔ اس سے پانی گر کر وادی نعمان میں آ جمع ہوتا ہے۔ اس مخزنِ آب سے بھی ایک نہر نکالکر اصل نہر کو تقویت دی گئی۔ اسکے علاوہ سیلاب کے پانیوں کو سات جگہ سے لاکر نہر میں ڈال دیا گیا تاکہ پانی بافراط بہم پہنچتا رہے۔ منیٰ کے جنوبی جانب آب نہر سے ایک خزانہ بنایا گیا جسکا نام بیئر زبیدہ ہے۔ اسی سے نالی نکال کر مکہ میں پانی لایا گیا ہے۔ اسکی دو شاخیں ہیں۔ ایک عرفات کو جاتی ہے اور دوسری مسجد نمرہ کو۔ زمانہ حج میں دونوں میں پانی جاری رہتا۔ ساتویں صدی ہجری کے اخیر میں اس نہر کا سرچشمہ پھٹ گیا۔ نالیاں

شکستہ ہو گئیں جسکی وجہ سے مکہ میں پانی آنا بند ہو گیا۔ آخر امیر جوبان نے جو سلطان ابی سعید بن خدابندہ شاہ تاتار کی طرف سے عراق کا نائب السلطنت تھا ایک شخص بازان نامی کو اسکی مرمت کے لئے مامور کیا اور اسکے اہتمام سے ۷۲۶ھ میں اسکی تکمیل ہو گئی۔ علاوہ ازیں اس نے مسعیٰ میں اپنے نام پر ایک سقایہ بنوایا جس میں اس نہر سے پانی لایا گیا۔ اب مکہ میں جسقدر سقائے ہیں اسی بازان کے نام سے موسوم ہیں۔

اسکے بعد دسویں صدی کے وسط میں یہ نہر پھر بند ہو گئی اور پانی کی کمیابی سے نوبت بایں جا رسید کہ ایک مشکیزہ آب عرفہ میں ایک ایک پاؤنڈ کو بکا۔ اب حجاز عثمانی سلطنت کے زیر انتظام تھا چنانچہ سلطان سلیمان کی بیگم مہرماہ سلطان نے اسکی درستی اور بحالی کے تمام مصارف اپنے ذمے لئے اور اسکے بہاؤ کے رخ کو متعدد پہاڑوں کی مسافت قطع کرکے ۹۷۹ھ میں مکہ تک پہنچایا۔ بہاؤ کا یہ رخ باب معلیٰ کے مشرقی جانب بیاضہ سے چار شاخوں میں منقسم ہو جاتا ہے جو شہر میں ایک طرف سے ہو کر دوسری طرف نکل جاتی ہیں۔ اس نہر کا عرض ۴ فٹ اور بلندی سطح زمین سے ۵ فٹ ہے۔ جابجا پانی کے ذخیرے ہیں جنسے سقے پانی بھر کر لاتے ہیں۔

یہ نہر سیلابوں کی وجہ سے اکثر اٹ جایا کرتی ہے۔ اسلئے اسکی اصلاح اور مرمت وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے۔ آخری مرمت شریف حسین نے ۱۳۲۵ھ میں کرائی ۱۳۴۲ھ کے حج میں نجدی دشمنوں نے اپنے دشمنوں کو پانی پلانیکے لئے اس نہر کا پانی عرفات میں آنے سے روک دیا جس سے حاجیوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ ۱۳۴۳ھ کے حج میں یہ مصیبت اور بھی بڑھ گئی اور سات ہزار سے زیادہ حاجی پیاس سے جان بحق تسلیم ہو گئے۔ الغرض ان نجدیوں کو سنہری حجاز سے نابود کر دے۔

اہل مکہ و مدینہ کے خلق میں تفاوت

اہل مکہ خدا کے گھر کے پڑوسی ہیں۔ خدا تو شان جباری و قہاری کے ساتھ

شانِ رحیمی و کریمی بھی رکھتا ہے مگر مکیوں نے سختی کے سوا اور کچھ سیکھا ہی نہیں۔ برخلاف اسکے مدنی رحمۃ للعالمین کے ہمسایہ ہیں جن پر حبیب اللہ کی شان بالمؤمنین رؤف رحیم کا پرتو پڑا ہے۔ مکی حجاج کو زچ اور دق کرکے روپیہ وصول کرتے ہیں۔ مگر دیار حبیبؐ کے رہنے والوں کا شعار خلق و تواضع سے پیش آنا ہے۔ وہ زائرین کی خدمت دلی خلوص سے کرینگے اور معاوضہ میں جو کچھ خوشی سے دیا جائیگا اُسپر اضافہ کے لئے اصرار نہیں کرینگے۔ کیوں نہ ہو۔ وہ صاحب اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ کے پاس بسنے والے ہیں۔ وہ خلقِ محمدی کا نمونہ نہوں تو اور کون ہو سے

اہل مکہ شدت و سختی میں ہیں بس لاجواب
اہل یثرب خلق میں ہیں آپ ہی اپنا جواب ناؔمی

مکہ کے پاس بدّو

بدّو اُن جنگلی لوگوں کو کہتے ہیں جو شہر سے باہر جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے ہوں۔ اسلامی تعلیم کا اثر دیکھو کہ بدوؤں اور پٹھانوں جیسی وحشی قومیں بھی اسکی رام ہو گئیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کو جس حسنی سے زبردست اور غیور اقوام نے قبول کیا ہے اتنا کمزوروں اور ست نجیبوں نے نہیں کیا۔ جو دلیل ہے اس امر کی کہ اسلام کی اشاعت بزور شمشیر نہیں ہوئی۔

بدّو خانہ بدوشی کی حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ کوئی ایسی زرخیز جگہ نہیں جہاں وہ مستقل سکونت اختیار کرکے بسر اوقات کرسکیں۔ بھیڑ بکری اور اونٹ اُنکا راس المال ہیں۔ خداوند تعالےٰ نے حاجیوں کو اُنکی رزق رسانی کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ اگر حاجی اُنکے ساتھ کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ کے اصول پر سلوک نہ کریں تو یہ آزادی اور مساوات کی ہوا میں پلے ہوئے لوگ سخت کبیدہ خاطر ہوتے ہیں اور پھر طیش میں آکر جو کچھ جی میں آئے کر گزرتے ہیں۔ اگر انکو ساتھ برابر کھلاتے پلاتے رہیں تو وہ ایسی خدمت کرتے ہیں کہ باید و شاید۔ اُن کو ہماری

طرح گندم کا آٹا نصیب نہیں ہوتا۔ بلکہ کھجور کی گٹھلیوں کو پیسکر آٹا بناتے ہیں۔ باجرہ اور جو کی روٹی اُن کے لئے گلشکر ہے۔

بدوؤں کے متعلق مجھے تین لطیفے یاد آئے ہیں جو قارئین کی ضیافت طبع کے لئے درج ہیں:۔

لطیفہ۔ ایک حاجی نے بدو سے کہا کہ خدا تمہیں کس طرح بخشے گا جو تم حاجیوں پر اسطرح سختی و تشدد روا رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جسطرح تم کو۔ تم ہزاروں کوس سے یہاں اس امید سے آتے ہو کہ رب کعبہ ہمارے صغیرہ کبیرہ گناہ کو معاف کر دیگا تو کیا اسکی رحمت اور مغفرت کا دروازہ ہمارے لئے بند ہو گیا ہے جو اسکے گھر کے ہمسایہ ہیں اور جنکو تم سے کئی مرتبہ زیادہ حج وطواف کرنیکا موقع ملتا ہے ؎

ہمی شرم دارم ز لطف کریم
کہ خواندم گناہ پیشش عفوش عظیم

لطیفہ۔ مرزا سلطان احمد صاحب مشہور مضمون نویس خواجہ کمال الدین صاحب قادیانی کے ساتھ مکے گئے۔ قافلہ ذرا آگے نکل چکا تھا۔ ان دونوں نے اپنی سواری کے گدھوں کو اتنا تیز کیا کہ گدھوں والے لڑکے کو پیچھے بھاگنا پڑا۔ دو بدوؤں نے یہ حالت دیکھکر اُن کو آواز دی کہ گدھے سوارو! اکھڑے ہو جاؤ۔ انکو رُکنا پڑا۔ وہ پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم لاریب مرد دو نصرانی ہو۔ انہوں نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہم مسلمان ہیں۔ وہ بولے ہم نہیں مانتے۔ تمسے جو حرکت سرزد ہوئی ہے کہ ایک مسلمان لڑکے کو خود سوار ہو کر اسطرح دوڑانا یہ مسلمان کا کام نہیں۔ مرزا اور خواجہ دونو ہوشیار آدمی تھے کسی نہ کسی طرح اپنے اسلام کا ثبوت دے کر اور معافی مانگ کر بچگئے۔ ورنہ جان پر ہی آبنی تھی۔ چشتی صاحب نے یہ واقعہ مرزا صاحب سے سنکر بطور خوش طبعی فرمایا کہ میں بدوؤں کی زیرکی کی داد دیتا ہوں کہ انہوں نے تمام قافلہ میں سے

تم کو خوب پہچانا۔

لطیفہ۔ اپنی مرزا صاحب نے بتایا کہ وہ کھانا کھانے بیٹھے اور اپنے ہمراہی بدو کو جو کھانے کو دیا وہ اپنے سے مختلف اور گھٹیا تھا۔ بدو نے وہ کھانا اٹھا کر ہمارے کھانے میں ملا دیا اور یہ کہکر ساتھ کھانے لگ گیا کہ کل مومن اخوۃ۔

تر ک بیاس ہمسائگی بیت اللہ وبیت النبی بدوؤں سے سختی روا نہ رکھتے تھے ورنہ اُن کے پاس نجد یوں سے زیادہ قتل عام کے لیئے اسلحہ موجود رہتے تھے۔ کہتے ہیں ابن سعود نے بدوؤں کو سیدھا کر دیا ہے۔ ہاں کروایا مگر بار قتل لاستے جو ہر گز مستقل اور تسلی بخش انتظام نہیں۔ نیز ابن سعود نے ترکوں کی طرح قانون اسلحہ جاری کر کے عربوں کی جنگی وشیانہ اسپرٹ اور آزادی پر جابرانہ ضرب لگا دی ہے جو نہایت غیر مآل اندیشانہ حرکت ہے۔

مکّہ کے جانور

مکہ میں اونٹ۔ بھیڑ۔ بکری بکثرت اور گائے بیل بہت کم ہوتے ہیں گاؤ میش بالکل نہیں۔ عرب کے جو گھوڑے مشہور ہیں ان کی منڈی نجد اور یمن ہے۔ یہ گھوڑے تمام طور پر حجاز میں دیکھنے میں کم آتے ہیں۔ رہوار عرب صرف امرا ہی کی قسمت ہے۔ عام لوگوں کی سواری کے جانور اونٹ گدھے اور بابو ہیں۔

شہر میں کبوتر بکثرت اور چڑیاں کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ کتے بکثرت ہیں۔ کوے اور گدھیں بالکل نہیں۔ قربانی کردہ جانور جو پڑے رہتے ہیں وہ ویسے ہی پڑے سوکھ جاتے ہیں۔ بکرے سنا کی کھاتے ہیں۔ اس لیئے اسہال کے خوف سے انکا گوشت استعمال نہیں کیا جاتا۔

پھل پھول ترکاری

مکہ میں کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ مگر سب قسم کے پھل پھول مل جاتے ہیں جو طائف وغیرہ سے آتے ہیں۔ ہاں ہندوستان کا میوہ آم وہاں نہیں ملتا۔ تربوز اور خربوزہ جو وہاں ملتا ہے وہ نہایت شیریں ہوتا ہے۔

غلہ

اگرچہ مکہ میں کوئی غلہ پیدا نہیں ہوتا۔ مگر منڈی میں گندم، جو، جوار، مکئی، باجرا وغیرہ دستیاب ہو جاتا ہے۔ چاول ہندوستان سے جاتے ہیں اسلئے کم مستعمل ہیں۔

حکومت مکہ

مکہ وہ شہر ہے جہاں خدا کا گھر ہے یہ امن و امان کی جگہ ہے۔ خون ریزی فتنہ و فساد کا مقام نہیں جس نے اس بلد الامین کی حرمت کو توڑا وہ خود مٹ گیا۔ یہاں وہی اولی الامر کامیاب ہو سکتا ہے جو خادم الحرم بنا رہے جونہی سلطنت العثمانی اور ملوکیت کا سودا سر میں سمایا تباہی اور بربادی لے آلیا۔ مکہ کو حضور علیہ السلام نے ۸ھ میں فتح کیا اور محض اسکی حرمت کو برقرار رکھنے کے لیئے کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی۔ اور ان لوگوں کی خطاؤں پر خط عفو کھینچ دیا جنہوں نے آپ کو وطن میں چین لینے دیا تھا نہ دار ہجرت میں۔ جو حضور کا آبائی مکان اور حضور کی اولاد کی مادری وراثت تھی اور جس پر عقیل بن ابی طالب نے قبضہ کر رکھا تھا۔ وہ بھی واپس نہ لیا۔ حضور اور صحابہ کرام اپنی جائداد اور اسی پیارے وطنی شہر کو چھوڑ کر مدینہ ہی میں مقیم رہے اور دارالحکومت نہیں بنایا۔ یہی حضور علیہ السلام کے جانشین خلفاء راشدین کا معمول رہا۔

حضرت عثمانؓ کو جب باغیوں نے محصور کیا تو آپ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ

مکہ مکرمہ میں جا سکونت اختیار کریں۔ وہاں حرم ہے آپ مامون رہیں گے آپ نے فرمایا فسادی وہاں بھی پہنچیں گے۔ اور فساد کرینگے۔ میرے ہادی (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ جو شخص حرم میں فتنہ و فساد کا موجب ہوگا اسکو آدھی دنیا جتنا عذاب ہوگا۔ اسلئے میں یہ عذاب نہیں خریدنا چاہتا۔ چنانچہ آپ مدینہ میں ہی بحالت محصوری شہید ہوگئے اور حرمین کی حرمت کو برقرار رکھا۔ حضرت علی رضہ کے دار الخلافت کوفہ میں تبدیل کرلینے کا بھی غالبًا یہی مقصد تھا کہ مکہ و مدینہ فتنہ و فساد کا مرکز نہ بنیں۔

خلفاء راشدین کے بعد جب خلافت بنی امیہ کے ہاتھ آئی تو انہوں نے بھی اسے دار الحکومت نہیں بنایا۔ ان کے عہد میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضہ نے مکہ میں خود مختارانہ حکومت مکہ میں قائم کرلی اور نتیجہ تباہی کے سوا کچھ نہ نکلا۔ شریف حسین نے بھی ملوکیت قائم کی اور نجدیوں کے ہاتھوں اسکی شکست ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہی حال نجدی کا بھی ہوگا۔

ذیل میں اُن لوگوں کے نام دیئے جاتے ہیں جو مکہ مکرمہ کے نظم و نسق ذمہ دار رہے ہے۔ اسماء کے سامنے جو سنہ ہجری دیا ہے وہ تفویض ذمہ داری کا ابتدائی سال ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۸ھ۔ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضہ ۱۱ھ
حضرت عمر فاروق اعظم رضہ ۱۳ھ۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضہ ۲۳ھ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۳۵ھ۔ حضرت امیر معاویہ رضہ ۴۰ھ
حضرت عبداللہ بن زبیر رضہ ۶۱ھ۔ خاندان بنی امیہ ۷۳ھ
خاندان بنی عباس رضہ ۱۳۲ھ۔ فاطمیین و عبیدیین مصر جنکے ماتحت پہلا شریف مکہ جعفر بن محمد از اولاد امام حسن رضہ مقرر ہوا ۳۵۸ھ۔ ہو اشم یعنی اولاد ہاشم

برادر جعفر مذکور جن میں پہلا شریف محمد بن جعفر بن عبداللہ بن ہاشم تھا۔ یہ خلیفہ عباسی اور سلطان صلاح الدین وغیرہ کے دعاگو رہے سنہ ۴۵۵ھ۔ شریف قتادہ جو جعفر مذکور کے بھائی شریف عبداللہ کے پوتوں کی ساتویں پشت میں تھا سنہ ۵۹۷ھ (حسن بن قتادہ کے عہد میں اہل یمن نے مکہ پر غلبہ حاصل کیا)۔ راجح بن قتادہ وبرادران وفرزندانش زیر اقتدار شاہان یمن یا مصر سنہ ۶۳۲ھ۔ شریف ابی نمی بن حسن بن علی بن قتادہ زیر اقتدار بیبرس شاہ مصر سنہ ۶۶۷ھ حمیضہ ورمیثہ وابوالغیث وغیرہ ابنان ابی نمی در عہد سلطان ناصر محمد بن قلادون شاہ مصر سنہ ۷۰۱ھ۔ عجلان بن رمیثہ زیر سیادت ملک الکامل شعبان شاہ مصر سنہ ۷۴۶ھ۔ احمد بن عجلان اسکے بیٹے بھائی حسن اور برکات بن حسن سنہ ۸۲۹ھ۔ محمد بن برکات در عہد قایتبائے سلطان مصر سنہ ۸۵۹ھ۔ شریف برکات بن محمد در عہد مصری سلطان غوری سنہ ۹۰۳ھ۔ شریف ابونمی بن شریف برکات در عہد ترکی سلطان سلیم وقت قبضہ مصر سنہ ۹۲۲ھ۔ شریف حسن بن ابونمی سنہ ۹۹۲ھ۔ شریف حسن کے بیٹے بھتیجے سنہ ۱۰۱۰ھ۔ زید بن محسن بن الحسین بن الحسن بن ابی نمی سنہ ۱۰۴۳ھ۔ سعد بن زید و شریف برکات بن محمد بن ابراہیم بن ابی نمی سنہ ۱۰۷۷ھ۔ سعید بن برکات و شریف سعید بن سعد بن زید و عبداللہ بن ہاشم و احمد بن غالب سنہ ۱۰۹۴ھ۔ سعد بن زید سنہ ۱۱۱۳ھ۔ دوبارہ فرزندش سعید سنہ ۱۱۱۶ھ۔ سعید کی اولاد اور بھتیجے سنہ ۱۱۲۹ھ۔ یحییٰ بن برکات و برکات بن یحییٰ سنہ ۱۱۳۵ھ۔ شریف سرور بن مساعد بن سعید بن سعد بن زید سنہ ۱۱۸۶ھ۔ عبدالمعین بن مساعد و شریف غالب بن مساعد جنکے عہد میں فتنہ وہابیہ اٹھا جسے محمد علی پاشا نے فرو کیا سنہ ۱۲۰۲ھ۔ شریف یحییٰ بن سرور زیر اقتدار مصر و شریف قنبر و شریف عبدالمطلب سنہ ۱۲۲۸ھ۔ شریف محمد بن عون بحکم سلطان عبدالمجید خان سنہ ۱۲۵۶ھ۔ شریف عبداللہ پاشا جنہیں سب سے پہلے وزارت کا عہدہ ملا۔ شریف حسن پاشا برادر ابن عون سنہ ۱۲۹۴ھ۔ شریف عبدالمطلب بار سوم سنہ ۱۲۹۷ھ

شریف عون الرفیق بن محمد بن عون جو وہابی عقائد رکھتا تھا۔ ۱۲۹۹ھ۔ شریف علی پاشا بن عبداللہ بن محمد بن عون بعد معزولی مقیم مصر ۱۳۲۳ھ۔ شریف حسین پاشا بن علی بن محمد بن عون ۱۳۲۷ھ عبدالعزیز بن سعود نجدی ۱۳۴۴ھ

خدیو مصر عباس حلمی پاشا ثانی نے بہ تقریب حج ۱۳۲۷ھ میں مکہ معظمہ کی زیارت کی۔ انکا سفرنامہ ان کے رفیق سفر محمد لبیب البتنونی نے لکھا ہے شریف حسین کے متعلق اس میں یہ رائے ظاہر کی ہے۔ "شریف حسین نے نہایت آن تھک ہمت واستقلال کے ساتھ حکومت کی اور جو عرب قبائل سلطنت عثمانیہ کے ساتھ بغاوت کرنیکا سامان کر رہے تھے انکی روک تھام کی اور اپنے فرزندوں کے ساتھ اس غرض سے مختلف اطراف میں فوجیں بھیجیں۔ اس طرح تمام ملک میں امن وامان قائم ہوگیا۔ ان کے کارناموں میں ایک قابل تعریف کام یہ ہے کہ انہوں نے مکہ سے مدینہ وینبوع تک اونٹوں کا کرایہ ۲۴ ریال مجیدی کر دیا حالانکہ وہ ان کے پیشرو کے زمانہ میں ستر ریال سے زیادہ تھا۔ ۱۳۲۹ھ کے اوائل میں شریف حسین نے اطلیبی کی جنگ میں بھی سلطنت عثمانیہ کی حمایت کے لئے اپنے تمام سوار اور پیدل سپاہی روانہ کیئے تھے"

افسوس۔ یہی شریف حسین گذشتہ محاربہ عظیم میں باغوائے نصاریٰ اپنے آباؤ اجداد کی چار صد سالہ وفاداری کا جوا اتار کر ترکوں کے خلاف ہوگیا۔ اور ملک الحجاز بن بیٹھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قلت محاصل کے سبب اور نجدیوں کی شرارت سے جو حکومت اشراف مٹانے کی ادھیڑبن میں تھے انتظام درہم برہم ہوگیا۔ اسکا بیٹا علی اسکی دست برداری کے بعد جانشین ہوا۔ مگر حکمرانی اثر کر چکی تھی۔ حکومت بالکل جاتی رہی اور لوگوں کی شامت اعمال سے اب شیخ نجدی کے متبعین کی حکومت ہے جنہوں نے عربوں کا دم ناک میں کر رکھا ہے۔ تمام مآثر ومقابر مٹا دیئے ہیں اور حجاج بھی پانی کی بد انتظامی کی

وجہ سے نالاں و پریشاں ہیں۔ خدا ان ویرانہ پسند نجدیوں کا تسلط حرمین شریفین سے نابود کرے۔ آمین۔

شریف مکہ کے معمولات۔ اولادِ امام حسن الرضیؓ نے چوتھی صدی ہجری میں حکومت اشراف حاصل کی جو ناقابلِ اعتنا تعطل کے بغیر اب تک قائم رہی۔ سفرنامہ خدیوی میں شریف کے روزانہ معمولات یوں دیئے ہیں:-

۱۔ صبح کے بعد سے عصر کے قبل تک۔ فیصلہ مقدمات و تصفیہ اہم مسائل

۲۔ نماز عصر و مغرب۔ مسجد الحرام میں۔

۳۔ بعد از مغرب۔ اپنے محل میں اولاد سے مہمانوں اور خواص سے ملاقات اور ملکی رات کا کھانا کھانا۔

۴۔ جمعہ کو صبح ہی دارالامارۃ میں والی عہدہ داران۔ اعیانِ مکہ سے ملاقات۔ ان کی ملاقات سے فارغ ہو کر لوگ پھر والی کو سلام کرنے جاتے تھے۔ شریف عموماً جمعہ حرم ہی میں پڑھتے تھے۔ جہاں تک کتیب طائف میں ہوتے تو وہاں سے شاہانہ جلوس کے ساتھ آتے اور بعد ادائے صلوٰۃ جمعہ و عصر اپنے گرمائی مقام کو واپس چلے جاتے۔

اہل مکہ کا معمول تھا کہ وہ اپنے شریف کو سال میں ایک بار دعوت میں جو مکہ سے باہر سیرگاہ میں دیہاتی مدعو کرتے جہاں وہ عظیم الشان جلوس کے ساتھ رفقاء خاص کو لیکر پہنچتا اور لوگ اسکو دعائیں دیتے (زندہ باد)۔ کہتے جاتے کھانے سے فارغ ہو چکنے تو بدو شہسواری کے کرتب خنجر و تلوار کے ساتھ شام تک دکھاتے جسکے بعد وہ جلوس کے ساتھ شہر کو واپس چلا جاتا۔

نجدیوں کی تاریخ اور کارنامے

نجد ایک ملک ہے جو حجاز اور عراق یا یوں کہو کہ مکہ اور بصرہ کے درمیان واقع ہے۔ نجد شام سے جنوب کی جانب عراق سے مغرب کی طرف۔ یمامہ

شمال کی سمت اور حجاز سے مشرق کی جانب واقع ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا کہ مشرق سے کچھ لوگ نکلیں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ انکے گلوں سے تجاوز نہیں کریگا الخ اس سے علماء نے مراد نجدی ہی لئے ہیں۔ کیونکہ بخاری کی صحیح حدیث جو باب الفتن میں ہے اسکی مؤید ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تین بار ایک نجدی نے نجد کے لئے التماس دعا کی مگر حضور نے التفات نہ فرمایا اور آخر ارشاد ہوا کہ ھناك الزلازل والفتن و بھا یطلع قرن الشیطان یعنے نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور اس سے نکلیگا قرن رگروہ اعوان شیطان کا۔

نجد کے معنے ہی بلند زمین کے ہیں چونکہ یہ حجاز وغیرہ سے بلندی پر واقع ہے اسلئے اسکا نام نجد ہے۔ اسکی لمبائی شمالاً جنوباً ساڑھے پانچسو اور شرقاً غرباً ساڑھے چارسو میل ہے۔ رقبہ ایک لاکھ اسی ہزار میل مربع ہے۔ یہ ملک شمال جنوب اور مشرق کیطرف ریگستانی صحراؤں سے گھرا ہوا ہے۔ صرف مغرب کیطرف حجاز اور عسیر آباد ملک ہیں۔ جبل شمر۔ قاسم۔ عوید۔ حریق۔ یمامہ اور وادی دواسیر اسکے بڑے حصے ہیں۔ نجد سرسبز ملک ہے اسکے گھوڑے مشہور ہیں۔

نجد کی آبادی کا اندازہ دس لاکھ کیا گیا ہے۔ یہ یمن اور عسیر سے آٹھ لاکھ اور حجاز سے سات لاکھ زیادہ ہے۔ اس حساب سے نجد کی آبادی حجاز یمن اور عسیر سے نصف ہے۔

عباس حلمی پاشا ثانی خدیو مصر کے سفر نامہ حجاز (الرحلۃ الحجازیۃ) میں نجدیوں کے متعلق ایک باب حوالہ قلم کیا گیا ہے۔ میں نجدیوں کے حالات میں ایک رسالہ تاریخ نجدیہ تحریر کرچکا ہوا ہوں۔ تاریخ مدینہ میں بھی انکے حالات پر کچھ روشنی ڈالی ہے۔ یہاں سفر نامہ الرحلۃ الحجازیہ سے بقید سنین کچھ واقعات قلمبند کئے جاتے ہیں۔

سنہ ۱۱۴۲ھ میں محمد بن عبد الوہاب بانی مذہب نجدیہ وہابیہ صحرائے نجد

میں پیدا ہوا۔ ایک جدید عقیدہ کی اشاعت کی۔ اور امام احمد بن حنبل کے حدود سے بھی غلو کے ساتھ آگے نکل گیا۔ اسکی تبلیغ سے جہالِ نجد وہابی بنگئے اس نے مسعود بن سعید کے پاس بھی تبلیغی وفد بھیجا۔ علمارِ مکّہ نے انکی کفریات سنکر انکے کفر کا فتوٰے دیا اور فتنہ کے سدِباب کے لئے مکّہ معظمہ میں اُن کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ اسپر لڑائی ہوئی۔ اگرچہ ابن عبدالوہاب ۱۲۰۷ھ میں مر گیا مگر سلسلۂ جنگ ۱۲۱۳ھ تک جاری رہا۔ پندرہ لڑائیوں کے بعد معرکہ خرمہ میں وہابی غالب آئے۔ شریف مکہ غالب اور نجدی امیر درعیہ کے مابین مصالحت ہوگئی۔ سعود بن عبدالعزیز نے ۱۲۱۵ھ میں اپنی قوم کے ساتھ حج کیا بدوؤں اور سعود میں نااتفاقی ہوگئی۔ تیرہ لڑائیاں ہوئیں۔ سعود نے ۱۲۱۷ھ میں طائف پر قبضہ کرلیا۔ مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشوں (سیدنا طیّبؓ و طاہر علیہما السلام) کے روضوں کو گرا دیا۔ محرم ۱۲۱۸ھ میں وہ مکّہ میں داخل ہوا۔ اور چودہ روز کے قیام میں مزارات حضرت خدیجۃ الکبرےٰؓ۔ مولد النبیؐ۔ مولد ابوبکرؓ اور مولد علیؓ کے قبّے گرا دیئے اور موذنوں کو حکم دیا کہ اذان کے بعد دعا نہ کریں۔ سعود شریف سے لڑنے جدّہ کو روانہ ہوا مگر شکست کھائی۔ غالب مکّہ میں فاتحانہ داخل ہوا۔ جنگ کا سلسلہ ۱۲۲۰ھ تک جاری رہا۔ وہابیوں نے حج ادا کرنے کی اجازت حاصل کرلی ۱۲۲۱ھ میں سعود نے مکہ میں محمل مصری کو جلا دیا۔ اور محمل شامی پر ناقابل قبول شرائط عائد کیں۔ اسلئے وہ بغیر حج کے واپس ہوگئے۔ پس اس سال سے مکہ میں دونوں محملوں کا جانا بند ہوگیا۔ اسی سال نجدیوں نے مدینہ میں تاخت وتاراج کا بازار گرم کیا۔ تمام مزارات کے قبّے گرا دیئے اور حجرۂ نبوی کے خزانہ کے قیمتی بے بہا جواہرات لوٹ لئے۔ سلطان محمود کے حکم سے محمد علی پاشا نے ۱۲۲۶ھ میں مصر سے اپنے بیٹے طوسون پاشا کی سپہ سالاری میں ینبوع کی راہ سے افواج روانہ کیں۔ عثمان مضائفی طائف کے مقامی حاکم نے مقابلہ کر

اور شکست دی۔ محرم ۱۲۲۷ھ میں محمد علی پاشا نے ینبوع کے راستہ اور فوج روانہ کی اور کمک پر کمک بھیجتا رہا۔ شیوخ عرب بھی ساتھ ہو گئے۔ اور ذیقعدہ میں نجدیوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ ایک حصہ فوج ینبوع سے جدہ پہنچا۔ اسکی خبر سنکر نجدی مکہ کے قلعے خالی کر کے بھاگ گئے۔ جب مصری فوج مکہ میں داخل ہوئی تو نجدیوں نے خوف کے مارے طائف کو بھی چھوڑ کر اپنے دارالسلطنت درعیہ کی راہ لی۔ حجاز سے وہابیوں کے اخراج کا مژدہ قاہرہ اور قسطنطنیہ میں نہایت مسرت کے ساتھ سنا گیا۔

اخیر شوال ۱۲۲۸ھ میں محمد علی پاشا جدہ پہنچا۔ یہاں عبداللہ بن سعود کے سفراء صلح کے لئے حاضر ہوئے۔ پاشا نے موصوف نے کہا کہ صلح جب ہو سکتی ہے کہ ابن سعود خود حاضر ہو اور تمام مصارف جنگ ادا کرے۔ سفیر واپس چلے گئے۔ اور مزید جنگ میں جو ۱۲۳۰ھ میں ہوئی۔ وہابیوں سے تربہ۔ رینہ بیشہ اور عسیر چھین لئے گئے۔ مگر بعد ازاں طوسون پاشا نے ابن سعود سے صلح کر لی جو محمد علی پاشا نے پسند نہ کی۔ اور بیٹے کو واپس بلا لیا۔ جو مصر پہنچکر ۱۲۳۱ھ میں بمرض طاعون فوت ہو گیا۔

محرم ۱۲۳۲ھ میں محمد علی پاشا نے اپنے فرزند ابراہیم کو حجاز کی طرف بھیجا۔ کہ وہابیوں کا رہا سہا نشان بھی مٹا دے۔ وہ بفوج کثیر مکہ کو روانہ ہوا اور وہاں سے درعیہ کو راہ میں کئی معرکوں کے بعد ذوالقعدہ ۱۲۳۳ھ میں دارالسلطنت نجدیہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ ابن سعود گرفتار ہوا۔ قاہرہ میں نجدیوں کی پامالی کی خوشی میں ہزار توپیں داغی گئیں۔ ایسی ہی خوشی کے سامان قسطنطنیہ میں ہوئے۔ ابن سعود ۱۲۳۳ھ میں قاہرہ پہنچا اور ایک صندوقچہ پیش کیا۔ جس میں حجرۂ نبوی سے لوٹے ہوئے تین جواہرات، زمرد کا بڑا ٹکڑا اور تین سو بڑے دانے کے موتی تھے۔ اور تین مصحف بھی پیش کئے جن میں قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ محمد علی پاشا نے ابن سعود کو قسطنطنیہ بھیج دیا اور

وہاں اُسے باب ہمایوں پر پھانسی دی گئی۔ اس طرح فتنہ نجدیہ کا خاتمہ ہوا۔ پھانسی پانے والے عبداللہ کے بھتیجے فیصل نے سر اُٹھایا۔ مگر ۱۲۵۴ھ میں گرفتار ہو کر مصر پہنچا۔ جہاں سے طوسون پاشا مرحوم کے بیٹے عباس پاشا اوّل کی مدد سے رہا ہو کر ابن رشید امیر شمر کے پاس پہنچا اور اسکی اعانت سے ۱۲۵۹ھ میں نجد کا امیر بنگیا۔ وہ ۱۲۸۲ھ میں چار بیٹے چھوڑ کر فوت ہوا جن کی اپنے چچاؤں کے ساتھ لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آل سعود کی خانہ جنگی میں رشید کی امارت حائل کو قوت حاصل ہوتی رہی اور وہ ابن فیصل سے ریاض فتح کرنے میں کامیاب ہوا۔ جس سے وہ امیر نجد بنگیا۔ عبدالرحمن بن فیصل مذکور نے کویت میں اقامت اختیار کی۔ دولت عثمانیہ نے اسکا وظیفہ مقرر کر دیا۔ جو برابر اسے ملتا رہا۔ اسکے بیٹے عبدالعزیز نے کویت سے جمعیت فراہم کر کے ریاض کے عامل کو قتل کر دیا۔ اور کئی معرکوں کے بعد تمام نجد پر قابض ہو گیا۔ صرف حائل اور جبال شمر ابن رشید کے قبضہ میں رہ گئے

شجرۂ آل سعود

سعود (مورث اعلیٰ)

محمد (داماد ابن عبدالوہاب ۱۲۰۶ھ میں مرا)

عبدالعزیز (۱۲۱۸ھ میں مارا گیا اسکے عہد میں کربلا میں قتل و غارت کا بازار ۱۲۱۶ھ میں گرم ہوا۔)

سعود (۱۲۲۹ھ میں مرا)

عبداللہ (ترکوں نے ۱۲۳۳ھ میں پھانسی بابِ ہمایوں پر دی)　خالد　ترکی

فیصل (۱۲۸۲ھ میں مرا)

عبداللہ　سعود　محمد　عبدالرحمن (ترکوں کا نمک خوار)

عبدالعزیز　محمد　سعود

(موجودہ سلطان ترکوں کا دوستوں کا دشمن اور انکا دشمن)
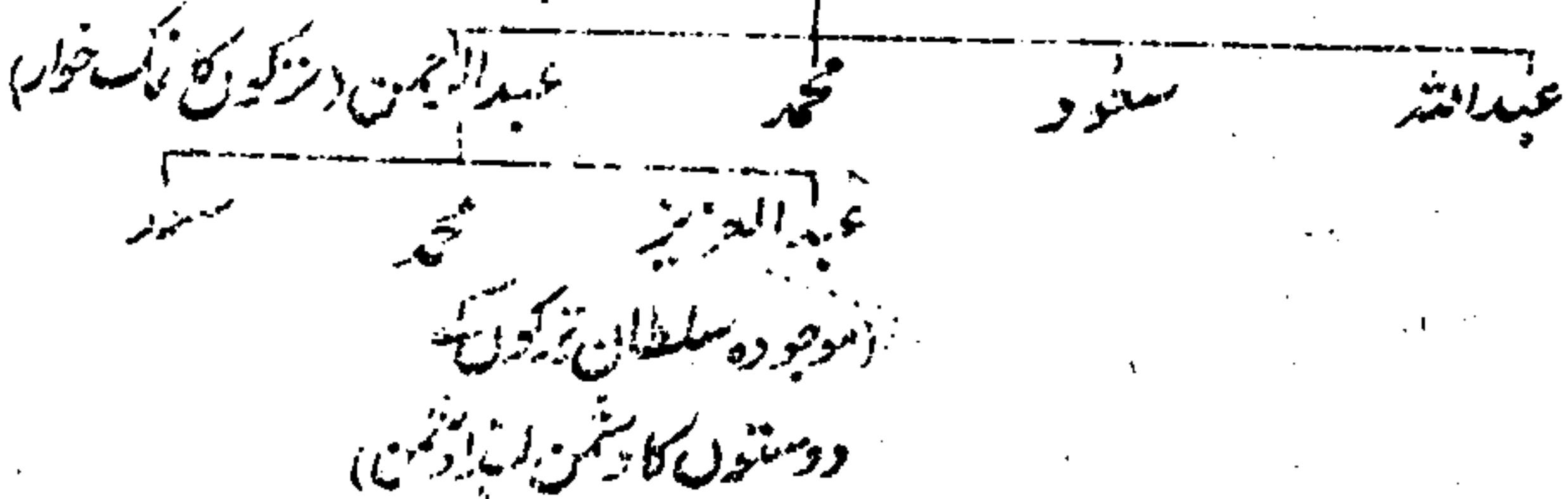
عبدالعزیز نجدی جس نے بادشاہی کا اعلان کیا

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ حرمین شریفین کی حرمت کو نگاہ رکھنے والے بڑے بڑے جلیل القدر شاہان اسلام نے اپنی عزت اسی میں دیکھی کہ وہ حرمین شریفین کے خادم کہلائیں۔ مگر افسوس آل سعود (جو ابتدا سے باغوائے شیخ نجد رمتقا باتقد متبرکہ کی دشمن چلی آئی ہے۔ اور جس نے بزرگان دین کی عظمت کو گھٹانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے) میں سے امیر عبدالعزیز امیر نجد نے جو ترک غازیوں کے مقتول باغی عبداللہ کے بھائی کے بیٹے فیصل کا پوتا ہے۔ اپنے آپ کو ملک الحجاز مشتہر کردیا ہے۔ یہی وہ عبدالعزیز ہے جسکا باپ ترکوں کا وظیفہ خوار رہا۔ مگر اس نے انکا حق نمک یوں ادا کیا کہ جب کویت (جو ترکی اقتدار میں تھا) کے غاصب مبارک بن صباح قاتل والئی کویت کو سزا دینے کا والئی حائل کو حکم سلطانی ہوا تو اسی آل سعود کے چشم و چراغ نے مملکت ابن رشید پر حملہ کردیا اور سات برس اسے مصروف پیکار رکھکر ایک ایسی سلطنت کا خاتمہ کردیا جو گذشتہ محاربۂ عظیم میں جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۹ء تک ہا ترکوں کو شریف مکہ وغیرہ کے خلاف قابل قدر مدد پہنچا سکتی۔ بجائے اسکے کہ ابن سعود ترکوں کو مدد دیکر حق نمک ادا کرتا اس نے انکے دوستوں پر حملہ کرکے انکی مشکلات میں اضافہ کیا۔ جب شریف حسین باوجود اپنی سرکشی کے اسبات پر مصر تھا کہ بیت المقدس پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے تو پھر بھی یہ نجدی امیر ہی مانع ہوا۔ اسکی فوجیں حجاز میں گھس گئیں اور اپنی پرانی تاریخ کو دہراتے ہوئے انہوں نے سوا سو سال بعد ستمبر ۱۹۲۴ء کو طائف میں قتل و غارت مسلمان مستورات کی ہتک عزت اور بے حجابی اور آثار و مقابر کے انہدام سے حشر برپا کردیا۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں اسا مکہ شریف پر قبضہ کرلیا اور تمام مقابر و آثار حتی کہ مساجد کو بھی منہدم کردیا۔ اس سے اگلے سال ماہ دسمبر میں مدینہ منورہ فتح کرکے یہی حشر

وہاں بھی برپا کیا۔ اب وہاں سوائے مسجد النبوی اور حجرۂ مقدسہ کے کوئی مقدس عمارت سلامت نہیں رہی۔ الحق کہ فتنۂ نجدیہ ایک بڑی مصیبت ہے جو مسلمانوں کی شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے۔ خدا اس سے جلد مخلصی دلائے تاکہ ہم اطمینان اور آزادی کے ساتھ حج اور زیارت حرمین شریفین کر سکیں ؎

اے خدا یا با ادب ان کو بنا
یا عرب سے نقش و نام انکا مٹا (ناؔمی)

ابن سعود کے ذریعے حجاز میں نامسلمانہ اثر کا نفوذ

پہلے مکہ بلکہ عرب میں تمام قسم کے مشرک آباد تھے۔ وہ جو بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ وہ جو عزیر کو ابن اللہ اور عیسےٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ خدا کے حکم اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (یعنے خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانے والے نجس ہیں وہ اس حرمت والی مسجد کے قریب بھی نہ پھٹکیں) اسکی حضور نے تفسیر فرماتے ہوئے اپنے جانشینوں کو وصیت کی کہ اَخْرِجُوا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ (یعنے مشرکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو تاکہ اس میں دو دین اور دو قبلے نہ رہیں (لا تبقی فیہا دینان ۔ لا یبقی فیہا قبلتان) اس حکم کی تعمیل حضرت فاروق اعظم رض نے کی۔ اور یہود و نصاریٰ کو خیبر و یمن سے نکالکر عراق و شام میں آباد کرایا۔ اور مضافات عرب کو نامسلموں کے اقتدار سے محفوظ رکھنے کے لئے عراق و شام و مصر اور ایران وغیرہ کو بھی زیر تسلط اسلامی کر لیا۔ یہ ممالک بفضلہ تعالیٰ تیرہ سو سال تک مسلمانوں کے قبضے میں رہے۔ گزشتہ محاربۂ عظیم میں ترکوں کے ضعف قوت کی وجہ سے عراق و شام و مصر نامسلموں کے قبضہ و اقتدار میں چلے گئے۔ ترکوں کو نیچا دکھانے میں شریف حسین اور ابن سعود کی مخالفت سازش اور غداری نے بڑا کام کیا۔ شریف حسین سے عہد کیا گیا کہ وہ حجاز

میں خود مختار بادشاہ تسلیم کر لیا جائے گا۔ مگر جب اسکے سامنے ایسا عہد نامہ پیش کیا گیا جو اسکی آزادی میں مخل تھا اور جس سے حجاز میں نامسلموں کے زیر اقتدار آنیکا خدشہ تھا تو اس نے اسکے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نامسلموں کے پٹھو ابن سعود نے اس پر حملہ کر دیا۔ شریف نے ارض پاک کی حرمت کو مدنظر رکھتے ہوئے خونریزی گوارا نہ کی اور سرزمین مقدس کو بادل ناخواستہ چھوڑ دیا۔ جو صدہا سال سے اسکے باپ دادا کا مولد و منشا تھی اور جس پر اسکے خاندان کو سیادت حاصل تھی۔ شریف بیچارہ اس وقت سے جزیرہ قبرس میں بیکسانہ نظربندی کی حالت میں زندگی کے دن کاٹ رہا ہے۔ اسکے بیٹے امیر علی نے ایک عرصہ تک مدینہ منورہ اور جدہ کو نجدی حملہ آوروں سے بچائے رکھا۔ مگر آخر محدود ذرائع ختم ہونے پر وہ حجاز چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اور نصرانی کونسل نے جدہ نجدی سلطان کے حوالے کر دیا۔ ابن سعود ترکوں کی مخالفت کے وقت سے نامسلموں کا وظیفہ خوار ہے۔ اس نے ۱۹۱۵ء میں ایک معاہدہ کر کے اپنے آپ کو ان کے زیر اثر کر دیا تھا۔ اب ۱۹۲۷ء میں اس نے ایک اور معاہدہ لکھ دیا ہے جسکی رو سے حجاز میں کسی ایسی سرگرمی کا اظہار نہیں ہو سکیگا جس سے دوسرے فریق (نامسلم) کے علاقہ کے امن و امان میں خلل پڑنے کا احتمال ہو۔ اسلامی اخبارات نے نتیجہ نکالا ہے کہ اس شرط کی رو سے کوئی تحریک جو اسلام کی حمایت میں ہو حجاز میں بار آور نہ ہوگی۔ دوسری شرط کے ماتحت نجدی حکومت ان علاقوں (کویت۔ بحرین وغیرہ) کے شیوخ سے دوستانہ تعلقات قائم رکھنے پر مجبور ہے۔ جو سواحل عرب پر نامسلموں کے زیر حمایت ہیں۔ اسی عہدنامہ نے عقبہ و معان کو جو حجاز کا اہم حصہ تھے شرق اردن میں شامل کر کے ہمیشہ کے لئے نامسلموں کے تسلط و اقتدار میں دے دیا۔

اسی معاہدہ کی ساتویں دفعہ کی رو سے ابن سعود نے نامسلم سلطنت سے تعاون کر کے اُن عربی مسلمانوں کو سخت مالی نقصان پہنچایا ہے جنکو غلاموں پر حق خواجگی حاصل تھا۔ اس شرط غلامی پر نجدی کا حامی اخبار الجمعیۃ دہلی بھی چونکتا ہے۔ چنانچہ وہ ابن سعود سے پوچھنے پر مجبور ہوا ہے کہ اس معاہدہ میں جس غلامی کی تجارت کے انسداد کا وعدہ کیا گیا ہے وہ حکومت نجد کے نزدیک از روئے کتاب وسنت جائز ہے یا ناجائز؟ اگر وہ شرعاً ناجائز ہے تو نجد کی متمسک بالکتاب والسنت حکومت نے اسکو ممنوع قرار دینے اور استیصال کرنیکے لئے ایک غیر مسلم حکومت سے تعاون کیوںکر منظور کر لیا؟ اور اگر شرعاً ناجائز ہے تو اب تک یہ غیر شرعی فعل نجد اور نجد کے زیر اثر حجاز میں کیوں ہوتا رہا؟ پہلی صورت میں حقوق شرعی سے دست برداری اور حدود دین میں غیر مسلموں کو مداخلت ثابت ہوتی ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ تمام لونڈیاں حرام قرار پاتی ہیں جنسے کسی نجدی عالم موظف امیر اور خود ابن سعود کا محل بھی خالی نہیں ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اس معاملہ میں علمائے نجد کا فقہی مسلک کیا ہے۔ اسلئے ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ دونوں صورتوں میں کونسی راجح ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ دوسری صورت ہے تو نجد کے بہت سے اکابر اور عام اہل نجد زانی ٹھہرتے ہیں۔"

اہل الرائے حضرات نے نتیجہ نکالا ہے کہ یہ معاہدہ نجد و حجاز دونوں ملکوں میں نامسلمانہ اثر کے نفوذ کا ایک ذریعہ ہے۔ خدا اسکے شر سے جزیرۃ العرب کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

احترام مآثر شعار اسلام

ہے ولادت گاہِ محبوبِ خدا	شہر مکہ مرجعِ اہلِ صفا
اس میں ہی قائم ہے وہ عالی مکان	جو ہے ربّ کا بیتِ اوّل در جہاں
بُت پرستوں کا تھا جو نیر تھ بنا	شرک سے پر تھی براہیمی بنا۔

پاک پھر احمدؐ نے اسکو کر دیا — نورِ وحدت سے اسے پھر بھر دیا

قبلہ بننے کا اسے بخشا شرف — مومنوں کے سر جھکے اسکی طرف

کعبہ میں جو نصب ہے سنگِ سیہ[۱] — چومنا کیوں اسکا واجب ہو گیا

پاک ہاتھوں کی نشانی ہے جو وہ — چومنا واجب ہے اسکا یہ سنو

ہے مقامِ ابراہیم ایک اور سنگ — حکم ہے سجدہ ہوا سپر بے درنگ

اس میں نقشِ پا لئے ابراہیمؑ ہے — اسلئے وہ واجب التعظیم ہے

گرد بیت اللہ ہیں دفن انبیا — ہے مطاف ان کو محیط اے پارسا

اس جگہ جتنی نمازیں ہوں ادا — ہے ثواب ایک ایک کا اک لاکھ کا

ہیں صفا و مروہ بھی کیوں محترم — ہاجرہ کے آئے تھے ان پر قدم

جس جگہ دوڑیں وہ ہاجرہ[۲] و صفا — سعی کرنا اس جگہ واجب ہوا

آدمؑ و حوا ملے باہم جہاں — یوم عرفہ حج ہوتا ہے وہاں

پھینکے ابراہیمؑ نے پتھر جہاں — رمی جمرہ ہم بھی کرتے ہیں وہاں

لاکھ جیسی ہے حرم میں اک نماز — لیکن اس سے ہو کے حاجی بے نیاز

کیوں منیٰ میں جا کے کرتے ہیں مقام — کیونکہ ٹھہرے تھے وہاں خیر الانام

یہ طواف و سعی اور حج و قیام — ہیں مآثر کے نشانِ احترام

جنکو کچھ آثار کی حرمت نہیں
ان کے دل میں دین کی عزت نہیں

---

[۱] حجر اسود

[۲] ہاجرہ ایک مصری کنیز تھیں۔ مگر حضرت خلیل اللہ سے رشتۂ زوجیت رکھنے اور حضرت ذبیح اللہ کی ماں بننے سے وہ احرارِ زمانہ کی سرتاج ہوگئیں اور اُنکی قدم بوسی کے شرف سے صفا و مروہ شعائر اللہ میں شمار ہوئے۔ ۱۲

مکہ معظمہ کی زیارتگاہیں

یوروپین سیاحوں کے مشاہدات کا لبّ لباب

جب سے خدائی حکم یَآاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا (اے مسلمانو! مشرک نجس ہیں اسلئے وہ اس سال (۹ھ) کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں) نازل ہوا ہے مسلمانوں نے کسی غیر مسلم کو اُس سرزمین (عرب) میں جس میں مسجد الحرام ہے گھسنے کی اجازت نہیں دی۔ اور یہ اُنہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشاد کے مطابق کیا ہے۔

اَخْرِجُوا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ (جزیرۂ عرب سے مشرکوں کو نکال دو) لَاتَبْقٰی فِیْھَا دِیْنَانِ (اس میں دو دین باقی نہ رہیں) لَایَبْقٰی فِیْھَا قِبْلَتَانِ۔ (اس میں دو قبلے نہ رہیں) اس حکم نبوی کو سب سے پہلے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عملی جامہ پہنایا اور دیگر خلفاء اسلام نے سختی کے ساتھ اسکی پابندی کی۔ جسکا اثر یہ ہوا کہ آجتک یہ سرزمین مقدس اغیار کی عیارانہ دستبرد سے محفوظ رہی۔ اسلئے کوئی غیر مسلم سیاح شمال میں محط العلا۔ جنوب میں جدہ ینبوع اور سنعا سے آگے بالکل نہیں بڑھ سکتا۔ جن فرنگیوں نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی سیاحت کی ہے اُنہوں نے پہلے عربی زبان سیکھی ہے مشرف باسلام ہونے کا دعوےٰ کیا ہے اور پھر اسلامی وضع میں حرمین شریفین کی زیارت کر کے حالات قلمبند کیئے ہیں۔ یہ حالات آجکل کے مذاق کے مطابق ہیں جنکو مختصراً برطانوی انسائیکلوپیڈیا میں جمع کر دیا گیا ہے اور ذیل کا مضمون اسی سے ماخوذ ہے:۔

ملک حجاز کی وسعت آبادی اور حکومت

مکہ جس ملک کا دار الخلافہ ہے اُسکو حجاز کہتے ہیں۔ یہ ملک عرب کا غربی حصہ

جو بحیرۂ قلزم کے ساحل کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے۔ شمال کی طرف اسکی حد خلیج عقبہ تک پہنچتی ہے اور جنوبی جانب اس میں طائف شامل ہے۔ یہ شام سے جنوب کو ہے۔ نجد اسکے مشرق کی طرف اور عسیر جنوب کی سمت واقع ہے حجاز کی وسعت طولاً ساڑھے سات سو (۷۵۰) اور عرضاً زیادہ سے زیادہ (حرا سے جو خیبر کے مشرق کی طرف ہے سے لیکر ساحل تک) دو سو میل (۲۰۰) اسکی آبادی کا اندازہ تین لاکھ کیا گیا ہے۔ نصف شہری اور نصف صحرائی (بدو) حجاز عرب کے دیگر صوبوں کی طرح خلافت بغداد کے زوال کے بعد ۱۲۵۸ء سے مصر کے ماتحت رہا۔ حتیٰ کہ اسے (مصر کو) سلطنت عثمانیہ نے ۱۵۱۷ء میں فتح کر لیا۔ اسکے نظم و نسق میں ترکوں نے دخل نہیں دیا بلکہ یہ شریفوں ہی کے متعلق رہا۔ جب انیسویں صدی کے شروع میں مذہبی دیوانگان نجد نے اسکے مقدس شہروں میں تاخت و تاراج کا بازار گرم کیا۔ تو محمد علی پاشا کو بحکم سلطان المعظم دست اندازی کرنا پڑی۔ جس نے نہ صرف وہابیوں کو حجاز ہی سے خارج کیا۔ بلکہ ۱۸۱۸ء میں اُنکے دار الخلافہ درعیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ حجاز ۱۸۴۵ء تک مصر کے ماتحت رہا۔ پھر براہِ راست قسطنطنیہ کے زیر انتظام ہو گیا۔ جہاں سے اسکے لئے والی مقرر ہو کر آنے لگا۔ گذشتہ محاربۂ عظیم میں یہ ترکوں کی سیادت سے نکل گیا شریف حسین کی حکومت قائم ہو گئی جسے نجدی نے خارج کر دیا۔ اور آپ ملک الحجاز بن بیٹھا ہے۔

شہر مکہ۔ حجاز میں بڑا شہر اسلام کا بڑا مقدس مقام ہے۔ یہ اونٹ کی دو منزلوں پر بحیرۂ قلزم پر واقع جدہ سے ۴۵ میل کے فاصلہ پر مشرق کیطرف ہے۔ مکہ اور جدہ کی درمیانی منزل بحرہ یا حدہ ہے۔ قرآن کی سورۃ ۱۴/۴۰ میں مرقوم ہے کہ مکہ ایک بنجر وادی میں واقع ہے اور یہ اسلئے جغرافیہ دانوں کی رائے ہے کہ تمام حرم یعنی وہ مقدس خطہ جو شہر کے گرد ہے قریبًا ایسا ہے کہ اس میں نہ زراعت ہوتی ہے نہ کھجوریں۔ بلکہ پھل اور درختوں چشموں کنوؤں۔ باغات

اور سبز وادیوں سے یہ خطہ خالی ہے۔ فی الحقیقت مکہ ناہموار پہاڑیوں میں واقع ہے جنہیں تنگ وادیاں اور راستے قطع کرتے ہیں اور جنگلی تہامہ یا بحیرۂ قلزم پر واقع نشیب خطے کی طرف ڈھلان ہے۔ اندرونی دیوار کوہی میں سے صرف دو بڑے راستے ہیں اور جو وادیاں ان سے اترتی ہیں وہ جبال مکہ کے ہر دو اطراف کے پاس سے گزرتی ہیں۔

مکہ ایک تنگ اور بنجر وادی کے درمیان واقع ہے۔ اور شہری آبادی کے گذارے کے لئے مکتفی نہیں۔ اسلئے شروع ہی سے یہ ایک تجارتی مرکز ہے گرمیوں میں اسکی تجارت شام سے رہتی ہے اور سردیوں میں حبشہ سے۔ اگر سلسلۂ تجارت منقطع ہو جائے تو اسکی آبادی قائم نہیں رہ سکتی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیشتر مکہ تجارتی منڈی اور مقدس شہر کی حیثیت رکھتا تھا جسکے گرد سرزمین حرم تھی جس میں لڑائی بھڑائی منع تھی۔ یہ شہر کسی خاص قوم ہی کا مقام تحریم نہ تھا بلکہ سب لوگ اسکے حج کو آتے تھے۔ یہاں مذہبی مراسم ادا کی جاتی تھیں جنکے لئے اسکے مختلف مقامات پر میلے ہوا کرتے تھے۔ ملک میں بدانتظامی کی وجہ سے تجارت صرف ہنگامی صلح کے چار ماہ میں ہو سکتی تھی جو حج کے مہینوں کے ساتھ ساتھ ہوتے تھے۔ میلوں کے سلسلہ میں سے پہلے میلے عکاظہ پر ہوا کرتے تھے۔ جو مکہ اور طائف کی سڑک پر واقع ہے اور یہ بھی حرفت کا مقام شمار ہوتا تھا۔ اور یہاں سے لوگ اُن مقامات کیطرف بڑھتے تھے جو مکہ کے اور بھی قریب واقع ہیں۔ یہاں میلے کرکے وہ خاص مذہبی مراسم ادا کرنے کے لئے عرفہ مزدلفہ اور مکہ کیطرف روانہ ہوتے تھے۔ بت پرست عرب قمری مہینوں میں دن بڑھا گھٹا کر ایام حج کو ایسے موسم میں لے آتے تھے جس میں کھالیں، پھل اور دیگر اشیائے تجارت کے لئے تیار ہوں۔ اہل مکہ جو جانتے تھے کہ بدوؤں کو مہمانداری سے کسطرح گرویدہ کیا جاتا ہے۔ اُن اشیاء کو درآمدہ اشیاء کے عوض خرید لیتے تھے اور اسطرح عربوں کی باہمی قومی تجارت میں انکا پلہ بھاری

رہتا تھا۔ ان کے قافلے بر اعظم کے عرض و طول میں سے ہو کر گزرتے تھے۔ شام اور غزہ بالخصوص انکی منزل مقصود تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے زمانہ میں جب شام سے واپسی پر قافلہ بمقام بدر روک لیا گیا تو اس سے بیس ہزار اشرفیاں برآمد ہوئیں جو اُن دنوں بڑی رقم تھی۔

مکہ پر اسلامی فتوحات کا اثر اسلامی فتوحات نے مکہ کی حالت میں تغیر عظیم پیدا کر دیا۔ امیر تاجر وسیع سلطنت کے وظیفہ خوار بن گئے۔ مگر دار السلطنت ریگستان سے پار منتقل کر دیا گیا۔ اگرچہ مکہ اور حجاز نے مذہبی اور ملکی تفوق قائم رکھنے کی کوشش کی مگر یہ جدوجہد بیکار تھی اور اسکا خاتمہ ابن زبیر رض کی شہادت پر ہوا جو ۶۹۲ء میں وقوع میں آئی اسوقت شہر پر حجاج نے قبضہ کر لیا۔ تاہم فتوحات عظیمہ نے مکہ کی عظمت کا سکہ اور بھی دلوں میں بٹھا دیا۔ بُت پرستوں کو بالکل خارج کر دیا گیا اور کعبہ پاک ترین مقام اور حج مقدس ترین رسم اسلامی قرار پایا۔ مکہ کی طرف حاجی اس کثرت سے دور و نزدیک سے آنے لگے کہ صحرائی تاجروں کے میلہ کی کوئی وقعت نہ رہی۔ حج نے مکہ کی شہرت تجارتی مفاد کے لئے بحال رکھی۔ ابتک اہل مکہ کا گذارہ حج پر ہی ہے۔ کرایہ پر مکانات دینا۔ حاجیوں کی مقدس مراسم کی ادائگی کے لئے رہنمائی کرنا اور نذرانوں کو وصول کرنا جو اس مقدس شہر کی طرف ہر سال ہوتے ہیں مکیوں کا کام ہے۔ بدوؤں کی بسر اوقات حاجیوں کے لئے کرایہ کے اونٹ بہم پہنچانے اور ان کی حفاظت کرنے پر موقوف ہوتی ہے۔ مگر بُت پرستوں کے قدیمی میلے نابود ہو گئے ہیں۔ اور موسم حج کی آمد و رفت نے جسکا سورۃ ۲/۱۹۴ میں حکم ہے اُسکا رُخ منیٰ اور مکہ کیطرف پھیر دیا ہے۔ جہاں حاجیوں کو اب بھی خرید و فروخت کرنا پڑتی ہے۔ پس منیٰ قربانی کے دن کے بعد بین الاقوامی لطیف میلے کی شکل پیش کرتا ہے۔ قرون وسطی میں یہاں کی تجارت آج کی نسبت زیادہ مہتم بالشان تھی۔ ابن جبیر بارھویں صدی کے متعلق بیان کرتا ہے

از حج کے بعد آٹھ دن تک مکہ میں ہندوستان۔ عراق۔ اور خراسان اور دیگر بلادِ اسلامیہ سے بڑی بڑی نادر اور قیمتی اشیاء آکر فروخت ہوتی ہیں۔

مکہ کے بیرونی مقامات } مکہ کے مشرق اور مغرب کی طرف پہاڑیاں جو ایک حد تک وادی کے اوپر کھڑی ہیں اور کئی سو فیٹ تک بلند ہوتی گئی ہیں اسطرح وادی کو محیط ہیں کہ قدیم دیواریں صرف تین جگہوں پر وادی کو باہر کئے ہوئے ہیں جہاں کہ تین دروازے شہر میں داخلہ کے لئے ہیں۔ ابن جبیر کے زمانہ میں دروازے موجود تھے اگرچہ دیواریں منہدم ہو چکی تھیں مگر اب صرف دروازوں کے نام باقی ہیں۔

شمالی یا بالائی سرے پر باب المعلی تھا۔ جہاں سے اب بھی سڑک منیٰ اور عرفہ کیطرف نیز نجد کی طرف جاتی ہے۔ دروازہ سے پرے ایک مقام پر جسے حجون کہتے ہیں بڑا قبرستان ہے جو جنت المعلی کے نام سے مشہور ہے جہاں حضور علیہ السلام کے بہت سے صحابہ مدفون ہیں۔ یہاں ایک پار ہونے والی سڑک جو پہاڑی پر سے گذر کر مدینہ کی سڑک غربی دروازہ سے جا ملتی ہے۔ مغرب کی طرف مڑتی ہے۔ درہ کداء سے اور یہ سڑک چٹانوں کو کاٹ کر بڑی محنت سے تیار کی گئی ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ۸ھ میں شہر مکہ میں داخل ہوا تھا۔ یہاں حجاج نے ابن زبیر رض کے جسم کو سولی پر چڑھایا تھا۔

جنوبی یا زیریں دروازہ مصفالا سے یمن کو راہ جاتی ہے جہاں پر سے شہر کا آب باران ایک کھلی وادی کی طرف بہ نکلتا ہے۔

اس سے پرے ہر دو جانب پہاڑ ہیں۔ ان پر مشرق کی طرف بڑا قلعہ ہے جو اچھا خاصہ مضبوط ہے۔

تیسرا دروازہ مغرب کی طرف ہے جسے باب العمرہ کہتے ہیں (پہلے اسکا نام باب الزاہر تھا جو اس سمت کے ایک گاؤں کے نام پر تھا)

یہ دروازہ حرم کے سامنے ہے۔ یہ ایک سڑک کی طرف کھلتا ہے جو مغرب کی طرف جبل احمر کی جنوبی شاخ کے گرد لیجاتی ہے۔ یہ وادیٔ فاطمہ اور مدینہ کی راہ ہے۔ جدہ کی سڑک بھی اسی سے بائیں ہاتھ کو نکلتی ہے۔ اس دروازہ کے باہر ایک بڑا رقبہ ہے جو دروازہ ہی کے نام پر موسوم ہے۔ قرون وسطیٰ میں ایک خوشگوار دیسی سڑک کئی میل چلی گئی تھی راہ میں کاشتہ زمین اور اچھے کنوئیں ملتے تھے اور یہ خطہ مقدس سرزمین کی حد اور حجاج کے جمع ہونے کے مقام تک جو تنعیم میں مسجد عائشہ کے پاس ہے وسیع ہے۔ یہ جگہ مدینہ کی سڑک پر ہے جسے اب عمرہ کہتے ہیں۔ اور یہ نام اسکا اس رکن کی وجہ سے ہے جو ادا کیا جاتا ہے۔

شہر مکہ کا طول جنوباً یعنی مدینہ کی سڑک سے شمال تک دو میل اور عرض مقام جیاد سے جو حرم سے مشرق کی طرف وادی سے باہر ہے غربی ڈھلان تک ۱½ میل ہے۔

یہ طول و عرض جو اوپر بیان ہوا ہے اس کے درمیان

حرم شریف وہ بڑی چار دیواری اور ستون دار عمارت ہے جسے مسجد اعظم[1] کہنا چاہیئے۔ اس میں کعبہ کے گرد عظیم الشان محرابدار راستے اور دوسرے متبرک مقامات اور سات منارے ہیں۔ اور شہر کے فن عمارت کی صرف یہی چیزیں قابل دید ہیں

---

[1] تاریخ لاہور میں لکھا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے (گیارہویں صدی ہجری میں) شاہی مسجد کو بنی امیہ کی بنا کردہ مسجد الحرام کے نمونہ پر تعمیر کرایا تھا۔ ممکن ہے کہ اسوقت کی مسجد الحرام کی وسعت کے برابر ہی شاہی مسجد تعمیر کی گئی ہو۔ مگر میں نے عام طور پر حاجیوں کو کہتے سنا ہے کہ لاہور کی شاہی مسجد حرم کی مسجد مکہ سے وسیع ہے۔ شاہی مسجد کا صحن ۵۲۷ فٹ × ۵۳۰ فٹ یعنی قریباً ۱۰۶ کرم × ۱۰۶ کرم = ۶۲ کنال ہے مسجد الحرام کے صحن کی پیمائش حاجی قصوری نے ۱۵۳ × ۱۰۶ = ۹۰ کنال دی ہے۔ اگر یہ پیمائش درست ہے تو پھر صحن حرم صحن مسجد عالمگیر سے قریباً ڈیوڑھا ہوا۔ شاید دیکھنے میں صحن حرم والی مسجد شاہی کے صحن سے اسلئے چھوٹا دکھائی دیتا ہو کہ صحن حرم میں بہت سی جگہ خانہ کعبہ۔ حطیم۔ مقام ابراہیم۔ قبہ زمزم۔ قبۃ الفراشین (باقی بر صفحہ آئندہ)

مسجد کے گرد مکانات ہیں جنکی کھڑکیاں محرابدار راستوں پر کھلتی ہیں جن سے کعبہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ان سے پرے پاس ہی جبل ابو قبیس کی طرف ایک کشادہ بازار شمال سے جنوب کی طرف اور مشرق سے مغرب کی طرف وادی کے آر پار واقع ہے۔ یہ مسعیٰ ہے (یعنی متبرک راہ) جو صفا اور مروہ کی بلندی کے درمیان ہے۔ یہ قدیم سے بڑے بارونق بازار اور مکی زندگی کے مرکز ہیں۔ دوسرے بڑے بازار بھی مسجد کے قریب چھوٹے کوچوں میں ہیں۔
شہر کا عام منظر دلکش ہے۔ بازار خاصے شاندار ہیں اگرچہ صفائی اچھی نہیں۔ مکانات پتھر کے ہیں اکثر اچھی طرح بنے اور چار پانچ منزلہ ہیں۔ برآمدہ دار چھتیں اور آگے کو نکلی ہوئی کھڑکیاں جیسا کہ جدہ میں ہوتی ہیں۔ یہ طرز عمارت دسویں صدی ہجری سے قائم ہے اور مکانات شاخ کوہ اور اسکے اطراف پر پھیلے ہوئے ہیں ہندی اور جاوی حاجیوں کے لئے حمام۔ رباطیں ایک ہسپتال اور لنگر خانہ ہے مسجد دار العادم کا کام بھی دیتی ہے۔ جہاں دو حجّوں کے درمیان قوانین اور اصول اسلام اور اسکے متعلقہ سائنس پر لکچر دیئے جاتے ہیں۔ غریب طلباء کے لئے ایک مختصر سی لائبریری بھی ہے۔ مسجد کے گرد کے مدرسے اور عمارتیں جو طلباء اور اُستادوں کے لئے بنائی گئی تھیں مدت سے امیر حاجیوں کو کرایہ پر دیجاتی ہیں۔
مولد النبیؐ و دیگر صحابہ کے مولد قابل ذکر ہیں دیگر مقامات پر ملبہ جمع ہونے سے ان مقدس مقامات اور مسجد کی سطح نیچی ہو گئی ہے۔
شہر میں قدامت اس وجہ سے نظر نہیں آتی کہ پُرانی عمارتیں طوفان باراں سے جو اکثر آتے رہتے ہیں قائم نہیں رہ سکتیں۔

اور مصلّوں وغیرہ کی عمارات نے گھیر رکھی ہے۔ علاوہ ازیں صحن حرم کے گرد جو برآمدے ہیں انکا رقبہ ۳۸ ۱۱ کنال اگر شامل کر لیا جائے تو کل حرم شریف کا رقبہ ۱۲۸ ۱۳ کنال = ۳۲ بیگہ یعنی ۱۶ ایکڑ یقیناً شاہی مسجد کے رقبہ سے بڑا ہوگا۔ میں نے بہت سی کتابیں دیکھی ہیں مگر پیمائش حرم کسی میں کچھ ہے کسی میں کچھ واللہ اعلم و علمہ اتم۔ (ناظمی)

تاریخ مکہ ان طوفانوں کے واقعات سے بھری پڑی ہے ان کو

طوفان روکنے کے لیئے حضرت عمرؓ نے وادی کے آر پار بڑا بند بنوا دیا تھا جسکی تجدید خلیفہ مہدی نے کی تھی۔ مگر یہ استحکامات بھی کا میاب ثابت نہیں ہوئے

سنہ ۱۹۷۸ء میں ڈاکٹر عبدالرزاق نے مستقل آبادی شہر کا اندازہ پچاس

آبادی ساٹھ ہزار کے درمیان کیا تھا۔ غیر مستقل آبادی کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ بدلتی رہتی ہے۔ موسم حج میں شہر کی آبادی بکثرت بڑھ جاتی ہے۔ مستعمل پانی کے نکاس کے انتظام کی سخت ضرورت ہے۔

نہر ۔ خوش قسمتی سے پینے کے قابل پانی کی افراط ہے اگرچہ کنوؤں کا پانی ناقابل نوشیدن ہے اور آب زمزم صرف دوا یا تبرک کے طور پر استعمال ہوتا ہے مگر ہلکا اور میٹھا پانی اُس زمین دوز نہر سے جو سلطان سلیم ثانی نے سنہ ۱۵۷۱ء میں بنوائی تھی کافی مقدار میں بہم پہنچ جاتا ہے۔ یہ نہر نہر زبیدہ کے قائم مقام ہے جو ناقابل مرمت ہوگئی تھی اسلئے سلطان موصوف نے اسے دوبارہ تعمیر کرایا۔ حج کے دنوں میں حاجیوں کو پانی قیمتًا ملتا ہے اور بعض اوقات گراں قیمت پر۔

پھل طائف وغیرہ سے آتے ہیں۔ چاول اور دیگر پیداوار

درآمد اشیاء براہِ سمندر جدہ سے یہاں آتی ہیں۔ بھیڑ کا گوشت اور مکھن صحرا سے بکثرت آتا ہے۔ ابن جبیر کے وقت میں یمنی پہاڑوں سے اشیا مہیا ہوتی تھیں۔ تمام مصنوعات ایام حج میں مکہ میں جمع کی جاتی ہیں۔ ہر اہل مکہ کا مقصد حجاج سے کسی نہ کسی طرح کچھ وصول کرنا ہوتا ہے۔

میں دوغلاپن ہے خالص عربی نہیں۔ شہر میں پیدا ہونے

شہری آبادی والوں کے رخساروں پر تین گہرے نشان لگائے جاتے ہیں۔

اہل مکہ بدسلوک ہیں جسکی تصد... خلیفہ مہدی کے زمانہ سے بھی ہوتی ہے

غلاموں کی تجارت حج کے لباس میں کی جاتی ہے۔ ابن زبیرؓ کے بعد مکہ کو ملکی اہمیت حاصل نہیں ہوئی۔ خلفا کے وقت حاجیوں پر بڑے ٹکس عائد کیئے جاتے تھے۔ جب مرکز خلافت کو زوال آیا تو اہل مکہ بڑے مصائب میں گرفتار ہوئے۔

قرامطہ ان میں مشہور تر واقعہ قرامطہ کے ہاتھوں ۹۳۰ء کا قتل و غارتگری ہے۔ یہ حجر اسود بھی لے گئے تھے جو ۲۲ برس تک اُن کے پاس رہا اور اُنہوں نے بڑا بھاری معاوضہ لیکر دیا اور دیا بھی جب جب اُنکو معلوم ہوا کہ اسکا گم ہونا شہر کی عظمت پر کچھ اثر نہیں ڈال سکا۔

دستبان فاطمی خلفا کے عہد میں مصری رسوخ مکہ پر غالب ہونے لگا۔ اسکی مخالفت سلاطین یمن نے کی۔ ہاشمی امیران مکہ نے اور اُن کے بعد قتادہ کے گھرانے نے (۱۲۰۲ء سے) بڑی طاقت حاصل کرلی اور آزادی کا دعوے کیا۔ مگر عباسیوں کے زوال کے بعد مصریوں کی سیادت ۱۲۶۹ء میں بیبرس نے قائم کرائی۔ ترکی کی فتوحات مصر نے ۱۵۱۷ء میں ترکوں کا سکہ قائم کرایا۔ اُنہوں نے اہل مکہ کو خاص مراعات عطا کیں اور سولہویں صدی میں بیت اللہ میں بہت سے کام بنوائے۔ عثمانی سیادت رفتہ رفتہ برائے نام رنگئی اور شریفوں اور امیروں کی بڑھنے لگی۔ شریف غالب کے عہد میں وہ کمال عروج کو پہنچی۔ اسکی تاریخ امارت ۱۷۸۶ء سے شروع ہوتی ہے پھر وہابیوں کی لڑائی شروع ہوئی جسکے بعد محمد علی پاشا نے ترکی حکومت کو پھر قائم کردیا۔ اس نے شریف کا رسوخ کم کردیا اور ۱۸۲۷ء میں دوسرے خاندان سے ابن عون کو شریف مقرر کردیا۔ اسکے بعد ترکی سیادت پھر زوال پذیر ہوگئی۔ تاہم مکہ کاغذ میں ترکی کے ایک صوبہ کا دار الخلافہ رہا۔ اس میں اسکا ایک گورنر جنرل اور ایک قلعہ کی ترکی فوج بھی رہی۔ اسلامی قانون کے مطابق فیصلے کرنیکے لئے قسطنطنیہ سے جج مقرر ہوکر آتا تھا۔ مگر اصل حکومت مکہ و حجاز شریف کی تھی جو امیر اولاد النبی

ہونے کی بنا پر جاگیردارانہ حیثیت رکھتا تھا۔ شریف اگرچہ کسی حیثیت سے پوپ جیسا درجہ نہیں رکھتا پھر بھی اُسے حسن بن علی رض کا جانشین ہونے کی وجہ سے لوگ احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ سیاسی نقطۂ خیال سے شریف زمانہ موجودہ میں مثنیٰ ہے مکّہ کے قدیم امیروں کا جن کا نام حکمران خلیفہ کے نام کے بعد خطبوں میں لیا جاتا تھا۔ جب سلاطین حجاز کے دوردست مقامات میں امن بحال کرنے میں سخت لڑائیوں میں مصروف ہوئے۔ خاندان حسینی نے جو عرب میں ابتدائے اسلام سے وہی جائدادوں پر قابض تھا غصب سے کام لیکر مقدس شہروں اور بدوؤں کے مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ سنہ ۹۶۰ء کے قریب اُنہوں نے ایک سلطنت کی بنیاد رکھدی جسکا صدر مقام مکہ تھا۔ امرائے مکّہ کا اثر مختلف اوقات میں بیرونی سیادت کی قوت یا اس گھرانے میں جاگیروں کے مطابق بدلتا رہا۔ حتیٰ کہ سنہ ۱۸۸۲ء میں ترکوں سے شریف کا اثر زیادہ ہو گیا۔ ترکوں میں بے شک اتنی طاقت تھی کہ وہ مضبوطی سے ان شہروں پر قبضہ جمائے رکھیں جہاں کہ فوجی قلعے تھے۔ اسطرح سلطان کسی حد تک اس قابل رہا کہ وہ شریف کو مقرر کرے یا معزول۔ اور اس میں خاندان غالب اور ابن عون کی رقابت کو بھی دخل تھا۔ مگر ہتھیار وظائف اور پنشنیں دے کر سلطان کو خدمت حرمین میسر تھی۔ شریف اپنے اُن آدمیوں کی بہت سی فوج اکٹھی کر سکتا ہے جو حجاز میں کئی جگہ کنوؤں اور اراضی کے مالک ہیں اور اسکے نائب بنکر بدوؤں میں قدیم عربی رائج شدہ قانون کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ حجاز کو جتنا بھی قانون یا امن حاصل ہے وہ اسی رسوخ کی وجہ سے ہے۔ انیسویں صدی کے آخری ربع میں مغربی عرب میں ترکی رسوخ غالب ہو گیا اور شامی حجازی ریلوے نے سلطانی سیادت کو مضبوط کر دیا۔ شریفوں کے بعد مکہ میں بڑا گھرانا شیبہ کا ہے جسے کعبہ کی محافظت کا آبائی حق حاصل ہے۔

—•—

حرم اور کعبہ

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی مکہ میں کعبہ بڑا مقدس چلا آتا تھا۔ یہ ناتراشیدہ پتھروں کی ایک عمارت بغیر کھڑکی کے تھی۔ اسکا ایک دروازہ زمین سے سات فٹ بلند تھا۔ کعبہ قریبًا ۴۰ فٹ مکعب ہے۔ اگرچہ نہ اسے مکعب کہا جا سکتا ہے نہ مستطیل۔ کیونکہ اسکی اطراف کی پیمائش $37\frac{2}{12} \times 38\frac{4}{12}$ اور $29 \times 13\frac{7}{12}$ فٹ ہے اور اونچائی ۳۵ فٹ ہے جب سے حضرت (محمد) صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے بتوں سے پاک کیا ہے۔

یہ ایک سے زیادہ مرتبہ بن چکا ہے مگر پرانی ہیئت تاحال قائم ہے اور جو تبدیلی کی گئی ہے وہ اصل سے کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کعبہ قدیم عمارت پر ہی تعمیر کیا گیا تھا۔ جو نذر آتش ہو گیا۔ یہ عربی معماری کے طریق پر سادہ طور پر تعمیر ہوا تھا۔ اور پتھروں میں شہتیریوں کے ٹکڑے بھی اسی طرح لگائے گئے تھے جس طرح کہ بیت المقدس کی عمارت میں۔ چھت چھ ستونوں پر قائم تھی۔ دروازہ زمین سے بلند تھا۔ اور پر سیڑھی لگا کر چڑھتے تھے تاکہ سیلاب وادی سے اُٹھ کر اسے نقصان نہ پہنچا ئے۔ زائرین اپنے جوتے داخل ہونے سے پہلے سیڑھی کے نیچے اُتار جاتے تھے۔

مکہ کے پہلے محاصرہ ۶۸۳ء میں یہ عمارت جل گئی۔ اور ابن زبیرؓ نے اسے زیادہ خوبصورت اور وسیع کر کے تعمیر کیا۔ ان کی وفات کے بعد جو مفید نئی باتیں داخل کی گئی تھیں (یعنی سطح زمین کے پاس دو دروازوں کی ایجاد اور عمارت کی لمبائی میں وسعت جس میں حجر حطیم کو بھی داخل کر لیا گیا تھا) انہیں حجاج نے خلیفہ کے حکم سے محو کر دیا۔ مگر اسکی مضبوط تعمیر کو بحال رکھا۔ اب چھت تین ستونوں پر قائم کی گئی اور بلندی کو ڈیوڑھا کر دیا۔ ۱۶۲۶ء کے

ف رحلۃ الحجاز میں جو پیمائش دی ہے وہ اس سے زیادہ ہے اور درست۔ نامی۔

کے بعد عمارت کو پھر از سر نو تعمیر کیا گیا۔ مگر حجاج کے زمانہ کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

بیت اللہ ہمیشہ سے خدائے قدوس کی عبادت کے لئے خاص رہا ہے کیونکہ اسے حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل نے پرستاران توحید کی عبادت کیلئے بحکم خداوندی تعمیر کیا تھا۔ اس میں عمر بن لوئی نے ہبل بت کو شام سے لاکر رکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو بتوں کی آلائش سے پاک کر دیا۔ ہبل کعبہ کے اندر رکھا رہا کرتا تھا۔ اور اسکے نیچے بیت اللہ کا خزانہ تھا۔

حجر اسود۔ حجر اسود بھی بڑی قابل تعظیم چیز ہے۔ جو بیرونی کونے میں (جنوب مشرق) گڑا ہے۔ جسکا رخ صفا کی طرف ہے۔

بیت اللہ کے کونوں کے نام ان ملکوں کے نام پر ہیں جنکی طرف انکا رخ ہے۔ چنانچہ جس میں حجر اسود پیوست ہے اُسے زاویۂ اسود۔ جنوب مغربی گوشہ کو یمنی زاویہ۔ شمال مغربی کونے کو شامی زاویہ اور شمال مشرقی گوشہ کو عراقی زاویہ کہتے ہیں۔

حجر اسود جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے پتھر ہے جسے حضرت اسمٰعیل نے حضرت ابراہیم (حضرت آدم۔ ناجی) کو آسمان سے لاکر دیا تھا۔ اسکی لمبائی بالشت بھر ہے یہ ایسی بلندی پر گڑا ہے کہ متوسط قد کا آدمی بھی اسے چوم سکے۔ یہ ٹوٹ کر چاندی کے پیوند سے جڑا ہوا ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ ۶۴ھ والے محاصرے میں ٹوٹ گیا تھا۔ اور بعض اسکا ٹوٹنا قرامطہ کے ذمے لگاتے ہیں۔

کعبہ۔ حجر اسود سے در کعبہ دس بالشت پر جانب شمال حجر اسود اور عراقی زاویہ کے درمیان زمین سے قد آدم کی بلندی پر ہے۔ اسے ملتزم کہتے ہیں۔ یہاں طواف کے بعد نماز پڑھتے ہیں۔ دروازہ کی دوسری طرف اسی دیوار کے سامنے ایک کم عمیق گڑھا ہے جو اس جگہ واقع ہے جہاں حضرت ابراہیم کعبہ تعمیر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ اسے معجن بھی کہتے ہیں

یہ ٹکڑا یہاں کعبہ کے لئے گارا بنا رہوا تھا۔ کعبہ کے شمال کی طرف ایک نیم دائرہ کے شکل کی نیچی دیوار سنگ مرمر کی ہے جسکے ہر سرے پر اسکے اور خانہ کعبہ کے درمیان ایک سوراخ ہے۔ اس میں پچی کاری کے کام کا فرش لگا ہے اور اسے حجر کہتے ہیں۔ یہ جگہ طواف میں شامل ہے اور اس میں دو سلیں

قبور حضرت اسمٰعیل و ہاجرہ حضرت اسمٰعیلؑ اور ہاجرہ کے مزارات کو نمایاں کرتی ہیں۔ یہ جگہیں اجابت دعا کے لئے خاص ہیں۔ سنہری پرنالہ بھی جسکا رخ حجر کو ہے اور جسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ قبولیت دعا کا مقام ہے اور ایسا ہی مغربی دیوار کا وہ حصہ جو یمنی زاویہ کے متصل ہے۔

غلاف اگرچہ کعبہ کی سادہ عمارت قدیم کی وضع کو بحال رکھا گیا ہے مگر اسکی سطح کو آراستہ کرنے میں کوئی ممانعت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسے دھاریدار یمنی پردہ سے جسے کسوہ کہتے ہیں ڈھانپا تھا خلفائے اسلام اسپر کارڑھا ہوا کمخواب کا غلاف چڑھاتے رہے اور سلطنت مصر ہر سال ہر حج کرنے والے قافلہ کے ساتھ نیا سیاہ زربفت کا غلاف جس پر سنہری ڈوروں سے قرآنی آیات کشیدہ ہوتی ہیں و کعبہ کے قیمتی پردہ سمیت روانہ کرتی ہے۔

کعبہ کا دروازہ کعبہ کا دروازہ دو تختوں والا ہے جو بازوؤں اور دہلیز سمیت چاندی کا ہے۔

کعبہ کے اندر سال میں چند دفعہ سیڑھی لگا کر جا سکتے ہیں مگر اجنبیوں کو ہر وقت خاص نذرانہ داخل کر کے باریابی حاصل ہو سکتی ہے۔

اندرون کعبہ اندرون کعبہ کے حالات جو مشکل سے مشاہدہ کئے گئے ہیں مکمل نہیں ہیں۔ ابن جبیر نے جب سے اسے دیکھا ہے ان میں بہت کم تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اسکے بیان کے مطابق اسکے فرش اور دیواروں پر بڑے قیمتی رنگین سنگ مرمر جڑے ہوئے ہیں اور دیواروں کے بالائی نصف حصہ پر چاندی کا بڑا بھاری گلٹ کیا گیا ہے اور چھت پر

رنگین ریشمی غلاف چڑھے ہیں۔ موجودہ مورخین اس جگہ میں کوئی دریچہ نہیں بتاتے مگر ابن جبیر انکی تعداد پانچ بیان کرتا ہے کہ وہ قیمتی رنگ برنگ کے شیشوں کے عراق کے بنے ہوئے ہیں۔ ساگوان کے تین ستونوں کے ساتھ چاندی کے تیس لیمپ آویزاں ہیں۔ داخل ہونے والے زائر کو بائیں طرف کونہ میں ایک صندوق نظر آئیگا جس میں قرآن شریف رکھتے ہیں۔ عراقی زاویہ کی طرف ایک جگہ چھوڑی ہوئی ہے جہاں چھت پر چڑھنے کو سیڑھی ہے۔

باب الرحمۃ } اس سیڑھی کو جو دروازہ ہے اور جسے باب الرحمۃ کہتے ہیں اسپر خلیفہ متوکل نے چاندی کے پترے جڑوائے تھے یہاں ابن جبیر کے وقت میں مقام ابراہیم (یعنی وہ پتھر جسپر حضرت ابراہیم کھڑے ہوئے تھے) رکھا۔ تہا تھا تاکہ محفوظ رہے اور خاص تقریبات پر باہر رکھا جاتا تھا۔

اسلام سے بیشتر کعبہ ہر پیر اور جمعرات کو کھلتا تھا۔ ابن جبیر کے وقت اسے بڑی شان سے بروز دوشنبہ اور جمعہ کھولتے تھے اور ماہ رجب میں ہر روز۔

کعبہ کے اندر نماز پڑھنا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے مگر یہ امت کے لیئے لازمی نہیں۔ ابن بطوطہ کے زمانہ میں کعبہ کے اندر داخلہ صرف جمعہ کو اور میلاد النبی کے دن ہوتا تھا۔

کعبہ کے گرد آبادی } قدیم مکہ کے مکانات کعبہ کے ارد گرد بالکل متصل تھے اور یہ گھر بانی مکہ قصی کے جانشینوں کے تھے۔ کعبہ کے شمال کی طرف دار الندوہ تھا۔ جہاں قریش کا مجمع ہوا کرتا تھا۔ جب مسلمان حاجیوں کی تعداد بڑھنے لگی تو ارد گرد کے مکانات منہدم کرکے نماز کے لئے جگہ فراخ کردیگئی۔ یہ کام حضرت عمر رضہ عثمان رضہ اور ابن زبیر رضہ نے کیا۔ مگر حرم کو موجودہ صورت میں اسقدر وسیع بنا کرنے والا خلیفہ مہدی ہے جس نے زر کثیر خرچ کرکے قیمتی ستون مصر اور شام سے منگائے ۱۶۵ھ میں پر

اسکے فوت ہونے پر کام جو غیر مکمل رہگیا تھا اسکے جانشین نے ختم کرایا۔ مگر مہدی سے کمتر شان ہے۔

اسکے بعد ترکوں کے عہد تک جو تبدیلیاں اور اضافے ہوئے انہوں نے مہدی کے کام کو بالکل بدل دیا اور اب صرف چند ستون ہوں گے جنہیں عہدِ مہدی کی ساخت کہا جا سکتا ہے۔

حرم میں مختلف نمونے اور صنعت کے ستون ہیں جنکی تعداد پانچسو سے زیادہ ہے احاطۂ حرم شرقاً غرباً ۲۵۰ قدم لمبا اور شمالاً ۲۰۰ قدم چوڑا ہے۔ جس میں داخل ہونے کے لئے ۱۹ محراب دار دروازے تھے (اب زیادہ ہیں)۔

چاہ زمزم } کعبہ کے بعد دلچسپ مقامات چاہ زمزم اور مقام ابراہیم ہے۔ آب زمزم کو حاجی بڑے شوق سے پیتے ہیں اور جب اسے بدن پر ڈالتے ہیں تو ان کی تمام تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور اسے بوتلوں وغیرہ میں بند کر کے باہر لیجاتے ہیں۔

اہل مکہ کا بیان ہے کہ بدر شعبان کو آب زمزم بہت چڑھ آتا ہے۔ اس وقت لوگ اسکے گرد جمع ہو کر نعرۂ توحید لگاتے اور اس سے نہاتے ہیں۔ یہ ابن جبیر کا مشاہدہ ہے۔

مقامِ ابراہیمؑ } مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر نقش پا گڑا ہے۔ یہ ۳ بالشت اونچا اور دو چوڑا ہے اور شکل میں گِل کوزہ گر کی طرح ہے اور یقیناً بڑا پرانا۔ اس پتھر کو اب کسی کو دیکھنے کی اجازت نہیں۔ ہاں جس صندوق میں یہ پڑا ہے اُسے تبرکاً دیکھ یا چھو سکتے ہیں۔ قرون وسطٰی میں اسے دیکھنے کی اجازت تھی۔ چنانچہ ابن جُبیر نے اسکے نقش پا پر آب زمزم ڈالکر پیا بھی تھا۔ اسپر کچھ لکھا ہوا بھی ہے جو ایسی زبان میں ہے کہ پڑھا نہیں جاتا۔ فیقہی نے اسکی ایک نقل اپنی تاریخ مکہ میں کی بھی ہے۔

صفا اور مروہ

صفا اور مروہ دو مقام ہیں پہاڑیوں پر جنہیں مسعیٰ ملائے ہوئے ہے اور یہ کعبہ سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ صفا ایک بلند تھڑا ہے جسکے اوپر تین محراب ہیں اور اس تک چڑھنے کو سیڑھیاں ہیں۔ یہ کعبہ سے جنوب مشرق کو ہے۔ اسکا رخ حجر اسود کی طرف ہے۔ اور صفا کے دروازہ سے صفا کا فاصلہ ۷۶ قدم ہے اور یہ دروازہ بلحاظ فن تعمیر حرم کا بڑا دروازہ ہے۔ مروہ بھی ایسا ہی چبوترا ہے۔ پہلے اسپر ایک محراب تھا۔ اور وادی کے بالمقابل تھا۔ یہ جبل احمر کی شاخ پر واقع ہے جسے جبل قیقعان کہتے ہیں۔ صفا اور مروہ کا درمیانی فاصلہ ۴۹۳ قدم ہے۔ اور مذہبی رسم جسے سعی کہتے ہیں وہ اس فاصلہ کو سات بار طے کرنا ہے۔ صفا سے شروع کرکے مروہ پر ختم کرتے ہیں۔ راستہ کا سب سے نچلا حصہ جو برائے نام دو سبز میلوں کے درمیان ہے دوڑ کر طے کرتے ہیں۔ یہ سعی عمرہ کا ایک حصہ ہے جو حضرت ہاجرہ کی یاد میں کی جاتی ہے جو پینے کے لئے پانی کی تلاش میں اس مقام پر دوڑی تھیں۔

رسوماتِ حج ایام جاہلیت میں

اسلام سے پیشتر بھی اہل مکہ کا مقدس مقام کعبہ ہی تھا جہاں وہ عبادت کرتے اور قربانی دیتے تھے۔ یہیں آکر وہ قسم کھاتے اور مشکل مقدمات کا فیصلہ خدا پر چھوڑتے تھے۔ علاوہ اسکے مکہ حج کی جگہ بھی تھا۔ قدیم عربوں کا حج یہ تھا کہ وہ کسی قسم کے پورا کرنے کے لئے مکہ آتے تھے اور قربانی دیتے تھے۔

لہ صفا سے لیکر سعی تک (یعنے جہاں سے تیز چلنا ہوتا ہے) ساٹھ کرم۔ مابین سعی (یعنے تیز چلنے کی مسافت ۵۴ کرم۔ پھر سعی سے مروہ تک ۱۱۰ کرم یعنے کل ۲۷۵ کرم۔ سات پھیروں کی مسافت ۱۹۲۵×۵ = ۹۶۲۵ = $\frac{1}{2}$ ۳۲۰۸ گز یعنے پونے دو میل سے زیادہ۔ ناظم

ایسی قسمیں اور قربانیاں وہ اور مقامات پر جا کر بھی دیتے تھے ۔ مثلاً وہ قسم کھایا کرتے تھے کہ جب تک وہ فلاں کام نہ کر لینگے بالوں کو نہیں کٹائیں گے یا ان میں تیل نہیں لگائیں گے ۔ یا شکار نہیں کرینگے ۔ یا میاں بیوی اکٹھے نہیں ہوں گے ۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ تمام مکہ ہی میں قسم کھانیکے لئے حاضر ہوں ۔ بلکہ اور جگہوں پر ۔ مثلاً طائف میں بھی وہ سوگند کھایا کرتے تھے ۔ مکہ کے حج کا کوئی ایک وقت مقرر نہ تھا بلکہ جب کبھی میلہ ہو یا سالانہ میلے یا منڈی کے وقت مکہ میں یہ اجتماع ہو جایا کرتا تھا ۔

حج اسلام میں

مکہ کے حج سے اہل مکہ کا مفاد وابستہ تھا اور حوالی مکہ کے دل میں یہ رسم حج اسقدر مستحکم ہو چکی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسکا ترک کرانا مشکل ہو گیا ۔ (یہ غلط ہے ۔ نامی) اسلئے پرانی رسم عمرہ کا اضافہ کر کے بحال رکھی گئی ۔ یہ عمرہ مکہ کی زیارت کی قسم کی ادائگی کا نام ہے جو ہر وقت ادا کی جا سکتی ہے ۔ مگر حج مقررہ وقت پر ہی ہوتا ہے ۔ اور اس میں زیارت کعبہ بڑا رکن ہے دیگر ضروری رسمیں مکہ سے باہر انہی مقامات پر جہاں کہ قدیم عرب مکہ کے میلے پر جمع ہوتے تھے پوری کی جاتی ہیں ۔ عمرہ بیرون حرم کسی مقام سے عام طور پر تنعیم (جسے اب مقام شہدا کہتے ہیں) سے شروع کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ یہاں آسانی بھی ہے اور حضرت عائشہ کی بھی تقلید ہے جنہوں نے دسویں ہجری میں یہیں عمرہ کیا تھا ۔

حاجی حرم میں (تنعیم سے) احرام باندھکر داخل ہوتا ہے ۔ احرام دو کپڑے ہیں جو حاجی اپنے گرد لپیٹ لیتا ہے ۔ وہ نعرۂ لبیک لگاتا بیت اللہ میں داخل ہوتا ۔ طواف اور سعی کرتا ۔ سر منڈاتا اور پھر اپنا اصلی لباس پہن لیتا ہے ۔

یہ رسم اب عموماً حج کے ساتھ ملائی جاتی ہے یا جو اجنبی مکہ میں داخل ہوتا ہے، وہ اسے ادا کرتا ہے ۔ اور احرام شہر سے باہر فاصلہ پر ہی باندھ لیا جاتا ہے ۔ مگر

منن اقامت مکّہ میں ہر شخص کے لیئے لازم ہے کہ وہ کم از کم ایک عمرہ مقام تنعیم سے بسلسلۂ زیارتِ حضرت عائشہ ضرور کرے۔ ماہ شعبان قدیم الایام سے عرب میں بڑا مقدس مہینہ ہے۔ اس میں وہ مکہ میں جمع ہوتے اور بدر ۱؎ کے طلوع پر بڑی خوشیاں مناتے تھے۔ اس میلہ پر یمن کے بدو ہزارہا کی تعداد میں شامل ہوتے اور مویشی اور پھلوں کے بدلے کپڑے لیتے۔ انکا عقیدہ تھا کہ میلہ سے غیر حاضری انکو گرفتار قحط کرے گی اور ان کے مویشی بلیگ کی نذر ہو جائینگے اس مہینے کی ۲۹ ویں عورتوں کے لئے مخصوص تھی۔ اور انکے چھوٹے بچوں کے لئے بھی اس دن خانہ کعبہ وقف ہوا کرتا تھا۔ اُس دن شیبی کا خاندان بھی داخل کعبہ نہیں ہو سکتا تھا۔

دوسرے ارکان کا معاوضہ خیرات سے ہو سکتا ہے مگر وقوف عرفہ کا ترک حج سے محروم کر دیتا ہے۔ عرفہ یا عرفات مصنوعی طور پر محدود میدان ہے جو ایک چھوٹے پہاڑ جبل رحمت کے گرد ہے۔ یہ حدود حرم سے کچھ دور ہے اُس سڑک پر جو مکہ سے طائف کو جاتی ہے۔ مکہ سے بعد دوپہر کو روانہ ہو کر شام کو عرفات پہنچ سکتے ہیں۔ سڑک پہلے شمال کو وادی مکّہ کے ساتھ ساتھ جاتی ہے اور پھر مشرق کو مڑ جاتی ہے۔ یہ منیٰ کے گاؤں کے پاس سے گزرتی ہے۔ راہ میں لمبی تنگ وادی منیٰ آتی ہے۔ جو مکہ سے دو تین گھنٹے کی راہ پر ہے پھر مزدلفہ کی مسجد کے پاس سے ایک تنگ راہ سے گزر کر عرفات کے میدان میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ بڑی وادی نعمان کا میدان ہے جس میں سے طائف کی سڑک جبل قرنی سے اُترتی ہے۔ حدائق کا پہاڑ شمال کی طرف میدان پر سراونچے کئے اور جبل رحمت پر سایہ ڈالے کھڑا ہے۔

عرفہ ذوالمجد کے بالکل قریب ہے۔ جہاں ایام جاہلیت میں بڑا میلہ یکم سے ہشتم تک ماہ حج میں لگتا تھا۔ اب برخلاف اسکے حاجی کو عین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارکان پر عمل کرنا پڑتا ہے جو آپ نے حجۃ الوداع کو ۱۰ھ مطابق ۶۳۲ء میں

۱؎ پندرھویں شعبان کو شب برات ہوتی ہے۔ ناقی

ادا کیے تھے وہ اسلئے یوم ترویجہ ذوالحجہ کو احرام باندھتے ہوئے مکّہ سے روانہ ہوتا ہے اور رات منٰی میں بسر کرنا ہے۔ اب رسم یہ ہے کہ سیدھا عرفات پہنچکر ڈیرہ لگا دیتے ہیں رات عبادت میں بسر کرنا ہوتی ہے۔ دوسری صبح (۹ ذوالحجہ) کو حاجی آزادانہ حرکت کر سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو دوپہر کو خطبہ سننے بعد از دوپہر ضروری دعا شروع ہوتی ہے یعنی عرفات پر کھڑے ہو کر لبیک کہنا اور غروب آفتاب تک دعاؤں وغیرہ کا پڑھنا۔ بعد از شام مجمع منتشر ہونا شروع ہوتا ہے اور مزدلفہ کی طرف بڑھنا ہے جہاں عشا کی نماز پڑھتے اور رات بسر کرتے ہیں۔ رات کو پچھلے پہر عرفات کی طرح مزدلفہ میں بھی وقوف کرتے ہیں مگر طلوع آفتاب سے پیشتر ہر ایک کو منٰی کی طرف چلنا ہوتا ہے۔

یہ دن قربانی کا چڑھتا ہے اور اس میں چار ارکان بجالاتے ہیں (۱) رمی الجمرات سات پتھر وادی منٰی کے مشرقی سرے کی طرف پھینکنا (۲) قربانی کرنا اور کھانا کھلانا (قربانی انہی کے لئے لازمی ہے جو وسعت رکھتے ہوں اور حج کو عمرے کے ساتھ ملاتے ہوں) (۳) سر منڈانا اور احرام کھولنا (۴) مکّہ جانا طواف کرنا سعی کرنا۔ اور پھر منٰی کو واپس آنا۔ قربانی اور مکّہ کی زیارت ۱۱-۱۲ یا ۱۳ ذوالحجہ کو بھی کر سکتے ہیں۔ یہ منٰی کے دن ہیں۔ یہ خوشی و مسرّت کے ایّام ہیں۔ ان میں کوئی خاص ارکان ادا کرنے نہیں پڑتے سوائے اسکے کہ ہر روز سات کنکریاں جمرۃ العقبہ کی طرف پھینکنا اور نیز ایسی ہی اور دو جگہوں پر۔ پتھر خدا کا نام لیکر مارے جاتے ہیں اور اس خیال سے مارے جاتے ہیں کہ ان سے شیطان کو سنگسار کیا جائے حاجی منٰی کو ۱۲ یا ۱۳ تاریخ کو چھوڑتا ہے اور حج ختم ہو جاتا ہے۔

حاجیوں کی تعداد

کونزلیٹن آفس نے جو جدہ میں اعداد و شمار ۱۹۴۰ء میں لکھے وہ تعداد حجاج ۹۶ ہزار بتاتے ہیں مگر اس میں ان کے اعداد شامل نہیں جو قاہرہ۔

دمشق اور عراق سے براہِ خشکی آتے ہیں یا وہ جو مدینہ براہِ ینبوع آکر مکہ آتے ہیں۔ نیز وہ جو مختلف حصص عرب سے آتے ہیں۔ برچارڈٹ نے ۱۸۱۴ء میں عرفہ میں وقوف کرنیوالوں کا اندازہ ستر ہزار کیا۔ برٹن نے ۱۸۵۳ء میں ۵۰ ہزار عبد الرزاق نے ۱۸۵۸ء میں ساٹھ ہزار۔ چونکہ صفائی کا انتظام نہیں اسلئے اسقدر اجتماع کثیر وبا کا باعث ہو جاتا ہے۔

(لاہور۔ درگاہ حضرت توختہ ترمذی یکم جنوری ۱۹۲۵ء)

آئینۂ منازل برائے سہولتِ حجاج

دورانِ تحریر تاریخ مکہ میں مشفقی قاضی حبیب اللہ صاحب منشی فاضل (مہتمم مصری کتب خانہ کشمیری بازار لاہور) نے فرمائش کی کہ سہولت حجاج کے لئے ایک "آئینۂ منازل" تیار ہونا چاہئے جس سے عازمانِ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ معلوم کر سکیں کہ جہاز اور اونٹ کہاں کہاں منزل کرتے ہیں اور ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچنے کے لئے کتنا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے اور کسقدر وقت صرف ہوتا ہے۔ چونکہ قاضی صاحب کا یہ مشورہ بہت مفید تھا اسلئے میں نے ایک نقشہ تیار کر دیا اس کام میں ریاض الحرمین اور حاجی رحیم بخش صاحب ریٹائرڈ میکینیکل انجینئر لاہور سے بھی مدد لی گئی ہے جو قابل شکریہ ہے۔

لاہور سے مکہ کے درمیان مشہور مقامات کا فاصلہ وغیرہ

(۱) کراچی۔ لاہور سے ۷۵۵ میل کے فاصلہ پر بندرگاہ ہے ڈاک گاڑی (ریل) ۴۲ گھنٹہ میں پہنچتی ہے۔ بذریعہ جہاز عدن وغیرہ کی طرف جانے کے لئے کراچی ہندوستان کا قریب ترین بندرگاہ ہے۔

(۲) عدن۔ کراچی سے ۱۴۴۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جہاز ۵ روز میں پہنچتا ہے عدن یورپ اور ایشیا کی مشہور بندرگاہ اور کوئلہ کا سٹیشن ہے۔ یہاں انگریز

قلعہ ہے۔ شہر عدن بندرگاہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ باشندے سیاہ فام سمالی ہیں۔ تاجر ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی۔ شداد نے بہشت و دوزخ یہیں بنائے تھے۔ کنواں ایک ہی ہے جو بہت گہرا ہے۔ پینے کے لیے بارش کا پانی جمع کر رکھتے ہیں۔ دامن کوہ میں سید ابو بکر عیدروسی (ادریسی) کی زیارت ہے۔

عدن۔ بمبئی سے ۱۶۵۰ میل پر ہے اور جہاز ۶ روز میں پہنچتا ہے

بمبئی۔ لاہور سے ۱۱۶۲ میل پر کراچی کی طرح بندرگاہ ہے۔ لاہور سے بذریعہ ڈاک گاڑی ۳۴ گھنٹے میں پہونچتے ہیں

بمبئی اور کراچی کے درمیان ۴۸۳ میل مسافت بذریعہ جہاز دو روز میں طے ہوتی ہے۔

۳۔ **باب المندب** یا باب سکندریہ۔ عدن سے ۹۰ میل کا فاصلہ اور بذریعہ جہاز ۹۔۱۰ گھنٹے کی راہ۔ یہ دو پہاڑوں کے درمیان تنگ آبنائے ہے سکندر کے جہاز جو یہاں ڈوبے تو اس نے یہاں ایک پتلی کی صورت بنا دی تھی جو خطرہ کا پتہ دیتی تھی۔ یہاں انگریزی قلعہ اور لائٹ ہوس ہے۔

۴۔ **کامران۔** باب المندب سے ۱۸۰ میل کا فاصلہ بذریعہ جہاز ۱۸ گھنٹے میں طے ہوتا ہے یہ بھی بندرگاہ ہے۔ یہاں ۲۴ گھنٹہ کے لیے مسافروں کو قرنطینہ میں ٹھہرنا پڑتا ہے ادویہ آمیز گرم پانی سے بدن اور کپڑے دھوتے ہیں تاکہ جراثیم امراض بہیں مر جائیں اُترنے کے لیے ریتیلے میدان میں کیمپ لگے ہوتے ہیں۔ گاؤں ایک میل پر ہے۔ جہاں شافعی المذہب مسلمانوں کی آبادی ہے۔

۵۔ **یلملم۔** ۲۱۵ میل فاصلہ۔ ۲۵ گھنٹہ میں جہاز پہنچتا ہے۔ یلملم کے پہاڑ کے محاذ میں حاجی احرام باندھ لیتے ہیں یہ جگہ میقات حجاج ہند و غیرہم ہے۔

۶ **جدہ۔** ۲۳۵ میل یہاں بذریعہ جہاز ۲۴ گھنٹہ میں پہنچتے ہیں۔ جدہ مکہ معظمہ کی بندرگاہ ہے۔ یہاں حضرت حوا[1] کا مزار مقدس قابل زیارت ہے یہیں سواری اور مطوفین و معلمین کا انتظام ہوتا ہے۔

کراچی سے جدہ ۱۴۸۴ میل کل ۱۱ روز کا سفر اور بمبئی سے جدہ ۲۲۷۰ میل کل ۱۲ روز کا سفر۔

---

[1] جدہ میں چونکہ انگریزی اقتدار ہے اسلئے مزار حضرت حوا سلامت رہا ورنہ اسکے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا جو نجدی حکومت نے حرمین شریفین کے مقدس مزارات و مساجد کے ساتھ کیا ۱۲ ناشر

جدہ سے آگے پورٹ سعید ۷۷۰ میل پر بندرگاہ ہے جو مصر اور انگلینڈ کے راستہ میں ہے۔

حدہ۔ حدیدہ یا بحرہ۔ یہ جدہ اور مکہ کی راہ میں جدہ سے ۱۲ کوس کے فاصلہ پر جانب شمال واقع ہے بالعموم ۱۲ گھنٹہ میں یہ مسافت طے ہوتی ہے۔ حدہ ایک شب باشی کا مقام ہے بازار خام ہیں ضرورت کی ہر شے مل جاتی ہے قیام ایک میدان میں ہوتا ہے جس کے چاروں طرف چٹیل میدان اور پہاڑ ہیں۔

مکہ معظمہ حدہ سے ۱۵ کوس اور ۱۲ گھنٹہ کی راہ ہے۔ یہی وہ منزل مقصود ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وصحابہ کرام علیہم الرضوان کی ولادت سے مشرف اور کعبہ ملت حنیفیہ ہے یہیں مسلمانان حج کر کے مدینۃ النبی میں زیارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے ہیں۔

حجاز کے مشرق میں ایک عالم اہل حدیث کی بھٹک

مولوی محمد صاحب بن مولانا عبد القادر صاحب لودیانوی نے (جو غلافتی کارکن حبیب الرحمٰن صاحب لودیانوی کے بزرگ ہیں) شیخ نجدی کے بیان ارتداد میں ایک رسالہ "فیوضات سید احمد مکی" تالیف فرمایا ہوا ہے اس کے صفحہ ۶۰ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ احادیث درج فرمائی ہیں جو نجدیوں کی مذمت گمراہی اور قتل مومنین کے متعلق بطور پیشینگوئی وارد ہیں۔ نجدیوں کے ہم عقیدہ لوگ اہلحدیث کہلاتے ہوئے احادیث کی تکذیب کی جرأت کس طرح کر سکتے تھے۔ پس لگے نجد کے متعلق تاویلیں کرنے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے عجیب جغرافی نکتہ ایجاد کیا جو آج تک کسی ذی ہوش عقلمند جغرافیہ دان انسان کو نہیں سوجھا تھا کہ "سارے ملک عرب کے دو حصے ہیں حجاز اور نجد۔ حجاز مکہ سے مدینہ تک اور باقی سب نجد۔ بلکہ مع عراق۔ بغداد۔ بصرہ۔ کوفہ وغیرہ" مولوی صاحب نے حدود نجد میں یہ وسعت اس لیے دی ہے کہ نجد کی مذمت دیگر ملحقہ بلاد پر ڈال دی جائے اور نجد کو بچا لیا جائے۔ شاید جاہل لوگ اس توجیہہ سے خوش ہو جائیں مگر ان کے سوا سب ہوش مند جغرافیہ دان اس رکیک تاویل پر ہنسیں گے۔ حضرت مولوی صاحب! حضور علیہ السلام کا مشرق کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمانا کہ الفتنۃ من ھھنا اور پھر نجد کے لیے جو عین مشرق کی طرف حجاز کے طرف متصل واقع ہے دعا سے بحدیث بخاری انکار فرمانا اور یمن وشام کے لیے دعائے برکت کرنا ثابت کرتا ہے کہ نجد ہی فتنوں کا گھر ہے۔ نجدی مسلمانوں کے قتل کرنے اور ان کے اموال کو حلال جاننے والے۔ اور یہ کہ عرب کے صوبے صرف حجاز و نجد ہی نہیں بلکہ یمن وغیرہ بھی ہیں اور عراق وشام کیطرح نجد میں شامل نہیں ہو سکتے۔ تعصب مذہبی اتنا بھی کیا کہ حق سے بالکل چشم پوشی کر لی جائے۔ افسوس مولوی صاحب موصوف کی یہ بیجا طرفداری کسی کام نہ آئی اور نجدیوں کی ایجنسی حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ غرض تو یہ نہ صرف بازی لے گئے بلکہ مولوی صاحب پر مکہ میں بصورت "فیصلہ مکہ" فتوئ کفر بھی چسپاں کرا دیا گیا تو سمجھتے شاید اجر لینے اور مکہ میں گناہ بخشوانے مگر اللہ نے کافر بنا کر واپس کئے گئے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ۔ برائے خدمت آنکس کہ تنا سد آنکس کہ تنا سد حق ملکن او نا خود ضائع کرنے نمر دست و نے منت

شمال

سلطنت روس

ہندوستان سے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کا راستہ

مغرب
مشرق
جنوب

منازل از مکہ معظمہ تا عرفات جو مقام حج ہے

۱۔ **منیٰ**۔ مکہ سے ۴ میل ہے۔ ۸ ذوالحجہ کو حاجی احرام باندھے ہوئے مکہ سے چلکر یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ظہر، عصر، مغرب اور اگلی صبح کی نماز یہاں کی وسیع مسجد خیف میں پڑھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص۲۰۶ کتاب ہذا)۔

۲۔ **مزدلفہ**۔ منیٰ سے ۲ میل ہے۔ عرفات سے واپسی پر یہاں کی مسجد مشعر الحرام میں نہم و دہم ذوالحجہ کی درمیانی رات بسر کرتے ہیں۔

۳۔ **عرفات**۔ مزدلفہ سے ۳ میل ہے۔ یہ حضرت آدم اور حوا کی ملاقات کی جگہ ہے یہیں قبل از زوال آفتاب تا غروب آفتاب قیام کرنا حج ہے۔ مسجد نمرہ عرفات ہی میں ہے۔ (ملاحظہ ہو ص۲۰۷)

منازل از مکہ معظمہ تا مدینہ منورہ براہ خشکی

۱۔ **وادی فاطمہ** یکہ ہے۔ ۱۰ کوس فاصلہ ۹ گھنٹہ کی مسافت ہے۔ مکہ سے تین میل مسجد سیدتنا عائشہ صدیقہ رض ہے۔ یہیں کے مقام تنعیم سے عمرہ لیتے ہیں۔ وادی فاطمہ تک علاقہ پہاڑی اور نشیب و فراز ہے۔ منزل پر ایک کنواں بھی ہے۔

۲۔ **اصفہان**۔ وادی فاطمہ سے ۱۹ کوس ۱۶ گھنٹہ کی راہ ہے۔ چاروں طرف بلند پہاڑ ہیں۔ یہاں کے کنوئیں کا پانی میٹھا ہے۔ بدو بیچنے کے لئے سبزی ترکاری۔ باجرے کی روٹیاں تربوز وغیرہ لئے موجود ہوتے ہیں۔

۳۔ **دُف**۔ اصفہان سے ۱۰ کوس مسافت۔ ۹ گھنٹے میں پہنچتے ہیں۔ راہ میں دشوار گذار درہ آتا ہے۔ اس مقام کے گردو پیش کھجوروں کے درخت پائے جاتے ہیں۔ پانی یہاں کا وادی فاطمہ کی طرح شیریں ہی اور نمکینی لئے ہوئے ہے۔

۴۔ **غرنبہ یا قدیمہ**۔ دُف سے ۱۲ کوس ہے ۱۱ گھنٹہ میں پہنچتے ہیں۔ سمندر کے کنارے میدانی رستہ ہے۔ پانی کھاری۔ اور لکڑی ترکاری ملجاتی ہے۔

۵۔ **رابق یا رابغ**۔ قدیمہ سے ۲۰ کوس ۱۸ گھنٹہ کی مسافت ہے۔ چہارم حصہ میدان

باقی راہ پہاڑی ہے۔ یہاں قلعہ اور آبادی ہے پانی میٹھا۔ یہاں سے مدینے تک کے لئے سامانِ خوراک خرید لیتے ہیں۔ کھجوروں کے باغات بھی ہیں۔

۶۔ **مستورا**۔ رابغ سے ۱۶ کوس فاصلہ پر ۱۴ گھنٹہ کی مسافت ہے کہیں کہیں نشیب و فراز باقی راستہ صاف۔ یہاں ایک بوٹی فروخت ہوتی ہے جو کوہ طور پر پیدا ہوئی تھی اور جسے حضرت موسیٰ نے اپنی زوجہ صفوان کو کھلایا تھا۔

۷۔ **بیر شیخ**۔ مستورا سے ۱۲ کوس کا راستہ ۱۰ گھنٹے کی مسافت ہے۔ راستہ کچھ پہاڑی اور کچھ ریتلا۔ آب شیریں۔ سبزی ترکاری ندارد۔ لکڑی پانی موجود

۸۔ **بیر حسن یا بیر حسامی**۔ بیر شیخ سے ۱۴ کوس پر ۸ گھنٹہ کی مسافت ہے راہ میں نشیب و فراز اور پہاڑ پر بدو رہتے ہیں۔ پانی میٹھا نہری گوشت ترکاری وغیرہ میسر۔

۹۔ **خلص**۔ بیر حسن سے ۱۸ کوس فاصلہ ۱۵ گھنٹہ کی راہ ہے۔ راستہ دشوار گذار راہ میں رنگ رنگ کے پتھروں کے پہاڑ اور کہیں کھیت بھی۔ پانی کافی۔

۱۰۔ **شہدا یا بیر درویش**۔ خلص سے ۱۶ کوس ۱۹ گھنٹے کی راہ ہے۔ راستہ میں اونچ نیچ۔ آب شیریں اور کہیں کہیں درخت مغیلاں (کیکر)۔

۱۱۔ **مدینہ منورہ**۔ شہدا سے ۱۸ کوس کا فاصلہ (مکہ معظمہ سے ۱۱ منزل یعنی ۱۹۳ کوس) دو کوس پر چڑھائی آتی ہے حتیٰ کہ جبل بتامہ پر پہنچ جاتے ہیں جہاں سے مینار حرم نبوی نظر آتے ہیں پھر مدنیوں کا میقات جحفہ یا ذوالحلیفہ آتا ہے جو مدینہ سے پانچ میل ہے۔ راستہ میدانی ہے۔ پھر پرانا مدینہ۔ مسجد قبا آتا ہے۔ پھر مدینہ منورہ جہاں ہر قسم کی چیز بافراط ملتی ہے۔ اور سب تھکان دور ہو جاتی ہے۔

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کے منازل براہ ینبوع

۱۔ **جدہ**۔ مکہ سے جدہ تک شتر سوار کیلئے ۲۵ گھنٹہ کی مسافت ہے۔ راہ میں بمقام جدہ شب باش ہوتے ہیں اسلیئے دو روز خرچ ہوتے ہیں بموٹر پر چند گھنٹے کا راستہ ہے۔

ینبوع۔ جدہ سے بذریعہ جہاز ۲۴ گھنٹہ کی مسافت پر ہے۔ یہ بحر قلزم پر سویز کی

راہ میں ایک بندر ہے۔ پاس ایک گاؤں آباد ہے۔ کوئی سو گھروں کی آبادی ہے
مکانات دو سہ منزلہ ہیں۔ دو بازار اور تین مسجدیں بھی ہیں۔ ڈاکخانہ اور جنگی خانہ
بھی ہے۔ یہاں سے براہِ خشکی مدینہ منورہ کو جاتے ہیں۔

۳۔ **بیر سعید**۔ ینبوع سے ۱۲ گھنٹہ میں پہنچتے ہیں (مؤلف ریاض الحرمین اس سے
پہلے دو اور منازل بہم را د اور رسالی بھی بتاتا ہے) ینبوع سے صبح چلیں تو
شام تک وسیع اور فراخ میدان ملتا ہے۔ پھر پہاڑیاں شروع ہو جاتی ہیں جنکے
درمیان سے راستہ جاتا ہے جو اکثر جگہ دشوار گزار ہے۔ یہاں دو کنوئیں ہیں جہاں سے
پانی بھر لینا چاہیئے۔

۴۔ **الحمراء**۔ بیر سعید سے ۶ گھنٹہ کی راہ ہے راستہ کشادہ درمیان میدان اطراف میں سیاہ
و خشک پہاڑ۔ منزل آنے سے پہلے ایک میل کی چڑھائی پھر ترکر سبزہ زار اور نخلستان۔ پانی شیریں
اور اشیاء ضروریہ برائے خرید موجود۔

۵۔ **بیر عباس**۔ الحمراء سے ۹ گھنٹے کی راہ ہے۔ پہاڑی میں سے وسیع راستہ
راہ میں وادی حنیف یا حدیدہ کی سرسبز آبادی اور مختصر سی بستی ملتی ہے جہاں تربوز
وغیرہ ملجاتے ہیں۔ شیخ عبدالرحیم عاشق رسول کا مزار قابل زیارت ہے۔ یہ منزل گاہ میدان عرفات
کی طرح وسیع اور رتیلی ہے۔ بیر عباس وسیع اور عمیق ہے۔

۶۔ **منزل درویش**۔ بیر عباس سے ۱۱ گھنٹہ کی راہ۔ راستہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے
اکثر ببول کے درخت ملتے ہیں۔ راہ میں پانی بھی ملتا ہے۔ بیر عباس کی طرح اس منزل
پر بھی رات کو چوروں کا خطرہ رہتا ہے۔

۷۔ **مدینہ منورہ**۔ منزل درویش سے ۱۲ گھنٹہ کی مسافت ہے راستہ صاف اور وسیع پہاڑ
سرسبز۔ ۲ گھنٹہ کی مسافت پر ایک پہاڑی ملتی ہے جس سے شہر مدینہ نظر آتا ہے۔ اس سے گزر کر راہ فراخ
ملتی ہے۔ پھر مقام بیر علی آتا ہے جہاں رتیلے میدان میں کھجوروں کا جھنڈ مسجد اور کنواں ہے۔
یہاں سے مدینہ منورہ قریباً تین میل کے ہے۔ زائرین بپاس ادب پا پیادہ چل پڑتے ہیں۔
منزل درویش سے صبح کے چلے ہوئے عصر کی نماز مدینہ منورہ میں آکر پڑھ لیتے ہیں۔

مولوی ظفر حسین کا بیان ہے کہ بیر درویش سے مدینہ منورہ ۱۸ گھنٹہ کی راہ ہے۔

کپتان رچرڈ فریڈرک برٹن انگریز سیاح نے ۱۸۵۲ء میں مسلمان بنکر حجاز کا سفر کیا وہ براہ ینبوع ماہ جولائی میں مدینہ منورہ پہنچا۔ اس نے اپنی منازل سفر یوں بیان کی ہیں۔ ینبوع سے سہل شمال مشرق کو ۱۶ میل۔ یہاں سے منزل بیر سعید ۱۴ میل جانب جنوب مشرق۔ یہاں سے الحمرا ۱۴ میل سمت شمال مشرق۔ یہاں سے بیر عباس ۱۴ میل جانب شرق اسی طرف ۲۲ میل اور آگے سویقہ۔ یہاں سے شمال مشرق کی طرف ۲۲ میل پر مدینہ منورہ (کل ۱۳۲ میل)۔

مناجاتِ شوریدۂ درحرم

حضرت شیخ سعدیؒ نے ایک زائر بیت اللہ کی مناجات اپنی کتاب لاجواب بوستان میں درج فرمائی ہے جو بڑی مؤثر و مقبول ہے حیف ہوگا اگر ہم تاریخ مکہ مکرمہ کو اس سے خالی رکھیں۔ وہو ہذا:۔

تمے بلرزد چو یاد آورم	مناجاتِ شوریدۂ درحرم
کہ میگفت باحق بزاری بسے	میفگن کہ دستم نہ گیرد کسے
بلطفم بخوان یا بران از درم	ندارد بجز آستانت سرم
تو دانی کہ مسکین و بیچارہ ام	فرو ماندہ با نفس امارہ ام
نمے تازد ایں نفس سرکش چناں	کہ عقلش تواند گرفتن عناں
کہ با نفس و شیطاں برآید بزور	نبرد پلنگاں نیاید ز مور
بمردانِ راہت کہ راہے بدہ	وزیں دشمنانم پناہے بدہ
خدایا بذاتِ خداوندیت	باوصافِ بیمثل و مانندیت
بہ لبیکِ حجاج بیت الحرام	بمدفونِ یثرب علیہ السلام
بتکبیرِ مردانِ شمشیر زن	کہ مرد وغا را شمارند زن
بطاعاتِ پیرانِ آراستہ	بصدقِ جوانانِ نوخاستہ
کہ مارا دراں ورطۂ یک نفس	ز ننگِ دو گفتن بفریاد رس
امید است آناں کہ طاعت کنند	کہ بے طاعتاں را شفاعت کنند
بہ پاکاں کز آلائشم دور دار	دگر زلتے رفت معذور دار

به پیرانِ پشت از عبادت دوتا — زشرمِ گنه دیده بر پشتِ پا

که چشمم ز روئے سعادت مبند — زبانم بوقتِ شہادت مبند

چراغ یقینم فرا راه دار — ز بد کردنم دست کوتاه دار

بگردان ز نادیدنی دیده ام — مده دست بر ناپسندیده ام

من آں ذرّه ام در ہوائے تو نیست — وجود و عدم در ظلامم یکیست

ز خورشید لطفت شعاعے بسم — که جز در شعاعت نه بیند کسم

بدی را نگه کن که بہتر کس است — گدا را ز شاه التفاتے بس است

مرا گر بگیری بانصاف و داد — بنالم که عفوم نه ایں وعده داد

خدایا بذلت مراں از درم — که صورت نه بندد درِ دیگرم

ور از جہل غائب شدم روز چند — کنوں کامدم در بر ویم مبند

چه عذر آرم از ننگِ تر دامنی — مگر عجز پیش آورم کاے غنی

فقیرم بجرمِ گناہم مگیر — غنی را ترحّم بود بر فقیر

چرا باید از ضعف حالم گریست — اگر من ضعیفم پناہم قوی است

خدایا بغفلت شکستیم عہد — چه زور آورد با قضا دستِ جہد

چه بر خیزد از دستِ تدبیرِ ما — ہمیں نکته بس عذرِ تقصیرِ ما

ہمه ہر چه کردم تو برہم زدی — چه قوت کند با خدائی خودی

نه من سر ز حکمت بدر میبرم — که حکمت چنیں میرود بر سرم

تاریخ طبع از مؤلف

مرحبا تاریخ مکّہ چھپ گئی — حبذا تاریخ مکّہ چھپ گئی

کہدیا ہاتف نے تاریخ سال طبع — بے بہا تاریخ مکّہ چھپ گئی

۱۳۲۶

ولہ

یہ تاریخ مکّہ جو تالیف کی ہے — خداوند نے اسکی توفیق دی ہے

جو چھ ماہ بعد اب سے چھپتی تھی ہوتی — یہ تاریخ - تاریخ نامی چھپی ہے

۱۳۲۶

روحانی حکایات

(دو حصص)

حضرت مولانا علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام بک ڈپو

۴۰۔ بی ـــــ اردو بازار ـــــ لاہور

فضیلت کی راتیں

علامہ عالم فقری

کشمیر بُک ڈپو
تلہ کنگ روڈ۔ چکوال

بارہ ۱۲ ماہ کی نفلی عبادتیں

علامہ عالم فقری

کشمیر بُک ڈپو
تلہ کنگ روڈ۔ چکوال

مقبولِ عام اور ہر دلعزیز میلاد نامہ مسلمان خواتین اور بچیوں
کی محفلِ میلاد شریف کیلئے خوبصورت تحفہ نامور ادیب مصورِ غم
علامہ راشد الخیری کا رواں دواں صاف اور شستہ
اسلوبِ بیاں سوزِ عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی ایسی تحریر
جو اردو ادب کی آبرو ہے ایسی زبان جو کوثر سے دھلی ہوئی ہے

آمنہ کا لال ﷺ

مصنف

مصورِ غم علامہ راشد الخیری

مسلم بک ڈپو
داتا گنج بخش روڈ لاہور